ام القرآن و سورہ البقرہ

مع تفسیر
(زیر تحریر و نامکمل)

از

ابو شہریار

طبع اول
2024
www.islamic-belief.net

پہلی اشاعت 2024
جملہ حقوق محفوظ ہیں
اس کتاب یا اس کے اجزاء کو کسی اور شکل میں شائع کرنے کو اجازت نہیں ہے—اس کتاب کی فروخت سخت ممنوع ہے

باب ۱

سورة الفاتحة

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (١) الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (٢) مَالِكِ
يَوْمِ الدِّينِ (٣) إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (٤) اهْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (٥) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (٦)
غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (٧)

اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان و رحم کرنے والا ہے
تعریف ہے تمام جہانوں کے رب کی 1
بے حد مہربانی کرنے والا، بہت رحم والا 2
بدلے و فیصلے کے دن کا مالک 3
ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں 4
ہم کو سیدھے رستے پر چلا 5
ان کے رستے پر جن پر تو نے انعام کیا 6
نہ کہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ کہ وہ جو بھکے ہوئے ہیں 7

[تفسیر] اس سورہ کو سورہ الفاتحہ کہا جاتا ہے اور ام القرآن اور سبع المثانی بھی کہا جاتا ہے۔ مفسرین کے مطابق اللہ تعالی نے اس سورہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں نازل کیا۔ سورہ الحجر میں اللہ تعالی نے فرمایا

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي
ہم نے تم کو سات بار بار پڑھی جانے والی آیات دیں

سورہ الفاتحہ کے بغیر روزانہ کی پانچ نمازیں یاصلوہ المکتوبہ قبول نہیں ہوتیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو خبر دی

أبو كريب، قال: ثنا زيد بن حباب العكلي، قال: ثنا مالك بن أنس، قال: أخبرني العلاء بن عبد الرحمن بن يعقوب مولى لعروة، عن أبي سعيد مولى عامر بن فلان، أو ابن فلان، عن أبيّ بن كعب، أن رسول الله- صلى الله عليه وسلم قال له إذا افْتَتَحْتَ الصَّلاةَ بِمَ تَفْتَتِحُ؟، قال الحمد لله ربّ العالمين حتى ختمها، فقال رسول الله- صلى الله عليه وسلم هي السَّبْعُ المثاني والقرآنُ العَظِيمُ الذِي أُعْطِيتُ

سورہ الفاتحہ ہی سات بار بار پڑھی جانے والی سورت ہے اور قرآن عظیم ہے جو مجھ کو عطا ہوا

صحیح مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھا اور آدھا تقسیم کر دیا ہے۔ جب بندہ کہتا ہے: تعریف رب العالمین کے لیے ہے، میں کہتا ہوں کہ میرے بندے نے میری تعریف کی۔ جب وہ کہتا ہے: روز جزا کا مالک، میں کہتا ہوں کہ میرے بندے نے مجھے سر فراز کیا۔ جب وہ کہتا ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور (اکیلے) تجھ سے مدد طلب کریں۔ میں کہتا ہوں: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لئے ہے جو اس نے مانگا۔ جب بندہ کہتا ہے کہ ہمیں سیدھی راہ کی طرف رہنمائی فرما۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان لوگوں کی رہ جن پر تو ناراض ہوا ہو اور جو سیدھی رہ سے بھٹک گئے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہی ہے جو اس نے مانگا ہے۔

اس آیت میں ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں لہذا یہ آیت مسلمانوں پر پابندی عائد کرتی ہے کہ وہ انبیاء، اولیاء اور فرشتوں کو مدد کے لئے پکاریں—پکار مدد کے لئے ہو گی تو صرف اللہ تعالی کے لئے ہو گی—یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے کہ انہوں نے کبھی غیر اللہ کو نہیں پکارا— صحیح احادیث اس پر شاہد ہیں- اس کے علاوہ غیر اللہ کو سفارشی و ثالث جان کر بھی نہیں پکارا جا سکتا۔ جو چیز اللہ تعالی کو پسند ہے وہ اس پر خالص ایمان ہے۔ وہ دعا میں اولیاء اور رسولوں کو شامل کرنے سے نفرت کرتا ہے-

مغربی مستشرق Rodwell.J.M روڈویل نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن کی ہر سورت کا پہلا جملہ یہودیوں سے لیا گیا ہے۔ اس دعوے پر اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے. تاہم اس مستشرق نے لکھا

This formula Bismillahi ’rrahmani ’rrahim is of Jewish origin. It was in the first instance taught to the Koreisch by Omayah of Taief, the poet, who was a contemporary with, but somewhat older than, Muhammad; and who, during his mercantile journeys into Arabia Petra and Syria, had made himself acquainted with the sacred books and doctrines of Jews and Christians. (Kitab al-Aghâni , 16. Delhi.)[1]

یہ بسم اللہ الرحمان الرحیم کا فارمولا اصلا یہودیت سے آیا ہے۔ سب سے پہلے قریش نے یہ طائف کے ایک شاعر امیہ سے سیکھا تھا، جو محمد کے ایک ہم عصر تھے، لیکن ان سے عمر میں بڑے تھے۔ محمد نے عرب پیٹرا اور شام میں اپنے تجارتی سفر کے دوران یہودیوں اور عیسائیوں کی مقدس کتابوں اور نظریات کو جان لیا تھا۔ (کتاب الاغانی)

[1] Notes on translation, The Koran, Translator: J.M. Rodwell, Project Gutenberg

راقم کہتا ہے تاہم قرآن اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ بسم اللہ (اللہ کے نام سے) کے الفاظ سب سے پہلے نوح علیہ السلام نے اس وقت استعمال کیے تھے جب وہ کشتی میں داخل ہوئے تھے اور سلیمان علیہ السلام نے یمن کی ملکہ کو خط کے شروع میں بھی اس کو رقم کیا تھا۔ لہذا بسم اللہ کو سرقہ کے طور پر نہیں لیا جا سکتا بلکہ انبیاء کی سنت ہے کہ وہ بسم اللہ کسی بھی اہم کام کے آغاز کرنے پر کہتے ہیں

قدیم عرب اللہ کو ہی رب جانتے تھے لیکن وہ اس کے نام الرحمن (نہایت مہربان) سے ناواقف تھے۔ الرحمان نام بائبل اور انجیل میں موجود نہیں لہذا مشرکوں کی طرح اہل کتاب بھی اس نام سے ناواقف ہیں۔ اکثر ہم کہہ دیتے ہیں کہ الرحمان، اللہ کی صفت ہے۔ لیکن قرآن نے کہیں بھی صفت کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے بلکہ الرحمان اللہ کے اسماء الحسنی یا ناموں میں سے ایک نام ہے

سورہ البقرہ کی آیت 61 کے تحت یہود وہ ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوا۔ ضالین سے مراد نصرانی ہیں۔ سورہ المائدہ 77 میں ہے
قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ (77)
کہو، اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور اُن لوگوں کے تخیلات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا، اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے
[مسائل فقہ] شوافع کے نزدیک جہر سے بسم اللہ پڑھی جائے گی کیونکہ یہ الفاتحہ کی آیت ہے البتہ مسند احمد میں انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے
أن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وأبا بكر وعمر وعثمان كانوا يفتتحون القراءة بالحمد لله ربِّ العالمين
بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر، عثمان قرات کا آغاز الحمد للہ ربِّ العالمین سے کرتے تھے صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستفتح الصلاة بالتكبير والقراءة بـ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
رسول اللہ نماز تکبیر سے شروع کرتے اور قرات الحمد للہ سے کرتے
البانی صحیح الجامع 729، الصَّحيحة 1183 میں ایک روایت کو صحیح کہتے ہیں
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رضي الله عنه - قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - "إِذَا قَرَأْتُمُ الْحَمْدُ لِلَّهِ، فَاقْرَءُوا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِنَّهَا أُمُّ الْقُرْآنِ, وَأُمُّ الْكِتَابِ, وَالسَّبْعُ الْمَثَانِي وَبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِحْدَى آيَاتِهَا
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رَسُولُ اللَّهِ - صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم الحمد کی قرات کرو تو بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پڑھو کیونکہ یہ ام القرآن ہے اور ام کتاب ہے اور سبع مثانی ہے اور بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اس کی ایک آیت ہے
اس کی سند ہے أبي بكر الحنفي حدثنا عبد الحميد بن جعفر أخبرني نوح بن أبي بلال عن سعيد ابن أبي سعيد المقبري عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
سند میں عبد الكبير بن عبد المجيد ہے اس نے عبد الحميد بن جعفر سے روایت کیا ہے اس نے نوح بن أبي بلال سے روایت کیا ہے۔
راقم کہتا ہے سعيد ابن أبي سعيد المقبري مختلط ہو گیا تھا اور واضح نہیں کہ نوح بن أبي بلال نے اس سے کب سنا

شوافع میں کفایة الأخيار في حل غاية الإختصار کے مؤلف أبو بکر بن محمد (المتوفی 829ھ) کا کہنا ہے

وَقَالَ أَبُو نصر الْمُؤَدب اتّفق قراء الْكُوفَة وفقهاء الْمَدِينَة على أَنَّهَا آيَة مِنْهَا

کوفہ کے قاری اور مدینہ کے فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بسم اللہ ایک آیت ہے

بہر حال راقم کو فقہا میں یہ قول امام مالک کا بھی نہیں ملا کہ بسم اللہ کوئی آیت ہے [1] سورہ فاتحہ نماز میں امام کے پیچھے پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے امام بخاری کی رائے میں مقتدی پڑھے گا

امام مسلم کی رائے محسوس ہوتی ہے دل میں پڑھے گا جیسا کہ ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت انہوں نے بیان کی ہے صحیح مسلم میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ

جس نے کوئی نماز پڑھی اس میں سورہ نہ پڑھی تو وہ نماز ناقص ہے، پوری نہیں ہے

یہ بات آپ نے تین دفعہ دہرائی تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو انہوں نے فرمایا

---

[1] سنن نسائی میں روایت ھے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ، عَنْ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ [الفاتحة: 1]، ثُمَّ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ [الفاتحة: 7] فَقَالَ: «آمِينَ». فَقَالَ النَّاسُ: آمِينَ وَيَقُولُ: كُلَّمَا سَجَدَ «اللَّهُ أَكْبَرُ»، وَإِذَا قَامَ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الِاثْنَتَيْنِ قَالَ: «اللَّهُ أَكْبَرُ»، وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ نے کہا ابو ھریرہ کے پیچھے نماز پڑھی اور انہوں نے نماز میں شروع میں بسم اللہ الرحمان الرحیم پڑھی

سند میں سعید بن ابی ھلال ھے جس کو امام حزم نے ليس بالقوي قرار دیا ھے

امام احمد کا قول ھے وكان الليث بن سعد سمع منه، ثم شك في بعضه، فجعل بينه وبين سعيد خالداً

اللیث نے سعید سے سنا پھر اس کو اس میں شک آ گیا اور اس نے اپنے اپیئر سعید کے درمیان خالد کو ڈال دیا

الساجی نے ذکر کیا کہ سعید اختلاط کا شکار ھوا - لہذا ان علتوں کی بنا یہ سند ضعیف ھے اور البانی نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ھے

سنن الکبری بیہقی میں منقطع سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب قول ھے کہ

إِنَّ الشَّيْطَانَ اسْتَرَقَ مِنْ أَهْلِ الْقُرْآنِ أَعْظَمَ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شیطان نے قرآن کی عظیم آیت بسم اللہ ، اھل قرآن سے چوری کر لی ھے

مستدرک حاکم میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کو سورہ فاتحہ میں تلاوت کرتے تھے

حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ الشَّيْبَانِيُّ، ثنا أَبُو الْعَلَاءِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ جَعْفَرٍ الْكُوفِيُّ بِمِصْرَ، ثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، ثنا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَقْرَأُ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ يَقْطَعُهَا حَرْفًا حَرْفًا

کتاب أحاديث معلة ظاهرها الصحة از أبي عبدالرحمن مقبل بن هادي الوادعي کے مطابق اس روایت کی وليس إسناده بمتصل سند متصل نہیں ھے

اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ
اسکو اپنے دل میں پڑھ
امام مالک کے نزدیک سری نماز میں امام کے پیچھے پڑھے گا اور ابو حنیفہ کے نزدیک پڑھنا ضروری نہیں اور شافعی اور احمد کے نزدیک ضروری ہے
راقم کا موقف ہے کہ امام کے پیچھے سری نماز میں مقتدی چاہے تو پڑھ لے امام کے رکوع سے پہلے پہلے - اگر انفرادی نماز پڑھ رہا ہے تو لازم ہے کہ پڑھے ورنہ نماز نہ ہو گی
امام کے پیچھے مقتدی کی غلطی غلطی نہیں اس کو تسبیحات کرنا بھی ضروری نہیں - صرف فرائض کو امام کے ساتھ پورا کرلے اور جب قرات ہو تو خاموش رہے کچھ نہ پڑھے اگر مقتدی امام کے پیچھے ہے اور فاتحہ مکمل نہ کر سکا اور امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی کو بھی رکوع کرنا چاہیے سنن ابو داود کی روایت پیش کی جاتی ہے
عبادہ بن صامت رضي اللہ عنہ نے فجر میں تاخیر کي تو ابو نعیم مؤذن نے تکبیر کہہ کر خود لوگوں کو نماز پڑھاني شروع کر دي، اتنے میں عبادہ آئے ان کے ساتھ میں بھی تھا، ہم لوگوں نے بھی ابو نعیم کے پیچھے صف باندھ لي، ابو نعیم بلند آواز سے قرآت کر رہے تھے، عبادہ سورہ فاتحہ پڑھنے لگے، جب ابو نعیم نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عبادہ رضي اللہ عنہ سے کہا میں نے آپ کو (نماز میں) سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے سنا، حالانکہ ابو نعیم بلند آواز سے قرآت کر رہے تھے، انہوں نے کہاہاں اس لیے کہ رسول اللہ صلي اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک جہري نماز پڑھائي جس میں آپ زور سے قرآت کر رہے تھے، آپ کو قرآت میں التباس ہو گیا، جب آپ صلي اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو ہماري طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا جب میں بلند آواز سے قرآت کرتا ہوں تو کیا تم لوگ بھی قرآت کرتے ہو؟، تو ہم میں سے کچھ لوگوں نے کہاہاں، ہم ایسا کرتے ہیں، آپ صلي اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب ایسا مت کرنا، جبھي میں کہتا تھا کہ کیا بات ہے کہ قرآن مجھ سے کوئی چھینے لیتا ہے تو جب میں بلند آواز سے قرآت کروں تو تم سوائے سورہ فاتحہ کے قرآن میں سے کچھ نہ پڑھ
اس کی سند میں نافع بن محمود بن الربیع مستور و مجہول ہے - البتہ محدثین میں دار قطنی اور ابن حجر نے اس سند کو حسن کہہ دیا ہے جو ان کی غلطی ہے
کیا سورہ الفاتحہ دم ہے؟ اس سوال پر تحقیق کرنے سے یہی معلوم ہوا ہے کہ یہ دم نہیں ہے کیونکہ سنت میں صرف سورہ فلق اور سورہ الناس سے دم کرنا معلوم ہے - اس حوالے سے بعض لوگوں نے روایت پیش کی - إِنَّ نَاسًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَوْا عَلَى حَيٍّ مِّنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، فَلَمْ يَقْرُوهُمْ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ، إِذْ لُدِغَ سَيِّدُ أُولَئِكَ، فَقَالُوا: هَلْ مَعَكُمْ مِّنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ؟ فَقَالُوا: إِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُونَا، وَلَا نَفْعَلُ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا، فَجَعَلُوا لَهُمْ قَطِيعًا مِّنَ الشَّاءِ، فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ، وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفِلُ، فَبَرَأَ، فَأَتَوْا بِالشَّاءِ، فَقَالُوا: لَا نَأْخُذُهُ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلُوهُ، فَضَحِكَ وَقَالَ: "وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ، خُذُوهَا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ."
صحابہ کی جماعت عربوں کے ایک قبیلے کے پاس آئی تو انہوں نے مہمان نوازی نہ کی۔ اسی اثنا میں ان کے سردار کو موذی جانور نے ڈَس لیا۔ وہ کہنے لگے: کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دَم کرنے والا کوئی شخص ہے؟ صحابہ نے کہا: تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، ہم بھی اس وقت تک دَم نہیں کریں گے، جب تک تم ہماری اُجرت مقرر نہیں کرتے۔ قبیلے والوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ مقرر کر دیا۔ ایک صحابی سورۂ فاتحہ کی قرات کرنے لگے اور اپنا تھوک جمع کر کے اسے پھونکنے لگے۔ یوں وہ شخص شفایاب ہو گیا اور صحابہ بکریاں لے آئے۔ کچھ صحابہ نے کہا کہ ہم اس وقت تک یہ بکریاں نہیں

لیں گے، جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لیں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ ہنس دیے اور (دَم کرنے والے صحابی سے ہنستے ہوئے) پوچھا: تم کو کہاں سے معلوم ہو گیا کہ سورۂ فاتحہ ایک دَم ہے؟ بکریاں لے لو اور اُن سے میرا حصہ بھی نکالو۔

صحیح البخاري، کتاب الطبّ، باب الرقي بفاتحۃ الکتاب، رقم الحدیث: 5736؛ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب أخذ الأجرۃ علی الرقیۃ بالقرآن والأذکار، رقم الحدیث: 2201

رسول اللہ ہنس دے کہ صحابی نے ہوشیاری کی اور پوچھا تم کو کہاں سے پتا چل گیا کہ سورہ فاتحہ دم ہے؟ یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ سورہ فاتحہ دم نہیں اور نہ ہی اس کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ یہ محض ایک کرشمہ الہی ہوا کہ اصحاب رسول کو اللہ کی مدد ملی اور مشرکوں کے سردار کو بچھو نے ڈنک مارا اور وہ معالج کو ڈھونڈنے نکلے اور مومنوں سے مدد مانگنے آ گئے۔ اس وقت صحابی کو سوجھا کہ ان سے کھانا لینے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ کہہ دیا جائے کہ میں جھاڑ پھونک دوں گا۔ ابھی اضطراری معاملہ ہے سب بھوکے پیاسے ہیں کچھ تو کرنا ہو گا لہذا صحابی نے مشرک قبیلے سے طے پایا کہ میں دم کروں گا اور اجرت لوں گا. مشرک راضی ہوئے اور صحابی نے سردار کو فاتحہ سے دم کیا۔ مشرکوں نے اجرت دم میں بکریاں دیں۔ البتہ بعض اصحاب رسول کو تردد رہا اور وہ بھوکے ہی رہے یہاں تک کہ مدینہ پہنچے اور رسول اللہ سے پوچھا اور سب بتایا

اس واقعہ کو مقدمین علماء نے ایک مخصوص واقعہ قرار دیا ہے اور اس کی بنیاد پر قرآن کی ان دیگر آیات کو رد نہیں کیا جا سکتا جن میں آیات اللہ کو بیچنے پر سخت وعید آئی ہے

سورہ الفاتحہ ام القرآن ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اس دم کی اجرت کو خصوص نہ کہا جائے جبکہ اس حوالے سے بہت سے فرمان نبوی موجود ہیں مثلا عبد الرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے

قرآن پڑھو.... اور اس کو کمانے کا ذریعہ مت بناؤ

امام ابی حاتم سے جب اس حدیث پر سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا

وسألتُ أَبِي عَنْ حديثٍ رَوَاهُ وُهَيْب، عَنْ أيُّوب، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي راشد، عن عبد الرحمن بن شبل، عَنِ النبيِّ (ص) قال: اقْرَؤُوا القرآنَ

قَالَ أَبِي: رَوَاهُ بعضُهم فقال: عَنْ يَحْيَى، عَنْ زَيْدِ بْنِ سلاَّم، عَنْ أَبِي سلاَّم، عَنْ أَبِي راشد الحُبْراني، عن عبد الرحمن ابن شبل، عن النبيِّ (ص). كِلاهما صحيحٌ

ابن ابی حاتم نے کہا میں نے باپ سے حدیث عبد الرحمن ابن شبل، عن النبيّ پر سوال کیا تو انہوں نے فرمایا اس کی دونوں سندیں صحیح ہیں

ہیثمی نے کشف الأستار عن زوائد البزار میں ذکر کیا کہ امام البزار کا بَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ میں اس حدیث پر حکم ہے

وَالْحَدِيثُ الصَّحِيحُ الَّذِي رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلامٍ، عَنْ أَبِي رَاشِدٍ الْحُبْرَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِبْلٍ.

حدیث صحیح وہ ہے جو يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلامٍ، عَنْ أَبِي رَاشِدٍ الْحُبْرَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِبْلٍ کی سند سے ہے

ابن حجر نے اس کی سند کو قوی قرار دیا ہے

محمد بن عبد الوهاب بن سليمان التميمي النجدي علماء کتاب مجموعۃ الحدیث علی أبواب الفقہ میں کہتے ہیں

وروى سمويه في فوائده ثنا عبد الرحمن بن يحيى بن إسماعيل بن عبد الله ثنا الوليد بن مسلم بإسناده الصحيح عن أبي الدرداء مرفوعاً: "من أخذ على تعليم القرآن قوساً قلّده الله يوم القيامة مكانها قوساً من النار

الولید بن مسلم سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ أبي الدرداء نے مرفوع حدیث بیان کی کہ جس نے تعلیم قرآن پر اجرت لی اس کو اگ کا طوق روض محشر ڈالا جائے گا

امام المزی نے روایت تهذيب الكمال في أسماء الرجال میں پیش کی ہے

أخبرنا بِهِ أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ابْنُ الدَّرَجِيّ، قال: أَنْبَأَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْن نَصْر الصَّيدَلانِيُّ فِي جَمَاعَةٍ إِذْنًا، قالوا: أَخْبَرَتْنَا فَاطِمَةُ بِنْتُ عَبْدِ اللَّهِ الْجُوزْدَانِيَّةُ، قَالَتْ: أخبرنا أَبُو بكر بن زيذة الضَّبِّيُّ، قال: أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ سُلَيْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ الطَّبَرَانِيُّ، قال: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِرْقٍ، قال: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ (د)، وَمُحَمَّدُ بْنُ مُصَفًّى، قَالا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، قال: حَدَّثَنَا بشر بن عَبْدِ اللَّهِ بْن يَسَارٍ، قال: حَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ نُسَيٍّ، عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قال: كان رسول الله (ص) يُشْغَلُ، فَإِذَا قَدِمَ الرَّجُلُ مُهَاجِرًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه واله وسلم دَفَعَهُ إِلَى رَجُلٍ مِنَّا يُعَلِّمُهُ الْقُرْآنَ، فَدَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه واله وسلم إِلَيَّ رَجلا، فَكَانَ مَعِي فِي الْبَيْتِ أُعَشِّيهِ عَشَاءَ أَهْلِ الْبيت، فَكنت أقرئه القرآن، فَانْصَرَفَ انْصِرَافَةً إِلَى أَهْلِهِ، فَرَأَى أَنَّ عَلَيْهِ حَقًّا، فَأَهْدَى إِلَيَّ قوسا، لم أر اد أجود منه عودا، ولا أحسن منه عطفا، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه واله وسلم فَقُلْتُ: مَا تَرَى فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قال: جَمْرَةٌ بَيْنَ كَتِفَيْكَ تَقَلَّدْتَهَا إِنْ تَعَلَّقْتَهَا (1). رواه عَنْ عَمْرِو بْنِ عثمان، فوقع لنا موافقة بِهِ عالية.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصروف رہتے تھے-جب کوئی ہجرت کر کے مدینہ آیا کرتا تو آپ اس کو ہم اصحاب رسول کے پاس بھیج دیتے کہ ہم میں سے کوئی اس کو قرآن سکھا دے-اپ نے میری طرف ایک شخص کو بھیجا، وہ میرے گھر میں ہی رہتا، میں اس کو گھر والوں کی طرح کھانا کھلاتا،...اس نے مجھے تحفتا کمان دی جس کی عمدہ لکڑی و تر چھائی میں نے دیکھی نہ تھی-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آگ کا انگارہ ہے جس کو تم نے کندھوں پر لٹکا رکھا ہے

اس سند کو المزی نے عالی قرار دیا ہے اور اس سند پر تهذيب الكمال في أسماء الرجال کے محقق دکتور بشار عواد معروف کا قول ہے

قال شعيب: إسناده قوي، وهو في سنن أبي داود برقم (3417) في البيوع، وأخرجه أحمد 324/5، من طريق أبي المغيرة، حَدَّثَنَا بشر بن عَبْدِ اللَّهِ بْن يسار... به، وأخرجه أَبُو دَاوُد أيضا (3416) من طريق أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وكيع وحميد بْن عَبْد الرحمن الرؤاسي، عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ زِيَادٍ، عن عبادة ابن نُسَيٍّ، عن الأَسْوَدِ بْنِ ثَعْلَبَةَ، عن عبادة.

امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں ذکر کیا ہے

بِشر بن عَبد اللهِ بن يسار، الشامي، السُّلَمِيّ. سَمِعَ عُبادة بْن نسي.

بشر بن عبد اللہ کا عُبادة بْن نسي سے سماع ہے

بشر بن عبد اللہ کو ابن حبان نے الثقات میں شمار کیا ہے اور ابن حجر نے التقریب میں صدوق قرار دیا ہے

أبي سعيد الخُدْرِيّ کی بچھو کے دم کی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے امام طحاوي کتاب مختصر اختلاف العلماء میں کہتے ہیں

قَالَ أَبُو جَعْفَر إِنَّمَا ذكر فِي ذَلِك أَخذ الْجعل على الرّقية والرقية لَيست بواجبة وَالْأَذَان وَالصَّلَاة وَاجِبَة وَكَذَلِكَ تَعْلِيم الْقُرْآن

یہ دم پر اجرت لینا یہ اذان و نماز واجبہ پر اجرت لینے کو جائز نہیں کرتا اور اسی طرح تعلیم قرآن پر اجرت کو

جہاں تک رہی ابن عباس وابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے مروی بچھو والی حدیث اس پر ابن عبد الہادی کا تنقیح التحقیق في أحاديث التعليق میں قول ہے کہ ہمارے حنبلی علماء کا جواب ہے

وقد أجاب أصحابنا عنهما بثلاثة أجوبة:

أحدها: أنَّ القوم كانوا كفَّارًا، فجاز أخذ أموالهم.

والثاني: أنَّ حقَّ الضيف لازمٌ، ولم يضيفوهم.

والثالث: أنَّ الرقية ليست بقربة محضة، فجاز أخذ الأجرة عليها.

ایک جواب دیا: یہ قوم کفار تھی اور ان کے اموال میں سے لیا جانا جائز کیا گیا

دوسرا جواب دیا: مہمان کا حق لازم ہے اور ان بستی والوں نے انکار کیا تھا، پس اس پر جائز کیا گیا

تیسرا جواب ہے یہ دم بطور خاص وہ چیز نہیں جس سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اس وجہ سے اس پر اجرت لینا جائز ہے

عبادات ادا کرنے پر انسانوں سے مال طلب کرنا نہایت غلط عمل ہے اور اسی بنا پر علماء قرآن کی تلاوة و دم پر اجرت اور اسی طرح دیگر عبادات پر اجرت لینے کا رد کرتے چلے آئے ہیں [1]

---

[1] شوکانی نے نیل الأوطار میں ذکر کیا
وَقَدْ اسْتَدَلَّ بِأَحَادِيثِ الْبَابِ مَنْ قَالَ: إنَّهَا لَا تَحِلُّ الْأُجْرَةُ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَهُوَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَأَصْحَابُهُ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَالْهَادَوِيَّةُ، وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَالضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ وَالزُّهْرِيُّ وَإِسْحَاقُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَقِيقٍ.

ابن قیم ، إعلام الموقعين عن رب العالمين میں کہتے ھیں کہ تعلیم قرآن پر اجرت قرانی آیت سے منع ھے
، وَهَهُنَا مَنَعَهُ مِنْ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ لِنَبِيِّهِ: قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا وَقَالَ تَعَالَى: قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ وَقَالَ تَعَالَى: اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا فَلَا يَجُوزُ أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَى تَبْلِيغِ الْإِسْلَامِ وَالْقُرْآنِ

کویت کے حنبلی علماء کا کتاب الموسوعة الفقهية الكويتية میں کہنا ھے : وَالأْصْل أَنَّ كُل طَاعَةٍ يَخْتَصُّ بِهَا الْمُسْلِمُ لاَ يَجُوزُ الاِسْتِئْجَارُ عَلَيْهَا، كَالإِْمَامَةِ وَالأْذَانِ وَالْحَجِّ وَتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْجِهَادِ. وَهُوَ قَوْل عَطَاءٍ وَالضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَمَذْهَبُ أَحْمَدَ
ہر وہ عبادت جو مسلم پر خاص ہو جیسے امامت و اذان و حج و تعلیم قرآن و جہاد ، ان سب پر اجرت لینا جائز نہیں اور یہ قول عَطَاءٍ وَالضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ وَأَبِي حَنِيفَةَ کا ھے اور امام احمد کا مذهب ھے

باب ۲

سورة البقرة

اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان و رحم کرنے والا ہے الم (1) اس کتاب میں کوئی شک و ابہام نہیں ، یہ ہدایت ہے ڈرنے والوں کے لئے (2)	بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الم (١) ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ (٢)

[تفسیر أیة 1تا2]

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تَعَلَّمُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ، فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ، وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ، وَلَا يَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ

سورہ البقرہ کی تعلیم دو کیونکہ اس کو حاصل کرنا برکت ہے، اس کو چھوڑنا حسرت ہے اور اس کی آیات کے رد کی کسی میں استطاعت نہیں

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

الْبَقَرَةَ، وَآلَ عِمْرَانَ: فَإِنَّهُمَا يَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ، أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ، أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ يُحَاجَّانِ عَنْ أَهْلِهِمَا

سورہ بقرہ وال عمران یہ قیامت کے دن آئیں گی جیسے کہ بادل ہوں، یا سایہ ہوں یا پرندوں کے جھنڈ ہوں جو اپنے پڑھنے والوں پر سایہ فگن ہوں

وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ھیں اور نماز قائم کرتے ھیں اور جو رزق ھم نے دیا ھے اس میں سے انفاق کرتے ھیں (3) اور وہ جو ھم نے تم پر اور تم سے قبل رسل پر نازل کیا ھے اس پر ایمان لاتے ھیں اور آخرت پر یقین رکھتے ھیں (4) یہی لوگ اپنے رب کی ھدایت پر ھیں اور فلاح پانے والے ھیں (5)	الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (٣) وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (٤) أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (٥)

[تفسیر اٰیۃ 3تا5]

بقرہ کا مطلب گائے ہے اور اس سورت میں ذکر ہے کہ کس طرح قوم موسی گائے کو ذبح کرنے سے بچ رہی تھی-اس سورت میں اس قصے کا ذکر ہے لہذا اس مناسبت پر اس سورہ کا نام سورہ البقرہ ہے-

صحیح بخاری میں اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رات کو سورہ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے ان کا گھوڑا ان کے قریب ہی بندھا ہوا تھا، تھوڑی دیر میں گھوڑا گھومنے اور چکر لگانے لگا تو میں نے پڑھنا بند کر دیا گھوڑا بھی پر سکون ہو گیا تو میں پھر پڑھنے لگا، اس سے گھوڑا پھر بدکنے اور کھونٹے کے اند گرد گھومنے لگا، چنانچہ میں نے پڑھنا بند کر دیا اور گھوڑا بھی پر سکون ہو گیا، اس کے بعد پھر پڑھنا شروع کیا تو گھوڑا پھر بدکنے لگا جس سے مجبور ہو کر میں نے پڑھنا بند کر دیا، کیونکہ میرا لڑکا یحییٰ قریب میں لیٹا تھا اور میں ڈرا کہ وہ کچل نہ جائے، اور اس کو کوئی تکلیف نہ لاحق ہو جائے، جب صبح صادق ہوئی تو میں نے اس واقعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، آپ نے فرمایا: اے ابن حضیر! تمہیں اپنی قرأت جاری رکھنی چاہئے، ابن حضیر تمہیں قرآن پڑھتے رہنا چاہیے، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یحییٰ کچل نہ جائے، وہ اس کے قریب ہی تھا، پھر میں نے سر اوپر کی طرف اٹھایا اور اس کی طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہوں ایک چیز سایہ کی طرح ہے جس میں چراغوں کی طرح قمقمے ہیں، پھر مین باہر نکل کر دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہو وہ کیا تھا؟ کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: وہ فرشتے تھے جو تمہاری تلاوت کی آواز سننے کے لئے قریب آ گئے تھے، اگر تم قرآن پڑھتے رہتے تو صبح لوگ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے، اور وہ ان کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہوتے-

اس سورہ کا آغاز الم سے ہوا ہے-اس طرح قرآن میں چند سورتوں میں ہے اور ان کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے- کسی صحیح حدیث میں ان کے بارے میں معلومات نہیں ہیں کہ ان کو اللہ تعالی نے کیوں کلام اللہ میں کہا لہذا یہ متشابہات کی قبیل میں سے ہیں-افسوس جادو گران کو تعویذات میں استعمال کرتے ہیں- تعویذ قرانی ہو یا غیر قرانی ان کو جسم پر پہننا یا قرانی آیات کو جسم پر ٹیٹو کی طرح بنانا مشرک اقوام کا عمل ہے-

وہ جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے برابر ہے کہ تم ان
کو ڈراو یا نہ ڈراو - یہ ایمان لانے والے نہیں (6)
اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے ، اور ان کے
کانوں و آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے اور ان کے لئے
درد ناک عذاب ہے (7) اور لوگوں میں سے ہیں
(بعض) جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر
ایمان لائے جبکہ یہ مومنوں میں سے نہیں (8) دھوکہ
دے رہے ہیں اللہ کو اور مومنو کو - اور یہ دھوکہ
نہیں دے رہے مگر صرف اپنے آپ کو اور ان کو
اس کا شعور نہیں (9) ان کے دلوں میں مرض ہے
جس کو اللہ بڑھا رہا ہے اور ان کے لئے درد ناک
عذاب ہے اس پر کہ انہوں نے انکار کر دیا ہے
(10)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَواءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ
لا يُؤْمِنُونَ (٦) خَتَمَ اللَّهُ عَلى قُلُوبِهِمْ وَعَلى سَمْعِهِمْ وَعَلى
أَبْصارِهِمْ غِشاوَةٌ وَلَهُمْ عَذابٌ عَظِيمٌ (٧) وَمِنَ النَّاسِ
مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَما هُمْ بِمُؤْمِنِينَ (٨)
يُخادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَما يَخْدَعُونَ إِلاَّ أَنْفُسَهُمْ وَما
يَشْعُرُونَ (٩) فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزادَهُمُ اللَّهُ مَرَضاً وَلَهُمْ
عَذابٌ أَلِيمٌ بِما كانُوا يَكْذِبُونَ (١٠)

[تفسیر اٰیۃ 6 تا 10]

مدینہ میں کچھ کافر ایسے بھی تھے جو اصل میں منافق تھے اور صرف ان کا دماغ بزنس میں چلتا تھا- ان مشرکوں کو بزنس کے لئے یہودی قبائل سے دوستی درکار تھی- لہذا ان منافقین کا اہل کتاب یہود سے گٹھ جوڑ تھا- باوجود رسول اللہ کی موجودگی کے یہ ایمان نہ لائے اور درپردہ مومن بنے رہے۔
یہ اس لئے کہ اللہ نے ان کے ذہنوں پر لعنت کی تھی اور وہ ایمان نہیں لائے تھے۔

نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مدینہ کے منافقین اور یہودیوں کا گٹھ جوڑ تھا—ان کے لیڈر دو یہودی حیی ابن اخطب، اور کعب ابن الاشرف تھے— منافقین جو ایمان لانے کے دعوے دار تھے لیکن بطور مصلحت اور بزنس کی بڑھوتی کے لئے مدینہ والوں کے ہمدرد بن کر ان کو اندر ہی اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ورغلانے میں لگے رہتے تھے، منافقین اپنے یہودی لیڈروں سے منسلک تھے اور انکے مددگار بنے ہوئے تھے—ان کے نزدیک اسلام ایک آفت سے کم نہ تھا- مدینہ کا بیشتر بزنس یہودی ہاتھوں میں تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کو ہی مدینہ سے نکال رہے تھے اور وہ قافلے جو قریش کا مال شام لے کر جاتے تھے ان پر حملے ہو رہے تھے—منافقین کے حساب سے مدینہ میں اسلام کی آمد اس زمانے کے بزنس پلان اور ٹریڈ روٹ پر حملہ تھا جس سے اندیشہ تھا کہ عربوں کا ہی نقصان ہو گا لہذا منافقین یہودیوں کی مدد کرنا چاہتے تھے لیکن منصوبہ الہی کچھ اور ہی تھا—وہ انسان کی اس سوچ سے بہت دور تھا جس پر مال اور اولاد کی بیڑیاں پڑی ہوتی ہیں-

قرآن جب بھی دل کی بیماری کی بات کرتا ہے تو اس کا مطلب جسمانی دل کی بیماری نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب دماغ کی الجھن، الجھن کی کیفیت اور کفر وغیرہ ہے۔ علامتی طور پر انسان اپنے دلوں کی پیروی کرتا ہے جب وہ حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے اور وہ کرتا ہے جو ان کے دل میں آتا ہے

اور جب ان (منافقین) سے کہا جاتا ہے زمین پر فساد مت کرو، تو یہ کہتے ہیں: ہم اصلاح کرنے والے ہیں (11) خبردار یہ فسادی ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں (12) اور جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جیسا کہ لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں: کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں! خبردار یہ خود بے وقوف ہیں لیکن ان کو معلوم نہیں ہے (13) اور جب یہ مومنو سے ملتے ہیں کہتے ہیں: ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں: ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو ٹھٹھا کر رہے ہیں (14) اللہ ان کا مذاق اڑاتا ہے اور ان کو ان کی بغاوت میں ہی ڈھیل میں ڈالے رکھتا ہے (15) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی، پس ان کی تجارت پھولی پھلی نہیں اور نہ یہ ہدایت پانے والوں میں سے ہوئے (16)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ (١١) أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ (١٢) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ (١٣) وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ (١٤) اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (١٥) أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ (١٦)

[تفسیر آیۃ 11تا16]

اللہ تعالیٰ نے لفظ فساد استعمال کیا ہے جس کا ترجمہ اردو میں عام بول چال میں انار کی یا لاقانونیت سے کیا جاتا ہے- یہاں اردو میں لفظ فساد کا قریب ترین ترجمہ انتشار ہے- اسلام میں اس طرح کی حرکتیں حرام ہیں جس سے معاشرہ میں بے چینی پیدا ہوا- اللہ تعالی مسلمانوں کو ضابطہ اخلاق پر عمل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یثرب میں یہودیوں اور منافقین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک درپردہ داخلی اتحاد بنایا ہوا تھا۔ منافق قرآن و قول نبوی کے ہر حکم پر عمل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ قرآن نے ایسے منافقین کو دھوکہ دینے والا قرار دیا ہے لیکن ان کا نام نہیں لیا ہے۔ احادیث سے ہم جانتے ہیں کہ ان منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی تھا اور آمد نبوی سے قبل یثرب کے لوگوں نے تقریبا فیصلہ کر لیا تھا کہ عبداللہ بن ابی مستقبل کا یثرب کا بادشاہ ہو گا- منافقین یثرب میں انتشار کی فضا قائم رکھنا چاہتے تھے تا کہ اس تاثر کو تقویت ملے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت ریاست مدینہ چل نہیں پائی اور ایک ناکام ریاست بن گئی ہے-

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ (١٧) صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (١٨) أَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ (١٩) يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (٢٠)

ان کی مثال ان کی سی ھے جنہوں نے آگ جلائی اور آگ کی روشنی سے ماحول روشن ہوا ھی تھا کہ اللہ نے روشنی زائل کر دی اور ان کو اندھیرے میں چھوڑ دیا کہ کچھ دیکھ نہ پائیں (17) بہرے گونگے اندھے کہ واپس جا ھی نہ سکے (18) یا ان کی مثال آسمانی بارش کی سی ھے جس میں کڑک و چمک ہو ، گونج پر یہ موت کے خوف سے کانوں میں انگلیاں دیتے ہوں - اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ھے (19) قریب ھے کہ کوند ان کی بینائی اچک لے ، جب بھی روشنی ہو تو یہ چل لیتے ھیں اور جب اندھیرا ہو تو ٹھر جاتے ھیں ، اور اللہ چاھے تو ان کی سماعت و بینائی جانے دے - اللہ بے شک ھر چیز پر قادر ھے (20)

[تفسیر آیۃ17تا20] صحیح البخاری کی حدیث4566 ہے

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہمانے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے کی پشت پر فدک کی بنی ہوئی ایک موٹی چادر رکھنے کے بعد سوار ہوئے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو حارث بن خزرج میں سعد بن عبادہ رضی اللہ کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ یہ جنگ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ راستہ میں ایک مجلس سے آپ گزرے جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول (منافق) بھی موجود تھا، یہ عبداللہ بن ابی کے ظاہری اسلام لانے سے بھی پہلے کا قصہ ہے۔ مجلس میں مسلمان اور مشرکین یعنی بت پرست اور یہودی سب ہی طرح کے لوگ تھے، انہیں میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ سواری کی (ٹاپوں سے گرد اڑی اور) مجلس والوں پر پڑی تو عبداللہ بن ابی نے چادر سے اپنی ناک بند کر لی اور بطور تحقیر کہنے لگا کہ ہم پر گرد نہ اڑاؤ، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریب پہنچ گئے اور انہیں سلام کیا، پھر آپ سواری سے اتر گئے اور مجلس والوں کو اللہ کی طرف بلایا اور قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ اس پر عبداللہ بن ابی ابن سلول کہنے لگا، جو کلام آپ نے پڑھ کر سنایا ہے، اس سے عمدہ کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ یہ کلام بہت اچھا، پھر بھی ہماری مجلسوں میں آ آ کر آپ ہمیں تکلیف نہ دیا کریں، اپنے گھر بیٹھیں، اگر کوئی آپ کے پاس جائے تو اسے اپنی باتیں سنایا کریں۔ (یہ سن کر) عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ضرور یا رسول اللہ! آپ ہماری مجلسوں میں تشریف لایا کریں، ہم اسی کو پسند کرتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمان، مشرکین اور یہودی آپس میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور قریب تھا کہ فساد اور لڑائی تک کی نوبت پہنچ جاتی لیکن آپ نے انہیں خاموش اور ٹھنڈا کر دیا اور آخر سب لوگ خاموش ہو گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہو کر وہاں سے چلے آئے اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کا ذکر کیا کہ سعد! تم نے نہیں سنا، ابو حباب، آپ کی مراد عبداللہ بن ابی ابن سلول سے تھی، کیا کہہ رہا تھا؟ اس نے اس

طرح کی باتیں کی ہیں۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ اسے معاف فرمادیں اور اس سے درگزر کردیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ وہ حق بھیجا ہے جو اس نے آپ پر نازل کیا ہے، اس شہر (مدینہ) کے لوگ (پہلے) اس پر متفق ہو چکے تھے کہ اس (عبداللہ بن ابی) کو تاج پہنادیں اور (شاہی) عمامہ اس کے سر پر باندھ دیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس حق کے ذریعہ جو آپ کو اس نے عطا کیا ہے، اس باطل کو روک دیا تو اب وہ چڑ گیا ہے اور اس وجہ سے وہ معاملہ اس نے آپ کے ساتھ کیا جو آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے۔ آپ نے اسے معاف کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم مشرکین اور اہل کتاب سے درگزر کیا کرتے تھے اور ان کی اذیتوں پر صبر کیا کرتے تھے۔ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ''اور یقیناً تم بہت سی دل آزاری کی باتیں ان سے بھی سنو گے، جنہیں تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے اور ان سے بھی جو مشرک ہیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یہ بڑے عزم و حوصلہ کی بات ہے'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''بہت سے اہل کتاب تو دل ہی سے چاہتے ہیں کہ تمہیں ایمان (لے آنے) کے بعد پھر سے کافر بنالیں، حسد کی راہ سے جو ان کے دلوں میں ہے۔'' آخر آیت تک۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کفار کو معاف کر دیا کرتے تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے ساتھ جنگ کی اجازت دے دی اور جب آپ نے غزوئہ بدر کیا تو اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق قریش کے کافر سردار اس میں مارے گئے تو عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے دوسرے مشرک اور بت پرست ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کر کے ان سب نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کر لی اور ظاہراً اسلام میں داخل ہو گئے۔

بیشتر مفسرین کے نزدیک سورہ البقرہ ابتدائی مدنی دور کی سورہ ہے اور اس دور میں منافقین جو سابقہ مشرک تھے ان کا اور یہود کا گٹھ جوڑ شروع ہو چکا تھا —اس حدیث میں اسی دور کی اغلباء عکاسی کی گئی ہے

اے لوگو ں ! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے
تم کو خلق کیا اور ان کو بھی خلق کیا جو تم سے قبل
گزرے تا کہ تم ڈرنے والے ہو جاؤ (21) وھی ھے
جس نے تمھارے لئے زمین کو فرش کیا اورآسمان
کو چھت، اور آسمان سے پانی نیچے گرایا جس سے
تمہارے لئے بطور رزق پھل نکالے ، پس اللہ کے
مقابل کسی کو ھم پلہ مت کرو ، اور تم اس بات
کو جانتے ھو (22) اور اگر تم کو جو ھم نے اپنے
بندے پر نازل کیا اس میں کوئی شک ھے تو ایک
سورت اسی کی جیسی لے آؤ ، اور اپنے گواھوں کو
اللہ کے سوا لے آؤ ، اگر تم سچے ھو (23) اور اگر
اس کو نہ کر سکو ، اور کر ھی نہ سکو گے تو پھر
اس آگ سے ڈرو جس میں انسانوں اور پتھروں کو
ایندھن بنایا جائے گا ، کافروں کے لئے جس کو
تیار کیا گیا ھے (24)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (٢١) الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ
فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ
مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ
(٢٢) وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا
بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ (٢٣) فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي
وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ (٢٤)

[تفسیر اٰیۃ 21 تا 24]

اللہ تعالی یہ چیلنج دیتا ہے قرآن کی جیسی کوئی ایک سورت ہی بنالو اور اس بنانے کے عمل میں جو گواہ ہوں ان بھی لے آؤ- مغربی مستشرق گبن نے اس چیلنج کا استہزاء کیا اور لکھا

In the spirit of enthusiasm or vanity, the prophet rests the truth of his mission on the merit of his book; audaciously challenges both men and angels to imitate the beauties of a single page; and presumes to assert that God alone could dictate this incomparable performance. This argument is most powerfully addressed to a devout Arabian, whose mind is attuned to faith and rapture; whose ear is delighted by the music of sounds; and whose ignorance is incapable of comparing the productions of human genius. The harmony and copiousness of style will not reach, in a version, the European infidel: he will peruse with impatience the endless incoherent rhapsody of fable, and precept, and declamation, which seldom excites a sentiment or an idea, which sometimes crawls in the dust, and is sometimes lost in the clouds. [1]

گبن نے لکھا: جوش و خروش یا غرور کے جذبے کے ساتھ نبی اپنے مشن کی سچائی کو اپنی کتاب کی فضیلت سے منسلک کر دیا ہے۔ وہ بڑی بہادری سے انسانوں اور فرشتوں دونوں کو ایک قرانی صفحے کی خوبصورتی کی نقل خلق کرنے کے لئے چیلنج کرتے ہیں۔ اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ صرف خدا ہی اس بے مثال کارکردگی کا حکم دے سکتا ہے (یعنی سورت بنا سکتا ہے)۔ اس بحث میں بھرپور انداز میں ایک عقیدت مند عرب (مسلمان) کو مخاطب کیا گیا ہے، جس کا ذہن ایمان اور تعظیم سے پہلے سے ہم آہنگ ہے۔ جس کے کان قرات سے خوش ہوتے ہیں۔ اور جس کی جہالت انسانی

1 Decline and Fall of the Roman Empire, Vol. 5, by Edward Gibbon, 1788

ذہانت کی تخلیقات کا موازنہ کرنے سے قاصر ہے۔(قرانی سورت کا) کوئی بھی ورژن اسٹائل و وسعت میں کسی یورپی کافر کی سوچ تک نہیں جاسکتی ہے ...

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ 1400 سال سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود بھی کسی نے بھی قرآن کے چیلنج کو پورا نہیں کیا کہ ایک سورت کو ہی بنالیا ہو! ایڈورڈ گبن نے فرض کیا ہے کہ عرب مسلمان جو ابتدائی مومن تھے وہ سب کے سب جاہل تھے۔یہی بات گبن کے جہل کی عکاس ہے کہ وہ صحیح طور پر تاریخ پڑھنے اور تجزیے کرنے میں ناکام رہے۔ہم کو معلوم ہے کہ اس نئے مذہب و دین میں شامل ہونے والے مسلمانوں میں بہت سی خوبیاں اور قابلیتیں تھیں، یہاں تک کہ حبشہ و اکثم کے عیسائی بادشاہ نجاشی نے اپنے دور کی اس صورتحال کو بالکل مختلف انداز میں دیکھا۔نجاشی نے نہ صرف مسلمانوں کو مشرکین مکہ سے بچایا بلکہ بعد میں خود بھی دین تبدیل کر لیا،اور اس 'نئے' مذہب میں شامل ہوگئے، جس کا اعلان عرب نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔مزید ہم دیکھتے ہیں کہ جب مسلمان شام میں آباد ہوئے تو عیسائیوں کے جھنڈ کے جھنڈ اسلام قبول کرنے لگے۔نصرانی پادری اس پر ناخوش تھے کیونکہ لوگوں کی بڑی تعداد تھی جو بغیر کسی جبر کے نئے عقیدے کو قبول کر رہی تھی۔ان میں سے زیادہ تر مسلمان ہونے والوں نے بعد میں خلفاء بنو امیہ کی بیوروکریسی میں کام کیا۔

اور مومنو اور نیکیاں کرنے والوں کو بشارت دو کہ
ان کے لئے جنتیں ھیں جن کے نیچے نہریں بہہ رھی
ھوں گی -- جب بھی ان کو کوئی پھل بطور رزق
ملے گا کہیں گے : یہ ھمیں پہلے بھی ملا تھا یا اسی
کے متشابہ ھمیں پہلے بھی دیا گیا تھا - اور ان کے لئے
پاکیزہ زوج ھوں گے اور یہ وھاں ھمیشہ رھیں گے
(25) بے شک اللہ اس پر نہیں شرماتا کہ وہ مثال
دیتا ھے مچھر یا اس سے بلند کسی چیز کی ، پس
جو مومن ھیں وہ جانتے ھیں کہ یہ ان کے رب کی
طرف سے حق ھے اور جنہوں نے کفر کیا وہ کہتے
ھیں اس مثال سے اللہ کا کیا مقصد ھے؟ وہ بہت
سوں کو گمراہ کرتا ھے اور بہت سوں کو ھدایت
دیتا ھے ، اور ان (مثالوں)سے گمراہ بد کردار ھی
ھوتے ھیں (26) جو پختہ عہد کرنے کے بعد اس
کو توڑتے ھیں اور جس کو جوڑنے کا اللہ نے حکم
دیا ھے اس کو کاٹتے ھیں اور زمین میں فساد کرتے
ھیں ، یہی نقصان اٹھانے والے ھیں (27)

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَذَا
الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ
مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (٢٥) إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ
يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ
أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ
اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ
بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ (٢٦) الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ
مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي
الْأَرْضِ أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (٢٧)

[تفسیر اٰیة25تا27]

تمام مخلوقات پیچیدہ زندگی کی حامل ہیں-اغلبا یہ کوئی مشرکانہ طنز و تنقید ہو گی کہ قرآن اس طرح کی معمولی مثالیں بیان کرتا ہے۔آیت میں جس طرح کلام کیا گیا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عرب کے مشرک و اہل کتاب یہ سمجھتے تھے کہ کیڑے مکوڑے،اور مکھیاں بیکار مخلوق ہیں-تاہم کیڑوں کے بارے میں جدید سائنسی تحقیقات نے اس کے بر عکس ثابت کیا اور ثابت ہوا ہے کہ ان کی تخلیق آسان نہیں ہے۔قرآن مجید میں کہیں بھی مچھر کی تمثیل بیان نہیں کی گئی ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے مکڑی کے جال کی کمزوری کی مثال دی-ایک سورت میں مکھی کی مثال دی کہ مکھی جھوٹے دیوتاؤں کو پیش کی جانے والی نیاز و پرساد میں سے کھانا لے جاتی ہے۔
قرآن نے ایمان داروں کے لیے جنت میں بہت سی نعمتیں بیان کی ہیں جن میں کھانا اور شریک حیات بھی شامل ہیں۔تاہم عیسائیوں کا خیال تھا کہ ہم بستری کرنا ایک شیطانی عمل ہے اور ان کے راہب اور پادری اس وجہ سے شادی نہیں کرتے۔یہودیوں اور عیسائیوں کے مطابق،آدم اور حوا کو باغ عدن میں رکھا گیا تھا جہاں وہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے تھے۔بائبل کے مطابق حوا کو آدم کی پسلی سے پیدا کیا گیا تھا۔لہٰذا وہ دونوں جسمانی طور پر جنت میں موجود تھے۔یسوع یا عیسیٰ کی شادی نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ اپنے مخالفین سے مسلسل تبلیغ و بحث میں مصروف رہے تھے۔مسیحیوں نے جنت میں جسمانی زندگی کو مسترد کر دیا۔انجیل میں یہ دعوی کیا گیا ہے کہ یسوع نے کہا
جب مرنے والے اٹھیں گے تو وہ نہ شادی کریں گے اور نہ ہی ان کی شادی کی جائے گی۔وہ آسمان کے فرشتوں کی طرح ہوں گے
متی22:30,لوقا27:20-38,مرقس18:12-27

اسلام میں یہ موجود ہے کہ جنت میں جسمانی نعمت کے ساتھ ساتھ اس میں روحانی جہت کی نعمت بھی ہو گی جو آسمان کی سب سے اہم نعمت رہے گی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جو لوگ عدن کے باغ میں ہوں گے ان کو اپنے رب کو دیکھنے سے کوئی نہیں روک سکتا سوائے حجاب عظمت کے جو اللہ کے چہرے پر ہے۔
جنت صالح لوگوں کے لئے رہنے جگہ ہو گی اور وہ وہاں وہ ایک خاندان کی طرح رہیں گے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں سو رہا تھا تو میں نے خود کو جنت میں دیکھا اور دیکھا کہ ایک عورت محل کے کنارے وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کے لیے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ عمر کے لیے

تم کیسے اللہ کا کفر کرتے ہو؟ جبکہ تم (حالت عدم میں) مردہ تھے، پھر اس نے تم کو زندگی دی، پھر تم کو موت دے گا ، پھر تم کو جی بخشے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے (28) وھی ھے جس نے تمہارے لئے سب کچھ زمین میں تخلیق کر دیا ، پھر آسمان کی طرف استواء کیا ، پس متناسب کیا سات آسمانوں کواور وہ ھر چیز کا علم رکھتا ھے (29)	كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (٢٨) هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (٢٩)

[تفسیر آیۃ28تا29]

سورہ المومنون میں ہے

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ

پھر یقینا تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو اور پھر قیامت کے دن تم (زندہ کرکے) اٹھائے جاؤ گے

سورہ المومن میں ہے

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ

کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب تونے واقعی ہمیں دو مرتبہ موت اور دو دفعہ زندگی دے دی اب ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ کیا اب یہاں جہنم سے نکلنے کی بھی کوئی سبیل ہے؟

بعض لوگوں نے عقیدہ اختیار کیا ہے کہ انسان زمینی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے- انسان کی روح واپس اس کے جسم میں عود کر جاتی ہے جبکہ قرآن میں اس کا ذکر نہیں اور اللہ تعالی نے صرف دو زندگیوں کا ذکر کیا ہے- اس حوالے ان فرقوں کی اساسی واصولی روایت مسند احمد: جلد ہشتم: حدیث نمبر 479 میں ہے:

براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصاری کے جنازے میں نکلے ہم قبر کے قریب پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھ گئے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کو کرید رہے تھے پھر سر اٹھا کر فرمایا اللہ سے عذاب قبر سے بچنے کے لئے پناہ مانگو، دو تین مرتبہ فرمایا- پھر فرمایا کہ بندہ مؤمن جب دنیا سے رخصتی اور سفر آخرت پر جانے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے آس پاس سے روشن چہروں والے ہوتے ہیں آتے ہیں ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی حنوط ہوتی ہے تا حد

نگاہ وہ بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے نفس مطمئنہ! اللہ کی مغفرت اور خوشنودی کی طرف نکل چل چنانچہ اس کی روح اس بہہ کر نکل جاتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ بہہ جاتا ہے ملک الموت اسے پکڑ لیتے ہیں اور دوسرے فرشتے پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس کی روح کو ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے بلکہ ان سے لے کر اسے اس کفن لپیٹ کر اس پر اپنی لائی ہوئی حنوط مل دیتے ہیں اور اس کے جسم سے ایسی خوشبو آتی ہے جیسے مشک کا ایک خوشگوار جھونکا جو زمین پر محسوس ہو سکے۔ پھر فرشتے اس روح کو لے کر اوپر چڑھ جاتے ہیں اور فرشتوں کے جس گروہ پر بھی ان کا گذر ہوتا ہے وہ گروہ پوچھتا ہے کہ یہ پاکیزہ روح کون ہے؟ وہ جواب میں اس کا وہ بہترین نام بتاتے ہیں جس سے دنیا میں لوگ اسے پکارتے تھے حتی کہ وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور دروازے کھلواتے ہیں جب دروازہ کھلتا ہے تو ہر آسمان کے فرشتے اس کی مشایعت کرتے ہیں اگلے آسمان تک اسے چھوڑ کر آتے ہیں اور اس طرح وہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کا نامہ اعمال ''علیین'' میں لکھ دو اور اسے واپس زمین کی طرف لے جاؤ کیونکہ میں نے اپنے بندوں کو زمین کی مٹی ہی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹاؤں گا اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔ چنانچہ اس کی روح جسم میں واپس لوٹا دی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا علم کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی، اس پر آسمان سے ایک منادی پکارتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دو چنانچہ اسے جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتیں ہیں اور تاحد نگاہ اس کی قبر وسیع کر دی جاتی ہے اور اس کے پاس ایک خوبصورت لباس اور انتہائی عمدہ خوشبو والا ایک آدمی آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تمہیں خوشخبری مبارک ہو یہ وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا وہ اس سے پوچھتا ہے کہ تم کون ہو؟ کہ تمہارا چہرہ ہی خیر کا پتہ دیتا ہے وہ جواب دیتا ہے کہ میں تمہارا نیک عمل ہوں اس پر وہ کہتا ہے کہ پروردگار! قیامت ابھی قائم کر دے تاکہ میں اپنے اہل خانہ اور مال میں واپس لوٹ جاؤں۔ اور جب کوئی کافر شخص دنیا سے رخصتی اور سفر آخرت پر جانے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے سیاہ چہروں والے فرشتے اتر کر آتے ہیں جن کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں وہ تاحد نگاہ بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے نفس خبیثہ! اللہ کی ناراضگی اور غصے کی طرف چل یہ سن کر اس کی روح جسم میں دوڑنے لگتی ہے اور ملک الموت اسے جسم سے اس طرح کھینچتے ہیں جیسے گیلی اون سے سیخ کھینچی جاتی ہے اور اسے پکڑ لیتے ہیں فرشتے ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی اسے ان کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے اور اس ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس سے مردار کی بدبو جیسا ایک ناخوشگوار اور بدبودار جھونکا آتا ہے۔ پھر وہ اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے ان کا گذر ہوتا ہے وہی گروہ کہتا ہے کہ یہ کیسی خبیث روح ہے؟ وہ اس کا دنیا میں لیا جانے والا بدترین نام بتاتے ہیں یہاں تک کہ اسے لے کر آسمان دنیا میں پہنچ جاتے ہیں۔ در کھلواتے ہیں لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی'' ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے تاوقتیکہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے'' اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا نامہ اعمال ''سجین'' میں سے نچلی زمین میں لکھ دو چنانچہ اس کی روح کو پھینک دیا جاتا ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے آسمان سے گر پڑا پھر اسے پرندے اچک لیں یا ہوا اسے دور دراز کی جگہ میں لے جا ڈالے۔'' پھر اس کی روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ہائے افسوس! مجھے

کچھ پتہ نہیں، وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے ؟ وہ پھر وہی جواب دیتا ہے وہ پوچھتے ہیں کہ وہ کون شخص تھا جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا؟ وہ پھر وہی جواب دیتا ہے اور آسمان سے ایک منادی پکارتا ہے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے، اس کے لئے آگ کا بستر بچھا دو اور جہنم کا ایک دروازہ اس کے لئے کھول دو چنانچہ وہاں کی گرمی اور لو اسے پہنچنے لگتی ہے اور اس پر قبر تنگ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں پھر اس کے پاس ایک بدصورت آدمی گندے کپڑے پہن کر آتا ہے جس سے بدبو آ رہی ہوتی ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تجھے خوشخبری مبارک ہو یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ پوچھتا ہے کہ تو کون ہے ؟ کہ تیرے چہرے ہی سے شر کی خبر معلوم ہوتی ہے وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا گندہ عمل ہوں تو اللہ کی اطاعت کے کاموں میں سست اور اس کی نافرمانی کے کاموں میں چست تھا لہٰذا اللہ نے تجھے برا بدلہ دیا ہے پھر اس پر ایک ایسے فرشتے کو مسلط کر دیا جاتا ہے جو اندھا، گونگا اور بہرا ہو اس کے ہاتھ میں اتنا بڑا گرز ہوتا ہے کہ اگر کسی پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی ہو جائے اور وہ اس گرز سے اسے ایک ضرب لگاتا ہے اور وہ ریزہ ریزہ جاتا ہے پھر اللہ اسے پہلے والی حالت پر لوٹا دیتا ہے پھر وہ اسے ایک اور ضرب لگاتا ہے جس سے وہ اتنی زور سے چیخ مارتا ہے کہ جن وانس کے علاوہ ساری مخلوق اسے سنتی ہے پھر اس کے لئے جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور آگ کا فرش بچھا دیا جاتا ہے

اس کی سند میں المنهال بن عمرو اور زاذان کا تفرد ہے

محدثین اس روایت کو رد کر چکے ہیں امام مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ إِسْحَاقَ النَّيْسَابُورِيُّ، أبو أحمد الحاكم، زاذان کے لئے کہتے ہیں ان (محدثین) کے نزدیک مظبوط نہیں

امام جوزجانی اس روایت کے راوی المنهال کے لئے کہتے ہیں :- سيء المذهب (بدمذهب)

الذھبی کتاب تاریخ الاسلام میں منهال کے لئے لکھتے ہیں

قلت: تفرد بحديث منكر ونكير عن زاذان عن البراء

میں کہتا ہوں: منكر نكير والی حدیث جو زاذان عن البراء سے ہے اس میں اس کا تفرد ہے

ذھبی کتاب سير لاعلم النبلاء میں منهال کے لئے لکھتے ہیں

حَدِيثُهُ فِي شَأْنِ القَبْرِ بِطُوْلِهِ فِيْهِ نَكَارَةٌ وَغَرَابَةٌ

المنهال بن عمرو کی قبر کے بارے میں طویل روایت میں نکارت اور غرابت ہے [1] صحیح ابن حبان میں امام ابن حبان کا قول ہے کہ اس عود روح والی روایت کی سند منقطع ہے، کہتے ہیں

وزاذان لم يسمعه من البراء   اور زاذان نے البراء سے نہیں سنا

یہ روایت ایک اور سند سے بھی ہے اور اس میں بھی علت ہے، ابن حبان اس کو بھی رد کرتے ہیں کہتے ہیں

خبر الأعمش عن المنهال بن عمرو عن زاذان عن البراء سمعه الأعمش عن الحسن بن عمارة عن المنهال بن عمرو

الأعمش کی خبر، المنهال بن عمرو عن زاذان عن البراء سے اصل میں الأعمش عن الحسن بن عمارة عن المنهال بن عمرو سے ہے

جامع التحصيل میں صلاح الدين أبو سعيد خليل بن كيكلدي بن عبد الله الدمشقي العلائي (المتوفى: 761ھ) لکھتے ہیں کہ

---

[1] تفرد کا مطلب ہے کہ راوی ، اس مخصوص روایت کو بیان کرنے میں منفرد ہے اور اس روایت کو اسی متن سے کسی نے نقل نہیں کیا - غریب کا مطلب ہے کہ روایت انوکھی ہے یعنی اس متن کو کوئی اور بیان نہیں کرتا- نکارت کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ یہ روایت اب دلیل نہیں ہے چاہے راوی ثقہ ھی کیوں نہ ہو-

قلت وهذا لا يتم إلا بعد ثبوت أن من دلس من التابعين لم يكن يدلس إلا عن ثقة وفيه عسر وهذا الأعمش من التابعين وتراه دلس عن الحسن بن عمارة وهو يعرف ضعفه

یہ بات کہ التابعين صرف ثقہ سے تدلیس کرتے تھے بلا ثبوت ہے اس میں مشکل یہ ہے یہ الأعمش ہے جو التابعین میں سے ہے لیکن الحسن بن عمارة سے جو ضعیف ہے تدلیس کرتا ہے

ابن حزم الأندلسي القرطبي الظاهري (المتوفى: 456هـ) اپنی کتاب المحلى بالآثار میں لکھتے ہیں کہ

وَلَمْ يَرْوِ أَحَدٌ أَنَّ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ رَدَّ الرُّوحِ إلَى الْجَسَدِ إلَّا الْمِنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو، وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ

اور کسی نے یہ روایت نہیں کیا کہ عذاب القبر میں روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے سوائے الْمِنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو کے اور وہ قوی نہیں

اپنی دوسری کتاب الفصل في الملل والأهواء والنحل میں لکھتے ہیں کہ

لِأَن فتْنَة الْقَبْر وعذابه وَالْمَسْأَلَة إِنَّمَا هِيَ للروح فَقَط بعد فِرَاقه للجسد إِثْر ذَلِك قبر أَو لم يقبر

بے شک فتنہ قبر اور عذاب اور سوال فقط روح سے ہوتا ہے جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد چاہے اس کو قبر ملے یا نہ ملے

اس طرح اس روح لوٹائے جانے والی روایت کو متعدد محدثین رد کر چکے ہیں — افسوس بعض لوگوں نے اس سلسلے میں تحقیق نہیں کی اور اس روایت کا دفاع کرنے کے دیگر اسناد بھی پیش کی ہیں مثلا ابن قیم نے اس روایت کو ثابت کرنے کے لئے کہا أَنَّ ابْن مَنْدَهْ رَوَاهُ عَنْ الْأَصَمِّ حَدَّثَنَا الصَّنْعَانِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو النَّضْرِ عِيسَى بْنُ الْمُسَيِّبِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ الْبَرَاءِ — فَذَكَرَهُ. فَهَذَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَدْ تَابَعَ زَاذَان

عود روح والی روایت کی ایک اور سند بھی ہے جس میں عیسی بن المسیب ہے-

راقم کہتا ہے یہ روایت اس سند سے بھی ضعیف ہے، عیسی بن المسیب کی وجہ سے- اس کو امام ابن معین، وأبو زرعة والنسائي والدار قطني اور دیگر نے ضعیف کہا ہے جیسا کہ ذھبی کی المیزان میں ہے اور العقيلي کہتے ہیں اس کی متابعت اسی کے جیسے ہی کرتے ہیں [1]

---

[1] حاملین عقیدہ عود روح اسی طرح ایک دوسری روایت پیش کرتے ہیں - مستدرک حاکم کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الصَّغَانِيُّ، ثنا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم نے ارشاد فرمایا : جب لوگ میت کو دفن کر کے واپس پلٹتے ہیں تو میت ان کے قدموں کی آہٹ سنتی ہے پھر اگر وہ مومن ہو تو نماز اس کے سر کی جانب اور روزہ دائیں جانب اور زکوۃ بائیں جانب اور دیگر نیک کام یعنی صدقہ ، نوافل ، صلہ رحمی اور دیگر نیکیاں اور حسن سلوک اس کے پاؤں کی جانب آ جاتی ہیں پھر اس کے سر کی طرف سے (قبر میں) کوئی (تکلیف دہ) چیز آنا چاہتی ہے تو نماز کہتی ہے : میری طرف سے کوئی راستہ نہیں ہے ۔ پھر وہ دائیں طرف سے آتی ہے تو روزہ کہتا ہے : میری طرف سے کوئی راستہ نہیں ہے ۔ پھر وہ بائیں جانب سے آتی ہے تو زکوۃ کہتی ہے : میری طرف سے کوئی راستہ نہیں ہے ۔ پھر اس کو کہا جاتا ہے : اٹھ کر بیٹھو ۔ تو وہ اٹھ جاتا ہے اور اس کو سورج یوں محسوس ہوتا ہے جیسا غروب ہونے کے قریب ہو ، پھر اس کو کہا جاتا ہے : تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا تھا ؟ جو تمہارے اندر موجود تھے اور تو ان کے بارے میں کیا گواھی دیتا ؟ وہ کہے گا مجھے چھوڑ دو تا کہ میں نماز پڑھ لوں ۔ وہ کہیں گے : تو یہ کام تھوڑی دیر بعد کر لینا ، ھمیں ھمارے سوال کا جواب دو ، وہ کہے گا : تم مجھ سے کیا سوال کر رہے ہو ؟ وہ کہیں گے : ہم نے جو تم سے سوال کیا ہے اس کا جواب دو ۔ وہ کہے گا : مجھے چھوڑو مجھے ابھی نماز پڑھنی ہے ، وہ کہیں گے : نماز بعد میں پڑھ لینا پہلے ہمارے سوال

کا جواب دو ، وہ کہے گا : پوچھو کیا پوچھتے ہو ، وہ کہیں گے : تو ہمیں بتا کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے جو تمہارے اندر تھے اور تو ان کے بارے میں کیا گواھی دیتا ہے جو تمہارے اندر تھے ، وہ کہے گا : وہ محمد ھیں ۔ میں گواھی دیتا ھوں کہ وہ اللہ کے بندے ھیں اور وہ اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے ، اس کو کہا جائے گا : تو اسی نظریے پر زندہ رہا ، اسی پر تجھے موت آئی اور ان شاء اللہ ! اسی پر تو قیامت میں اٹھایا جائے گا ، پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف سے ایک دروازہ کھولا جائے گا اگر تو نافرمان ہوتا (تو یہ تیرا مقام ھوتا) تو اپنے اس مقام کو اور اس میں جو کچھ اللہ نے تیار کر رکھا ہے اس کو دیکھ لے ، تو اس کی خوشی اور مسرت بڑھ جائے گی پھر جب وہ اس کو دیکھ لے گا تو اس کی خوشی میں اور اضافہ ہو جائے گا اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول :" يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، وَفِي الْآخِرَةِ، وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ " اللہ تعالیٰ اھل ایمان کو قول ابت کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ثابت قدمی عطا فرمائے گا اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ وھی کرتا ہے جو چاھتا ہے (راوی کہتے ھیں کہ ابوالحکم کی ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت میں یوں ہے) پھر اس کو کہا جائے گا : تو اس دلہن کی طرح سو جا جس کو صرف وھی شخص بیدار کرتا ہے جو اس کے تمام رشتہ داروں سے زیادہ عزیز ہے ۔ (ان الفاظ کے بعد دوبارہ اسی حدیث کی طرف آئے جو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے) ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ھیں : رسول اللہ نے ارشاد فرمایا : اگر وہ شخص کافر ھو گا تو کوئی چیز (یعنی کوئی تکلیف دہ چیز) اس کے سر کی جانب سے آئے گی تو اس کی جانب کوئی رکاوٹ نہیں ھو گی ، دائیں جانب سے آئے گی تو وھاں بھی کوئی رکاوٹ نہیں ھو گی پھر بائیں سے آئے گی تو بھی کوئی رکاوٹ نہیں ھو گی پھر قدموں کی طرف سے آئے گی تو وھاں بھی کوئی رکاوٹ نہیں ھو گی ۔ اس کو کہا جائے گا : اٹھ کر بیٹھو ، وہ مرعوب اور خوفزدہ ھو کر بیٹھے گا ۔ اس کو کہا جائے گا : تو اس شخص کے بارے میں بتا ، جو تمہارے اندر مبعوث ھوئے ، اس کو کچھ سمجھ نہیں آئے گی ، وہ کہیں گے : محمد ۔ وہ کہے گا : میں لوگوں کو کچھ کہتے ھوئے سنا کرتا تھا جو کچھ وہ کہتے تھے ، میں بھی وہ ھی کہا کرتا تھا ۔ وہ کہیں گے : تو اسی پر زندہ رہا اور اسی پر مرا ہے اور ان شاء اللہ اسی پر قیامت کے دن اٹھایا جائے گا ۔ پھر اس کے لیے (قبر میں) جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھولا جائے گا اور اس کو کہا جائے گا اگر تو اطاعت گزار ھوتا تو دیکھ یہ تیری منزل ھوتی اور یہ سب کچھ جو اللہ نے تیار کر رکھا ہے ، تیرے لیے ھوتا ۔ اس کی حسرت و یاس بڑھ جائے گی ۔ (رسول اللہ نے فرمایا :) پھر اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جائے گی کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ کر ایک دوسرے میں پیوست ھو جائیں گی ۔ اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول " فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا، وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى " بے شک اس کے لیے زندگی تنگ ہے اور ھم قیامت کے دن اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے

یہ روایت بھی ضعیف ہے - جوزجانی احوال الرجل میں کہتے ھیں

محمد بن عمرو بن علقمة ليس بقوي الحديث ويشتهى حديثه

محمد بن عمرو بن علقمة حدیث میں قوی نہیں اور ان کی حدیث پسند کی جاتی ہے

ابن ابی خیثمہ کتاب تاریخ الکبیر میں لکھتے ھیں کہ يَحْيَى بن معين کہتے ھیں

لم يزل الناس يتقون حديث مُحَمَّد بن عَمْرو [ق/142/ب] قيل له: وما علة ذلك؟ قَالَ: كان مُحَمَّد بن عَمْرو يحدث مرة عن أبي سلمة بالشيء رأيه، ثم يحدّث به مرة أخرى عن أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

لوگ مسلسل مُحَمَّد بن عَمْرو کی روایت سے بچتے رہے .. پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہا مُحَمَّد بن عَمْرو کبھی روایت ابی سلمہ سے بیان کرتے اور کبھی ابی سلمہ عن ابی ھریرہ سے

علي بن الْمَدِينِيّ کہتے ھیں

سألت يَحْيَى بن سعيد، عن مُحَمَّد بن عمرو، وكيف هو؟ قَالَ: تريد العفو أو تشدد؟ قلت: بل أشدد، قَالَ: ليس هو ممن تُريد

يَحْيَى بن سعيد سے مُحَّد بن عمرو کے بارے میں سوال ہوا کہ کیسا ہے بولے نرمی والی بات ہے یا سختی والی بولے نہیں سختی والی یہ وہ نہیں جو تم کو چاھیے

ذھبی اپنی کتاب تاریخ الاسلام میں لکھتے ھیں

قُلْتُ: صَدَقَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ لَيْسَ هو مثل يحيى بْنِ سَعِيدٍ الأَنْصَارِيِّ، وَحَدِيثُهُ صَالِحٌ.

ذھبی کہتے ھیں: يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سچ کہتے ھیں اور یہ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الانصاری جیسا نہیں اس کی حدیث صالح ہے

محمد بن عمرو بن علقمة بن وقاص الليثي أبو عبد الله، ويقال أبو الحسن المدني، ت 144 أو 145 هـ. سئل يحيى بن معين عنه فقال: "مازال الناس يتقون حديثه. قيل له وما علة ذلك؟ قال: كان محمد بن عمرو يحدث مرة عن أبي سلمة بالشيء رأيه ثم يحدث به مرة أخرى، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة

امام ابن معین نے کہا لوگ محمد بن عمرو کی روایات سے بچتے تھے ، پوچھا اس کی وجہ کیا تھی ؟ بولے محمد بن عمرو ایک مرتبہ روایت کو ابو سلمہ تک لے جاتا ، پھر بعد میں اس کو ابو ھریرہ تک

یہاں بھی سند ابو سلمہ سے ہے اور ابو ھریرہ تک جا رہی ہے لہذا ھم روایت کو عقیدے میں نہیں لیتے

ابن جوزی نے اس راوی کا ترجمہ الضعفاء والمتروکون میں قائم کیا ہے

امام احمد کا کہنا ہے محمد بن عمرو مضطرب الحديث. "مسائل ابن هانئ" (2330).

قال أحمد: لم يرو شعبة عن محمد بن عمرو إلا حديثًا واحدًا. امام شعبة نے اس کی صرف ایک روایت لی

بخاری نے اصول میں کوئی بھی روایت محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابو ھریرہ کی سند سے بیان نہیں کیں بلکہ شاھد کے طور پر صرف دو جگہ بَابُ جَهْرِ المَأْمُومِ بِالتَّأْمِينِ اور بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا [النساء: 125] میں صرف سند دی ہے۔ امام مسلم نے بھی شاھد کے طور پر بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِينِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ میں ان کی سند پیش کی ہے نہ کہ مکمل روایت۔ لہذا بخاری و مسلم کا اصول ہے کہ ان کی روایت شاھد کے طور پر غیر عقیدہ میں پیش کی جا سکتی ہے

ان کی دلیلوں میں تیسری روایت، مسند احمد و ابن ماجہ کی روایت ہے

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: " إِنَّ الْمَيِّتَ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ، فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، قَالُوا: اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ، اخْرُجِي حَمِيدَةً، وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ، وَرَيْحَانٍ، وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ "، قَالَ: " فَلَا يَزَالُ يُقَالُ ذَلِكَ حَتَّى تَخْرُجَ، ثُمَّ يُعْرَجَ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَيُسْتَفْتَحُ لَهَا، فَيُقَالُ: مَنْ هَذَا؟ فَيُقَالُ: فُلَانٌ، فَيَقُولُونَ: مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ، ادْخُلِي حَمِيدَةً، وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ، وَرَيْحَانٍ، وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ " قَالَ: " فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا حَتَّى يُنْتَهَى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ السَّوْءُ، قَالُوا: اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيثِ، اخْرُجِي ذَمِيمَةً، وَأَبْشِرِي بِحَمِيمٍ وَغَسَّاقٍ، وَآخَرَ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٍ، فَلَا تَزَالُ تَخْرُجُ، ثُمَّ يُعْرَجَ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَيُسْتَفْتَحُ لَهَا، فَيُقَالُ: مَنْ هَذَا؟ فَيُقَالُ: فُلَانٌ، فَيُقَالُ: لَا مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الْخَبِيثَةِ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيثِ، ارْجِعِي ذَمِيمَةً، فَإِنَّهُ لَا يُفْتَحُ لَكِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، فَتُرْسَلُ مِنَ السَّمَاءِ، ثُمَّ تَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ، فَيَجْلِسُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، فَيُقَالُ لَهُ: مِثْلُ مَا قِيلَ لَهُ فِي الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ، وَيُجْلَسُ الرَّجُلُ السَّوْءُ

اس روایت کا بقیہ حصہ ابن مآجہ بَابُ ذِكْرِ الْقَبْرِ وَالْبِلَى میں بیان ہوا ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ يَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ، فَيُجْلَسُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فِي قَبْرِهِ، غَيْرَ فَزِعٍ، وَلَا مَشْعُوفٍ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: فِيمَ كُنْتَ؟ فَيَقُولُ: كُنْتُ فِي الْإِسْلَامِ، فَيُقَالُ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَصَدَّقْنَاهُ، فَيُقَالُ لَهُ: هَلْ رَأَيْتَ اللَّهَ؟ فَيَقُولُ: مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَرَى اللَّهَ، فَيُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ، فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلَى مَا وَقَاكَ اللَّهُ، ثُمَّ يُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ الْجَنَّةِ، فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا، وَمَا فِيهَا، فَيُقَالُ لَهُ: هَذَا مَقْعَدُكَ، وَيُقَالُ لَهُ: عَلَى الْيَقِينِ كُنْتَ، وَعَلَيْهِ مُتَّ، وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ، وَيُجْلَسُ الرَّجُلُ السُّوءُ فِي قَبْرِهِ، فَزِعًا مَشْعُوفًا، فَيُقَالُ لَهُ: فِيمَ كُنْتَ؟ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، فَيُقَالُ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ؟ فَيَقُولُ: سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ قَوْلًا، فَقُلْتُهُ، فَيُفْرَجُ لَهُ قِبَلَ الْجَنَّةِ، فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا، فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلَى مَا صَرَفَ اللَّهُ عَنْكَ، ثُمَّ يُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ، فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا، يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَيُقَالُ لَهُ: هَذَا مَقْعَدُكَ، عَلَى الشَّكِّ كُنْتَ، وَعَلَيْهِ مُتَّ، وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى
اس کی سندوں میں اضطراب ہے -

کتاب اخبار الدجال از عبد الغني بن عبد الواحد بن علي بن سرور المقدسي الجماعيلي الدمشقي الحنبلي، أبو محمد، تقي الدين (المتوفى: 600هـ) سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہے

قال محمد بن عمرو فحدثني سعيد بن معاذ عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إن الميت تحضره الملائكة فإذا كان الرجل الصالح قالوا اخرجي أيتها النفس الطيبة كانت في الجسد الطيب واخرجي حميدة وأبشري بروح وريحان ولا يزال يقال لها ذلك حتى تخرج ثم يعرج بها إلى السماء فيستفتح له فيقال من هذا فيقال فلان فيقال مرحبا بالنفس الطيبة كانت في الجسد الطيب ادخلي حميدة وأبشري بروح وريحان ورب غير غضبان فلا يزال يقال لها ذلك حتى ينتهى بها إلى السماء التي فيها الله عز وجل وتعالى فإذا كان الرجل السوء قالوا اخرجي أيتها النفس الخبيثة كانت في الجسد الخبيث اخرجي منه ذميمة وأبشري بحميم وغساق وآخر من شكله أزواج فلا يزال يقال لها ذلك حتى تخرج ثم يعرج بها إلى السماء فيستفتح لها فيقال من هذا فيقال فلان فيقال لا [ص:84] مرحبا بالنفس الخبيثة التي كانت في الجسد الخبيث ارجعي ذميمة فإنه لا تفتح لك أبواب السماء فيرسل من السماء ثم يصير إلى القبر فيجلس الرجل الصالح
مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ نے اس کو کسی سعید بن معاذ سے سنا تھا نہ کہ سعید بن یسار سے

سعید بن معاذ ایک مجہول راوی ہے

کتاب جمع الجوامع المعروف بـ «الجامع الكبير» از سیوطی کے مطابق یہ سعید بن مینا ہے نہ کہ سعید بن یسار

ابن ماجه في الزهد عن أبي بكر بن أبي شيبة عن شبابة عن ابن أبي ذئب عن محمد بن عمرو بن عطاء عن سعيد بن ميناءَ عن أبي هريرة مرفوعًا) (1).

العلل دارقطنی میں ہے

فَرَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، فَقَالَ: عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَوَهِمَ فِي ذَلِكَ

مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ نے اس متن کو سعید بن مسیب سے بھی روایت کیا ہے

دارقطنی کا خیال ہے کہ یہ غلطی ابراهيم بن عبد السلام نے کی ہے - جبکہ راقم کی تحقیق سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ نام بدلنا ایک سند میں نہیں بہت سی سندوں میں ہے

اغلبا مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ کو یاد نہیں رہا کہ اس نے کس سعید سے سنا اور اس نے چار الگ الگ نام روایات میں بیان کر دیے

ان شبہات کی موجودگی میں اس سند کو بھی صحیح نہیں سمجھا جا سکتا

عقیدہ رجعت : قرن اول میں امت میں ایک عقیدہ پھیلایا گیا جس کو عقیدہ الرجعة یا رجعت کہا جاتا ہے - اس عقیدے کے اهل سنت انکاری ہیں اور شیعہ اقراری ہیں- عقیدہ الرجعة کیا ہے کتب شیعہ سے سمجھتے ہیں

سورہ البقرہ کی آیت ألم تر إلى الذين خرجوا من ديارهم وهم ألوف حذر الموت فقال لهم الله موتوا ثم أحياهم إن الله لذو فضل على الناس ولكن أكثر الناس لا يشكرون(243) پر بحث کرتے ہوئے شیعہ عالم أبي جعفر محمد بن الحسن الطوسي المتوفى 460 ھ تفسير التبيان في تفسير القرآن میں لکھتے ہیں

اور اس آیت میں دلیل ہے اس پر جو عذاب قبر کا اور رجعت کا انکار کرے کیونکہ قبر میں زندہ ہونا اور رجعت میں ان کی مثل ہے جن (کا ذکر آیت میں ہے جن کو) کو عبرت کے لئے زندہ کیا گیا في الآية دليل على أن الرجعة إلى دار الدنيا جائزة لاقوام مخصوصين
اور اس آیت میں دلیل ہے کہ دار دنیا میں مخصوص اقوام کی رجعت جائز ہے

آیت فرحين بما آتاهم الله من فضله ويستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم من خلفهم ألا خوف عليهم ولاهم يحزنون(170) کی تفسیر میں أبي على الفضل بن الحسن الطبرسي المتوفى 548 ھ لکھتے ہیں

و استدل قوم من أصحابنا بهذه الآية على جواز الرجعة و قول من قال إن الرجعة لا تجوز إلا في زمن النبي (صلى الله عليه وآله وسلّم) ليكون معجزا له و دلالة على نبوته باطل لأن عندنا بل عند أكثر الأمة يجوز إظهار المعجزات على أيدي الأئمة و الأولياء و الأدلة على ذلك مذكورة في كتب الأصول

اور ہمارے اصحاب کی ایک قوم نے اس آیت سے استدلال کیا ہے رجعت کے جواز پر اور کہا کہ جس نے کہا رجعت جائز نہیں ہے سوائے دور نبوی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے کہ وہ معجزہ ہوتا ان کی نبوت کی دلیل پر تو یہ باطل قول ہے کیونکہ ہمارے اکثر ائمہ اور اولیاء کے ہاتھ پر معجزات کا ظہور جائز ہے جس پر دلائل مذکورہ کتب اصول میں موجود ہیں

ائمہ شیعہ کے مطابق الرجعة کا ایک خاص وقت ہے جس کا انکار لوگوں نے کیا کیونکہ وہ اس کی تاویل تک نہیں پہنچ سکے
قرآن کی آیت ربنا أمتنا اثنتين وأحييتنا اثنتين وہ کہیں گے اے رب ہم کو دو بار زندہ کیا گیا اور دو بار موت دی گئی پر بھی اهل سنت اور اهل تشیع کا اختلاف ہے - اهل سنت اس کو عموم کہتے ہیں جبکہ اهل تشیع اس کو خاص - اهل سنت کے مطابق تمام لوگوں کو دو زندگیاں اور دو موتیں ملیں ہیں اور اهل تشیع کے مطابق صرف ان دشمنان اهل بیت کو ملی ہیں جن کے گناہوں کا عذاب ان کو دنیا میں نہیں ملا اور مر گئے لہذا ان کو زندہ کیا جائے گا اسی طرح اهل بیت کو بھی قیامت سے قبل زندہ کیا جائے گا

تفسیر نور ثقلین از عبد علی بن جمعة العروسی الحویزی المتوفی 1112 ھ کے مطابق

وقال على بن ابراهيم رحمه الله في قوله عزوجل : ربنا أمتنا اثنتين و أحييتنا اثنتين إلى قوله من سبيل قال الصادق عليه السلام : ذلك في الرجعة على بن ابراهيم نے کہا اللہ کا قول ربنا أمتنا اثنتين و أحييتنا اثنتين تو اس پر امام جعفر نے کہا یہ رجعت سے متعلق ہے

اهل تشیع میں یہ عقیدہ اصلا ابن سبا سے آیا- یہود بھی رجعت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کے مطابق مسیح آ کر مردوں کو زندہ کرے گا اس کی دلیل بائبل کی کتاب یسعیاہ باب ۲۶ آیت ۱۹ ہے

Your dead shall live; their bodies shall rise.
You who dwell in the dust, awake and sing for joy
For your dew is a dew of light,
and the earth will give birth to the dead.

تمہارے مردے جی اٹھیں گے ان کے اجسام زندہ ہوں گے

تم وہ جو خاک میں ہو اٹھو اور گیت گاؤ
کیونکہ تمہاری اوس، روشنی کی شبنم ہے
اور زمین مردہ کو جنم دے گی

حزقی ایل کی کتاب میں رجعت کا ذکر ہے کہ یہود کو کس طرح جی بخشا جائے گا

Behold I will open your graves and raise you from your graves, My people; and I will bring you into the Land of Israel. You shall know that I am God when I open your graves and when I revive you from your graves, My people. I shall put My spirit into you and you will live, and I will place you upon your land, and you will know that I, God, have spoken and done, says God.” (Ezekiel 37:12-14)

خبردار میں تمہاری قبریں کھول دوں گا اور تم کو جی بخشوں گا میرے لوگ! اور میں تم کو ارض مقدس لاؤں گا
تم جان لو گے کہ میں ہی اللہ ہوں میں قبروں کو کھولوں گا
آور تم کو ان میں سے اٹھاؤں گا میرے لوگ ! میں اپنی روح تم میں ڈالوں گا
اور تم زندہ ہو گے اور میں تم کو تمہاری زمین پر رکھوں گا اور تم جان لو گے کہ میں رب نے جو کہا پورا کیا

ان آیات کی بنیاد پر یہود کہتے ہیں کہ مسیح مردوں کو بھی زندہ کرے گا اور یہی عقیدہ اهل تشیع کا بھی ہے جس کی قلمیں قرانی آیات میں لگائی گئیں تا کہ اس عقیدہ کو ایک اسلامی عقیدہ ثابت کیا جا سکے
قرآن میں ان آیات کو خاص نہیں کیا گیا بلکہ ایک عمومی اصول بیان کیا گیا ہے کہ مرنے کے بعد اس دنیا میں کوئی واپس نہیں آ سکتا- اس حوالے سے باطل عقائد رکھنے والوں اهل سنت کے فرقوں نے کہا کہ کیوں نہیں آ سکتا ؟ قرآن میں مثالیں موجود ہیں مثلا قوم موسی کے ایک گروہ کو زندہ کیا گیا یا عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا - عود روح کے عقیدے کے حوالے سے راقم کہتا ہے کہ قیامت کے دن زندہ ہونا سب پر عام ہے اور اصول جب بنتا ہے تو عام پر بنتا ہے ، خاص واقعات و معجزات پر اصول نہیں بنایا جاتا - لہذا مردے کا کسی معجزہ میں زندہ ہونا صرف انبیاء کے ادوار میں ممکن تھا وہ بھی ان کے کسی معجزہ کے تحت - اب چونکہ آخری نبی و رسول محمد عربی کی بعثت ہو چکی ہے یہ اب ممکن نہیں ہے -

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (٣٠)

اور جب تمھارے رب نے فرشتوں سے کہا : میں زمین میں ایک خلیفہ کروں گا - فرشتوں نے کہا : کیا آپ زمین میں اس کو خلیفہ کرنا چاھتے ھیں جو فساد پھیلائے اور خون بہائے ، اور ھم آپ کی حمد و تسبیح کرتے اور آپ کی تقدیس و پاکی بیان کرتے ھیں- (اللہ نے) کہا : میں جو علم رکھتا ، وہ تم نہیں جانتے- (30)

[تفسیر آیۃ30]

لفظ خلیفہ عربی میں مختلف معنی رکھتا ہے۔انسانوں میں اس کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب کوئی استعفیٰ دے دیتا ہے یا مر جاتا ہے اور اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے ایک نیا شخص، جانشین مقرر کیا جاتا ہے۔لہذا اس تناظر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول اللہ کہا جاتا ہے کہ ان کا انتخاب مسلمانوں نے بعد وفات النبی کیا اور چونکہ وہ سنت رسول پر عمل پیرا تھے وہ خلیفہ رسول کہلائے اور اسی طرح باقی خلفاء،ایک کے بعد دوسرے کے جانشین ہوئے۔

لفظ خلیفہ کا ترجمہ بطور نائب الہ غلط ہے کیونکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی حاکم یا حکمران کی طرف سے تفویض کردہ اختیارات استعمال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات انسانوں کو تفویض نہیں کیے۔-لہذا آیت میں خلیفہ کا لفظ نائب کے معنی کے ساتھ استعمال نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ تمام کائنات اب بھی اللہ ہی چلا رہا ہے-سیاروں کی گردش، سمندر اور ہواؤں کی نقل و حرکت، فصلوں اور پودوں کی افزائش اور اس میں تخلیق کے لئے رزق کے ذرائع سب اللہ تعالی کے کنٹرول میں ہے-تاہم انسان آزاد ہے کہ جنگ و فساد (انتشار یا بد عنوانی) کرے، جھوٹے ادیان ایجاد کرے اور ابتدائے آفرینش کے دن طے شدہ ازدواجی، سماجی اور اخلاقی اقدار کو ختم کر کے کرہ ارض کو تباہ کرے-اسی انسانی آزادی کو ذہن میں رکھتے ہوئے فرشتوں نے کہا کہ یہ مخلوق تو کشت و خون کرے گی عبادت کے لئے تو ہم کافی ہیں—

غور طلب ہے کہ جنات،انسان سے پہلے سے زمین پر موجود تھے اور وہ آزادی و خود مرضی کے ساتھ پہلی مخلوق تھے۔ یہاں تک کہ وہ آسمان پر پرواز بھی کر سکتے ہیں-اسی طرح انسان اس زمین پر آرہا تھا جو آزادی والی دوسری مخلوق تھا-اس تناظر میں لفظ خلیفہ سے مراد یہ ہے کہ جنات کے بعد انسان کو زمین میں آباد کیا جائے گا-

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تقسیم کیا۔آسمانوں میں اللہ کی مرضی کو فرشتوں کے ذریعے مکمل طور پر نافذ کیا جاتا ہے لیکن اس نے فیصلہ کیا کہ زمین پر اس کی دو آزاد مرضی والی مخلوقات آباد ہوں گی۔ایک جن اور دوسرا انسان۔چونکہ دونوں قسم کی تخلیقات میں مرضی کی آزادی ہے، لہذا وہ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ کیا پسند کرتے ہیں۔اس فیصلے کی بنیاد پر کچھ صراط مستقیم پر ہوں گے اور کچھ اس سے بھٹک جائیں گے۔اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانوں میں سے رسولوں کا انتخاب کیا ہے جو دونوں مخلوقات کی رہنمائی کرتے ہیں-

انجیل میں اسی بات کو آسمان کی بادشاہی کے طور پر بیان کیا گیا ہے اور دعاؤں میں عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ہے کہ ''اے مالک تیری بادشاہی آئے- تیری مرضی پوری ہو، زمین پر اسی طرح جیسے آسمان میں ہے''(متی 6:10)یعنی انسان اللہ کے حکم کے مطابق زمین پر کام کرے جیسا کہ آسمان میں اللہ کی رضا کی پیروی کی جاتی ہے۔

اللہ تعالی نے جنات کو انسانوں سے قبل اپنی عبادت کے لئے خلق کیا

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

اُور ھم نے جن وانس کو صرف عبادت کے لئے تخلیق کیا

اور ان جنات کو آگ سے بنایا گیا

والجان خلقناه من قبل من نار السموم

اور جنات کو اس سے قبل ہم نے آگ کی لپیٹ سے خلق کیا

ان جنات میں اللہ تعالی کے عبادت گزار، متقین تھے– یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک جن نہیں جنوں کی ایک کثیر تعداد آدم علیہ السلام سے پہلے خلق ہو چکی تھی- یہاں تک کہ ان جنوں میں سے ایک جن کو زعم باطل ہوا کہ وہ اللہ تعالی کو سب سے محبوب ہے– یہ جن اپنے آپ کو ملائکہ سے بھی بہتر سمجھتا اور اپنے عنصر تخلیق اگ پر ناز کرتا تھا– اللہ تعالی نے فرشتوں کو خبر دی کہ وہ زمین پر ایک خلیفہ مقرر کرے گا یعنی اس کو آزمائشی آزادی دے گا کہ وہاں زمین پر انسان اپنا حکم بھی چلا سکتا ہے– فرشتے جو کوئی خود اختیار نہیں رکھتے تھے لیکن علم والے تھے انہوں نے کہا کہ اگر یہ مخلوق خلیفہ مقرر کی گئی تو زمین پر خون وفساد ہو گا کیونکہ یہ اس آزادی کا غلط استعمال کر سکتے ہیں، یقینا یہ مخلوق ایک دوسرے سے لڑے گے- فرشتوں نے اللہ تعالی سے عرض کیا کہ مالک آپ کے لئے تو ہم عبادت کر ہی رہے ہیں– ایک دوسری مخلوق عبادت کی بجائے آزادی پر قتل وغارت کی طرف چلی جائے گی– اس کی حکمت تک ہم نہیں پہنچ پا رہے- فرشتوں کے اس اشکال کا اللہ کو علم تھا اور اللہ تعالی نے کہا میں نے تم فرشتوں کو جتنا علم دیا ہے وہ اتنا نہیں ہے کہ تم اس منصوبہ کی حکمت کو پہنچ سکو

بعض لوگوں نے دعوی کیا کہ فرشتے خود خلیفہ بننا چاہتے ہیں- یہ بھی ایک غلط فہم ہے کیونکہ کہیں بھی فرشتوں نے ایسا دعویٰ نہیں کیا- فرشتے صرف اللہ کی مرضی کی پیروی کرتے ہیں، وہ خود فیصلہ نہیں کر سکتے- انہیں صرف یہ ڈر تھا کہ اگر آزادانہ ارادے کے ساتھ ایک اور مخلوق کو زمین پر رکھا گیا تو اس کا نتیجہ خون ریزی اور فساد کی صورت میں نکلے گا- جو جزوی طور پر درست ہے لیکن اس میں اس سے بھی بڑی حکمت پوشیدہ تھی اور وہ نبیوں اور رسولوں کا تقرر تھا- اللہ کی ہدایت سے کچھ انسان اپنے سوچنے کے طریقے کو درست کریں گے اور اس کے لئے جدوجہد کریں گے-

بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام اپنی شبیہ پر یا صورت پر خلق کیا- اس روایت کو علماء نے اسرائیلیات میں شمار کیا ہے- امام مالک سب سے بڑھ کر اس روایت کے خلاف ہیں- کتاب الضعفاء الكبير از امام العقيلي المكي (المتوفى: 322ھ) کے مطابق امام مالک سے سوال ہوا

حَدَّثَنَا أَبُو زَيْدٍ أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الْغِمْرِ، وَالْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ: سَأَلْتُ مَالِكًا عَمَّنْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ الَّذِي قَالُوا: إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ، فَأَنْكَرَ ذَلِكَ مَالِكٌ إِنْكَارًا شَدِيدًا، وَنَهَى أَنْ يَتَحَدَّثَ بِهِ أَحَدٌ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَتَحَدَّثُونَ بِهِ؟ فَقَالَ: مَنْ هُمْ، فَقِيلَ: مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، فَقَالَ: لَمْ يَكُنْ يَعْرِفُ ابْنُ عَجْلَانَ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ، وَلَمْ يَكُنْ عَالِمًا، وَذُكِرَ أَبُو الزِّنَادِ فَقَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَزَلْ عَامِلًا لِهَؤُلَاءِ حَتَّى مَاتَ، وَكَانَ صَاحِبَ عُمَّالٍ يَتَّبِعُهُمْ

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ کہتے ہیں میں نے امام مالک سے حدیث کے متعلق پوچھا کہ کس نے اس کو روایت کیا ہے جس میں ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر خلق کیا؟ پس امام مالک نے اس حدیث کا شدت سے انکار کیا اور منع کیا کہ کوئی اس کو روایت کرے تو میں نے ان سے کہا کہ یہ اہل علم میں

سے لوگ اس کو روایت کر رہے ہیں—امام مالک نے کہا کون ہیں وہ؟ میں نے کہا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ اس پر امام مالک نے کہا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ کو ان چیزوں کا اتا پتا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی عالم ہے اور أَبُو الزِّنَادِ کا ذکر کیا کہ یہ تو ان کا (حکومت کا) عامل تھا—یہاں تک کہ مر ا اور عمال کے لوگ اسکی اتباع کرتے ہیں

فقہ مالکیہ کی معتمد کتاب المدخل از ابن الحاج (المتوفى: 737ھ) کے مطابق

وَمِنَ الْعُتْبِيَّةِ سُئِلَ مَالِكٌ—رَحِمَهُ اللَّهُ—عَنِ الْحَدِيثِ فِي جِنَازَةِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي اهْتِزَازِ الْعَرْشِ، وَعَنْ حَدِيثِ «إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ»، وَعَنِ الْحَدِيثِ فِي السَّاقِ فَقَالَ—رَحِمَهُ اللَّهُ—: لَا يُتَحَدَّثَنَّ بِهِ، وَمَا يَدْعُو الْإِنْسَانَ أَنْ يَتَحَدَّثَ بِهِ

اور الْعُتْبِيَّةِ میں ہے کہ امام مالک سے سوال ہوا حدیث کہ اللہ کا عرش معاذ کے لئے ڈگمگا گیا اور حدیث اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر خلق کیا اور حدیث پنڈلی والی—تو امام مالک رحمہ اللہ نے کہا یہ روایت نہ کرو اور نہ انسان کو اس کو روایت کرنے پر بلاو

اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر خلق کیا بہت سی ضعیف سندوں سے مروی ہے-افسوس اس کو امام بخاری نے صحیح سمجھ کر لکھا اور اس کی سند مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. سے دی جو قابل بحث ہے—امام بخاری نے اس کو اسی سند سے روایت کیا ہے اس میں معمر بن راشد ہیں جو مدلس ہیں لیکن محدثین کی ایک جماعت ان کی ہمام بن منبہ والی روایات قبول کرتی ہے—ہمام بن منبہ یمن سے مدینہ پہنچے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے 140 روایات لیں ان میں اپنی باتیں بھی شامل کر دیں اور ان کا نسخہ بقول امام احمد اسی وجہ سے معدوم ہوا کہ لوگ یہ تمیز ہی نہیں کر پائے کیا قول نبی اور کیا ان کا اپنا قول ہے—ہمام سوڈان گئے وہاں معمر بن راشد ملے اور ان کو روایت سنائیں اس کے بعد حجاز میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی فوج نے ہمام کو پکڑا اور یہ عباسیوں کے خروج تک زندہ تھے سن ہجری میں فوت ہوئے—الذھبی کے مطابق ممکن ہے سو سال انکی زندگی ہو لیکن اس دوران انہوں نے بہت کم لوگوں کو روایات سنائی ہیں ان سے صرف ان کے بھائی وھب بن منبہ صَاحِبُ الْقَصَصِ، ان کے بھتیجے عَقِيلُ بْنُ مَعْقِلٍ اور معمر بن راشد اور ایک یمنی عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَنَسٍ الصَّنْعَانِيُّ روایت کرتے ہیں—الذھبی سیر الآعلام النبلاء میں کہتے ہیں وَمَا رَأَيْنَا مَنْ رَوَى الصَّحِيفَةَ عَنْ هَمَّامٍ إِلَّا مَعْمَرٌ اور ہم نہیں دیکھتے کہ اس الصَّحِيفَةَ کو ہمام سے کوئی روایت کرتا ہو سوائے معمر کے-امام احمد کے مطابق معمر نے یہ صحیفہ سوڈان میں سنا- معمر خود کوفی ہیں وہاں سے یمن گئے اور پھر سوڈان—سوڈان علم حدیث کے لئے کوئی مشہور مقام نہ تھا—خود معمر روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سختی سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کوئی ایک روایت کو رد کرتے

کتاب السنة از أبو بكر بن أبي عاصم وهو أحمد بن عمرو بن الضحاك بن مخلد الشيباني (المتوفى: 287ھ) کے مطابق

ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى ثنا ابْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ عن ابن طاووس عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَ رَجُلٌ بِحَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ فَانْتَفَضَ: قال ابن عباس ما بال هؤلاء يجدّون (يحيدون) عند محكمه ويهلكون عند متشابهه. طاؤس نے کہا کہ ابن عباس سے ایک شخص نے ابو ہریرہ کی حدیث روایت کی، تو ابن عباس نے رد کیا اور کہا گیا ہو گیا ان کو کہ محکم کو چھوڑ متشابہات سے ہلاک ہو رہے ہیں

البانی کے مطابق اغلبا الفاظ یحیدون ہیں اور یجدّون غیر محفوظ ہیں

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یحیدون جھٹک دو (رد کرو) جب کوئی شخص ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کرے—ابن عباس نے کہا ان جیسوں کو کیا ہوا ہے کہ محکمات سے ہٹ گئے اور متشابہات سے ہلاک ہوئے

البانی کتاب ظلال الجنة في تخريج السنة میں کہتے ہیں

يعني استنكار الماسمع من حديث أبي هريرة, ولم أقف على من نبه على المراد بهذا الحديث, ويغلب على الظن أنه حديث إن الله خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ وهو حديث صحيح, مخرج في سلسلة الأحاديث الصحيحة 860.

یعنی انکار کیا جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سنی اور میں نہیں جان سکا کہ کون سی حدیث مراد تھی جس کی خبر دی اور جو گمان غالب ہے وہ یہ کہ یہ حدیث ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور یہ حدیث صحیح ہے اس کی تخریج الصحیحہ 860 میں کی ہے

ہمام ایک سابقہ یہودی تھے — یہود میں اللہ کے لئے تجسیم کا عقیدہ ہے کیونکہ موجودہ توریت میں اللہ کو ایک مرد کی صورت بیان کیا گیا ہے جس کے آعضا بھی ہیں — یہودی تصوف کی ایک قدیم کتاب جو بعثت نبوی سے قبل کی ہے اس کا نام کتاب شر قومہ ہے جس میں اللہ تعالی کے آعضا کی پیمائش بھی بیان کی گئی ہے — موجود توریت میں ہے

Genesis 1:26: Then God said, Let us make man in our image, after our likeness.

پھر اللہ نے کہا ہم انسان کو اپنے عکس پر بنائیں گے — اپنی مشابہت کے مطابق

اس کے برعکس قرآن میں ہے فِيٓ أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ الانفطار: 8/82 جس صورت میں چاہا اس نے تجھے بنایا۔

كتاب أصول السنة، ومعه رياض الجنة بتخريج أصول السنة از ابن أبي زمنين المالكي (المتوفى: 399ھ) کے مطابق

وَقَدْ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ لُبَابَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْعُتْبِي، عَنْ عِيسَى بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عبد الرحمن بْنِ الْقَاسِمِ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَصِفَ اللَّهَ إِلَّا بِمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ فِي الْقُرْآنِ، وَلَا يُشَبِّهُ يَدَيْهِ بِشَيْءٍ، وَلَا وَجْهَهُ بِشَيْءٍ، وَلَكِنْ يَقُولُ: لَهُ يَدَانِ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ فِي الْقُرْآنِ، وَلَهُ وَجْهٌ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ، يَقِفُ عِنْدَمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ فِي الْكِتَابِ، فَإِنَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَا مِثْلَ لَهُ وَلَا شَبِيهَ وَلَكِنْ هُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ، وَيَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ كَمَا وَصَفَهَا: وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ قَالَ: وَكَانَ مَالِكٌ يُعَظِّمُ أَنْ يُحَدِّثَ أَحَدٌ بِهَذِهِ الْأَحَادِيثِ الَّتِي فِيهَا: أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ وَضَعَّفَهَا.

عبد الرحمن بن القاسم رحمہ اللہ (191ھ) فرماتے ہیں کہ "کسی کے لئے جائز نہیں کہ اللہ نے جو صفات قرآن میں بیان کئے ہیں ان کے علاوہ کسی صفت سے اللہ کو متصف کرے، اللہ کے ہاتھ سے کسی کے ہاتھ کی مشابہت نہیں ہے، اور نا ہی اللہ کا چہرہ کسی سے مشابہت رکھتا ہے، بلکہ کہا ہے: اس کے ہاتھ جیسا اس نے قرآن میں وصف کیا ہے اور اس کا چہرہ جیسا اس نے اپنے آپ کو وصف کیا ہے — کیونکہ اللہ کا ہاتھ اور اللہ کا چہرہ ویسے ہی ہے جیسا کہ اللہ نے قرآن میں بیان کیا ہے، نہ تو کوئی اللہ کا مثل ہے اور نہ ہی کوئی اللہ کی شبیہ ہے بلکہ وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے جیسا کہ اس نے بیان کیا ہے اور اللہ کے ہاتھ کھلے ہیں جیسا کہ اس نے کتاب اللہ میں بیان کیا ہے.... اور امام مالک اس کو بہت بڑی بات جانتے تھے کہ جب کوئی وہ حدیثیں بیان کرتا جن میں ہے کہ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر خلق کیا اور اس کی تضعیف کرتے

الغرض امام مالک مطلقا اس خلق آدم علی صورتہ کو قبول نہیں کرتے تھے اور وہ اس کو سنتے ہی رد کرتے تھے - راقم کی کتاب التوحید و اسماء الحسنی میں اس پر تفصیلا کلام ہے [1]

---

[1] اسی متن کی ایک روایت ابن عمر سے بھی مروی ھے جس کے مطابق چھرے کو برا نہ کرو کیونکہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر خلق کیا

ابن عمر کی مرویات

العلل دارقطنی کی سند سے

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ الزَّيَّاتُ، ثنا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، ثنا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ [ص:36]: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُقَبِّحُوا الْوَجْهَ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ»

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الطُّوسِيُّ، ثنا عَلِيُّ بْنُ إِشْكَابَ، ثنا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ، ثنا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ [ص:37]، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُقَبِّحُوا الْوَجْهَ، فَإِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَةِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ»

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چہرہ کو مٹ بگاڑو کیونکہ اللہ نے آدم کو الرحمن کی شکل پر پیدا کیا ہے

اس کی سند میں مدلس حبيب بن أبي ثابت ہیں جو عن سے اس کو عطاء بْنِ أَبِي رباح سے روایت کر رہے ہیں - کتاب المدلسین از ابن العراقی کے مطابق

ابن حبان کہتے ہیں

: كان مدلساً وروى أبو بكر بن عياش عن الأعمش قال لي حبيب بن أبي ثابت: لو أن رجلاً حدثني عنك ما باليت أن أرويه عنك.

یہ مدلس تھے - الأعمش کہتے ہیں حبيب بن أبي ثابت نے مجھ سے کہا اگر کوئی آدمی تم سے میری روایت بیان کرے تو میں اس سے بے پرواہ ہوں جو وہ روایت کرے

عطاء بْنِ أَبِي رباح کی سند سے اس روایت کو بیان کرنے میں حبيب بن أبي ثابت منفرد ہیں چونکہ یہ مدلس ہیں اور عن سے روایت ہے لہذا یہ مظبوط نہیں

ابن خزیمہ کتاب التوحید میں اس روایت پر تبصرہ کرتے ہیں اور ابن عمر کی روایت کو رد کرتے ہیں

قَالَ أَبُو بَكْرٍ: تَوَهَّمَ بَعْضُ مَنْ لَمْ يَتَحَرَّ الْعِلْمَ أَنَّ قَوْلَهُ: «عَلَى صُورَتِهِ» يُرِيدُ صُورَةَ الرَّحْمَنِ عَزَّ رَبُّنَا وَجَلَّ عَنْ أَنْ يَكُونَ هَذَا مَعْنَى الْخَبَرِ، بَلْ مَعْنَى قَوْلِهِ: «خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ» ، الْهَاءُ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ كِنَايَةٌ عَنِ اسْمِ الْمَضْرُوبِ، وَالْمَشْتُومِ، أَرَادَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَةِ هَذَا الْمَضْرُوبِ، الَّذِي أَمَرَ الضَّارِبَ بِاجْتِنَابِ وَجْهِهِ بِالضَّرْبِ، وَالَّذِي قَبَّحَ وَجْهَهُ، فَزَجَرَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقُولَ: «وَوَجْهَ مَنْ أَشْبَهَ وَجْهَكَ» ، لِأَنَّ وَجْهَ آدَمَ شَبِيهُ وُجُوهِ بَنِيهِ، فَإِذَا قَالَ الشَّاتِمُ لِبَعْضِ بَنِي آدَمَ: قَبَّحَ اللَّهُ وَجْهَكَ وَوَجْهَ مَنْ أَشْبَهَ وَجْهَكَ، كَانَ مُقَبِّحًا وَجْهَ آدَمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ [ص:85] عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ، الَّذِي وُجُوهُ بَنِيهِ شَبِيهَةٌ بِوَجْهِ أَبِيهِمْ، فَتَفَهَّمُوا رَحِمَكُمُ اللَّهُ مَعْنَى الْخَبَرِ، لَا تَغْلَطُوا وَلَا تَغَالَطُوا فَتَضِلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ، وَتَحْمِلُوا عَلَى الْقَوْلِ بِالتَّشْبِيهِ الَّذِي هُوَ ضَلَالٌ

بعض لوگ جن کو علم نہیں پہنچا ان کو اس میں وہم ہوا کہ قول اسکی صورت پر سے انہوں نے صورت رحمان مراد لی گویا کہ یہ کوئی خبر ہو بلکہ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ اس کا معنی ہے کہ اس میں ھآ یہاں کنایہ کے طور پر ہے جس کو مارا جا رہا ہے اس کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ہے کہ اللہ نے آدم کو خلق کیا اسی مارنے والے کی صورت پہ جس نے مارنے کا حکم دیا چہرہ پر اور چہرہ کو برآ کیا پس اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈانٹا کہ کہہ کہ اس کا چہرہ بھی تمہارے چہرہ جیسا ہے ..... پس ان لوگوں کو وہم ہوا کہ اللہ نے خبر دی پس دین میں غلو نہ کرو نہ کراو ورنہ گمراہ ہو گے سیدھی راہ سے اور اس پر التَّشْبِيهِ کاقول مت لو یہ گمراهی ہے

ابن خزیمہ سفیان ثوری کے طرق عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَطَاءٍ، پر کہتے ہیں

قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَقَدِ افْتُتِنَ بِهَذِهِ اللَّفْظَةِ الَّتِي فِي خَبَرِ عَطَاءٍ عَالِمٌ مِمَّنْ لَمْ يَتَحَرَّ الْعِلْمَ، وَتَوَهَّمُوا أَنَّ إِضَافَةَ الصُّورَةِ إِلَى الرَّحْمَنِ فِي هَذَا الْخَبَرِ مِنْ إِضَافَةِ صِفَاتِ الذَّاتِ، فَغَلِطُوا فِي هَذَا غَلَطًا بَيِّنًا، وَقَالُوا مَقَالَةً شَنِيعَةً مُضَاهِيَةً لِقَوْلِ الْمُشَبِّهَةِ، أَعَاذَنَا اللَّهُ وَكُلَّ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَوْلِهِمْ وَالَّذِي عِنْدِي فِي تَأْوِيلِ هَذَا الْخَبَرِ إِنْ صَحَّ مِنْ جِهَةِ النَّقْلِ

مَوْصُولًا: فَإِنَّ فِي الْخَبَرِ عِلَلًا ثَلَاثًا , إِحْدَاهُنَّ: أَنَّ الثَّوْرِيَّ قَدْ خَالَفَ الْأَعْمَشَ فِي إِسْنَادِهِ، فَأَرْسَلَ الثَّوْرِيُّ وَلَمْ يَقُلْ: عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالثَّانِيَةُ: أَنَّ الْأَعْمَشَ مُدَلِّسٌ، لَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ وَالثَّالِثَةُ: أَنَّ حَبِيبَ بْنَ أَبِي ثَابِتٍ: أَيْضًا مُدَلِّسٌ، لَمْ يُعْلَمْ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ عَطَاءٍ

اور اس لفظ صورت الرحمن سے فتنہ ہوا وہ خبر جو عطا بن ابی رباح سے ملی ایک عالم تھے جنہوں نے علم میں جانچ پڑتال نہیں کی اور اس اضافت صورت الرحمن سے وہم ہوا یہ اضافہ ذات باری کی صفات پر ہے پس انہوں نے غلطی کھائی جس کو ہم نے واضح کیا اور قول برا قول ہے الْمُشَبِّهَةِ کی گمراھی جیسا اللہ اس سے بچائے تمام مسلمانوں کو اس قول سے اور ہمارے نزدیک اس کی تاویل ہے کہ یہ خبر اگر نقلی لحاظ سے درست ہو تو یہ موصول ہے کیونکہ اس خبر میں تین علتیں ہیں ایک ثوری نے کی مخالفت کی ثوری نے ارسال کیا اور یہ نہیں کہا عن ابن عمر اور دوسری الْأَعْمَشَ مدلس ہے اور اس نے ذکر نہیں کیا کہ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ سے اس کا سماع ہے اور تیسری حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ بھی مدلس ہے اس کا سماع عطا بن ابی رباح سے ہے بھی پتا نہیں

صورت رحمان پر تخلیق کہنا توریت کی اس آیت کی تائید ہے - ابن عباس رضی اللہ عنہ اور امام مالک نے اس کا متن سنتے ہی اس کو رد کر دیا - اس کے بعد سن ۲۰۰ ھجری میں اس روایت کا پھر سے دور دورہ ہوا اور جھمیہ کی مخالفت میں اس کو محدثین صحیح کہنے لگے کیونکہ اس میں اللہ کے چہرے کا ذکر تھا اور جھمیہ اللہ کو انرجی نما کوئی چیز سمجھتے تھے جو تمام کائنات میں سرایت کیے ہوئے ہے - چونکہ قرآن میں بھی وجھ اللہ کے الفاظ ہے محدثین اس روایت کو جھمیہ کی مخالفت میں پیش کرنے لگے

سلمان فارسی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقعہ پر آدم علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابھی پیروں تلے روح نہیں پہنچتی تھی کہ آپ نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا روح سر کی طرف سے آ رھی تھی ناک تک پہنچی تو چھینک آئی آپ نے کہا الحمد للہ ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یرحمک ربک یا ادم اے آدم تجھ پر تیرا رب رحم کرے جب آنکھوں تک پہنچی تو آنکھیں کھول کر دیکھنے لگے ۔ جب اور نیچے کے اعضا میں پہنچی تو خوشی سے اپنے آپ کو دیکھنے لگے ۔ جب اور نیچے کے اعضا میں پہنچی تو خوشی سے اپنے آپ کو دیکھنے لگے ابھی پیروں تک نہیں پہنچی تو چلنے کا ارادہ کیا لیکن نہ چل سکے تو دعا کرنے لگے کہ اے اللہ رات سے پہلے روح آ جائے ۔

تفسیر طبری میں ہے
حدثنا محمد بن المثنى، قال: ثنا محمد بن جعفر، قال: ثنا شُعبة، عن الحكم، عن إبراهيم، أن سلمان الفارسيّ، قال: أوّل ما خلق الله من آدم رأسه، فجعل ينظر وهو يُخلق، قال: وبقيت رجلاه، فلما كان بعد العصر قال: يا ربّ عَجِّل قبل الليل، فذلك قوله (وَكَانَ الإنْسَانُ عَجُولا)
سلمان فارسی نے کہا اللہ نے سب سے پہلے آدم کا سر خلق کیا اور اس طرح کہ آدم دیکھ رہے تھے ان کی تخلیق ہو رھی ہے اور ان کے پیر نہیں بنے تھے پس عصر کے بعد انہوں نے کہا اے رب جلدی کر رات سے پہلے مکمل کر دے
یہ روایت سلمان پر موقوف ہے
سند منقطع ہے ابراہیم النخعی کا کسی صحابی سے سماع نہیں ہے

حدثنا أبو كريب، قال: ثنا عثمان بن سعيد، قال: ثنا بشر بن عمارة، عن أبي رَوْق، عن الضحاك عن ابن عباس، قال: لما نفخ الله في آدم من روحه أتت النفخة من قِبَل رأسه، فجعل لا يجرى شيء منها في جسده، إلا صار لحما ودما، فلما انتهت النفخة إلى سرّته، نظر إلى جسده، فأعجبه ما رأى من جسده فذهب لينهض فلم يقدر، فهو قول الله تبارك وتعالى (وَكَانَ الإنْسَانُ عَجُولا) قال: ضَجِرا لا صبر له على سرّاء، ولا ضرّاء.
اس کی سند بھی ضعیف ہے سند میں بشر بن عمارة الخثعمي، صاحب أبي روق ہے امام أبو جعفر العقيلي کہتے ہیں: له حديث لا يتابع عليه
اس کی حدیث کی متابعت نہیں ہوتی
دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (٣١) قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (٣٢) قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ (٣٣)

اور هم نے آدم کو تمام کے تمام اسماء سکھا دیے ، پھر ان (چیزوں) کو فرشتوں پر پیش کیا اور فرشتوں سے کہا : مجھ کو ان کے نام بتاؤ اگر تم (اپنے گمان میں) سچے هو ! (31) بولے آپ بے عیب هیں ، هم کو بس اتنا هی علم هے جتنا آپ نے دیا ، بے شک آپ جاننے والے حکمت والے هیں (32) (هم نے) کہا : اے آدم ان کو ان (چیزوں) کے نام بتاؤ - جب آدم نے ان کو نام بتا دیے تو (هم نے فرشتوں سے) کہا : میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں و زمین کے چھپے کو جانتا هوں ، اور اس کو بھی جو تم ظاهر کرتے هو اور جو تم چھپاتے هو - (33)

[تفسیر آیۃ 31تا33]

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں کو دکھایا اور ان پر ثابت کیا کہ آدم کو ناموں کے بارے میں ان سے زیادہ علم ہے۔ یہ وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ وہ نام کیا تھے. تاہم گمراہ فرقوں کا خیال ہے کہ یہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خاندان کے نام تھے۔ تاہم اسلام میں انبیاء و رسل کا درجہ، اہل بیت النبی سے بلند ہے۔ متقدمین شیعہ تفاسیر میں اعتدال کی راہ لی گئی ہے اور ائمہ سے منسوب اقوال میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو ہنر و فنون و علوم سکھائے گئے۔ تفسیر العیاشی میں امام جعفر سے مروی قول ہے: ماذا علمه؟ قال: الارضين والجبال والشعاب والاودية، ثم نظر إلى بساط تحته فقال: وهذا البساط مما علمه

اس نے کیا سکھایا؟ امام نے کہا: دو زمین کا علم، پہاڑ، چٹانوں اور وادیوں کا علم، پھر انہوں نے اپنے نیچے ایک چٹائی کو دیکھا۔ اور کہا، "یہ چٹائی اس علم سے (بنی) ہے جو اللہ نے آدم کو سکھایا تھا۔

متاخرین شیعہ نے روایت دی ہے کہ آدم کو اسماء الانبیاء والائمہ انبیاء اور شیعہ ائمہ کے نام سکھائے گئے اور یہ روایات مستند نہیں ہیں [1]

[1] بحار الانوار از مجلسی میں میں سند هے المرتضى بن الداعي، عن جعفر الدوريستي، عن أبيه، عن الصدوق، عن الحسين بن محمد بن سعيد، عن فرات بن إبراهيم، عن الحسن بن الحسين، عن إبراهيم بن الفضل، عن الحسن بن علي الزعفراني، عن سهل بن سنان، عن أبي جعفر بن محمد الطائفي عن محمد بن عبد الله، عن محمد بن إسحاق، عن الواقدي، عن الهذيل، عن مكحول، عن طاوس عن ابن عباس رضي الله عنه

سند میں إبراهيم بن الفضل اور الحسن بن علي الزعفراني مجهول الحال هیں

الخصال از الصدوق میں سند هے : عن أبيه، عن سعد بن عبد الله، عن محمد بن عيسى اليقطيني عن القاسم بن يحيى، عن جده الحسن بن راشد، عن أبي بصير ومحمد بن مسلم عن أبي عبد الله، عن آبائه عليهم السلام قال: قال أمير المؤمنين عليه السلام

سند میں القاسم بن يحيى اور الحسن بن راشد مجهول هیں - شیعہ کتب رجال میں ان پر نہ کلمہ توثیق هے نہ تنقید هے

اور جب هم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا ، سوائے ابلیس کے ، (جس نے) انکار کیا اور غرور کیا اور یہ تھا ھی کافروں میں سے (34) اور هم نے کہا : اے آدم تم اور تمھاری بیوی اس جنت میں رکو ، اور اس میں سے جو چاھے کھا لو اور اس درخت کے قریب مت جانا کہ تم ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے - (35) پس پھسلا دیا شیطان نے ان دونوں کو کہ اس (بہشت) میں سے نکلوا دیا جس میں یہ دونوں تھے اور هم نے کہا : اترو (تم سب)یہاں سے ، ایک دوسرے کے دشمن ہو کر اور زمین میں تمہارا رکنا ہو گا اور سامان ہو گا ایک مدت کے لئے (36) پس آدم نے اپنے رب سے کلمات سیکھے ، (هم نے) اس کی توبہ قبول کی ، بے شک وہ رحم کرنے والا توبہ قبول کرنے والا ھے (37) هم نے کہا : تم سب اترو یہاں سے ، پس اب جب میری طرف سے هدایت آئے اور جو اس پر چلے ، اس کے لئے کوئی خوف و غم نہیں (38) اور جنہوں نے کفر کیا اور هماری آیات کا انکار کیا وہ آگ کے لوگ (جہنمی) هیں ، جس میں همیشہ رهیں گے (39)

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (٣٤) وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ (٣٥) فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ (٣٦) فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (٣٧) قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (٣٨) وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (٣٩)

[تفسیر آیۃ 34تا39] آدم ایک بے جان صورت خلق ہو رہے تھے—ابھی ان میں نہ تو زندگی تھی نہ کوئی حرکت تھی نہ دل دھڑکتا تھا نہ سانس تھی —- صحیح مسلم باب خُلِقَ الْإِنْسَانُ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَمَّا صَوَّرَ اللهُ آدَمَ فِي الْجَنَّةِ تَرَكَهُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَتْرُكَهُ، فَجَعَلَ إِبْلِيسُ يُطِيفُ بِهِ، يَنْظُرُ مَا هُوَ، فَلَمَّا رَآهُ أَجْوَفَ عَرَفَ أَنَّهُ خُلِقَ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ»

انس نے کہا کہ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب اللہ تعالی نے آدم کی صورت گری کی تو ان کو جنت میں اس (غیر مکمل بلا روح حالت میں) چھوڑے رکھا جتنی مدت اللہ نے چاہا، پس ابلیس اس تخلیق کے گرد گھومتا، چکر لگاتا، دیکھتا کیا بن رہا ہے- جب اس نے آدم کا پیٹ دیکھا تو جان گیا کہ یہ مخلوق اپنے آپ مالک نہیں بن سکتی

پھر (بمطابق سورہ الحجر) اللہ تعالی نے فرشتوں کو حکم دیا

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (سورہ ص)

جب میں اس (پتلے) کو متناسب کردوں اور اس میں اپنی روح پھونکوں تم سجدے میں گرجانا

پتلا یا جسد آدم بے جان حالت میں تھا اور ملائکہ اس لمحہ کا انتظار کر رہے تھے جب نسمہ یا روح آدم میں داخل ہو— جیسے ہی روح آدم میں داخل ہوئی آدم کا پتلا سانس لینے لگا وہ پتلا ایک متنفس بن گیا-اس سانس کو لینا تھا کہ تمام آسمان کے فرشتے آدم کے لئے سجدہ میں گر گئے
عبرانی زبان میں لفظ آدمہ کا مطلب زمین یا مٹی ہے۔ آدم علیہ السلام کو مٹی یا زمین سے پیدا کیا گیا تھا اس لئے انہیں وہی کہا جاتا ہے۔ شیطان اس سارے واقعہ کو مختلف انداز میں دیکھتا ہے-اس کے نزدیک تو زمین و مٹی پر جانور چلتے ہیں جبکہ آگ وہ ہے جو سب کو جلا دیتی ہے اور کوئی بھی اس میں زندہ رہ نہیں سکتا-اس طرح شیطان نے اپنے باوقار مقام کا دعویٰ کیا-اللہ نے شیطان کی مذمت کی اور اس پر لعنت کی کہ وہ اپنے آپ کو اس مخلوق سے برتر سمجھ رہا تھا جس کے لئے اللہ تعالی نے فرشتوں تک کو سجدہ کا حکم دیا-قرآن میں ذکر ہے کہ جب ابلیس نے اللہ کا حکم نہیں مانا تو وہ اس وقت اس نے مہلت طلب کی -ابلیس نے انسانیت کو گمراہ کرنے کی مہلت مانگی جو اس کو دے دی گئی- شیطان کو مہلت ملنے کی وجہ سے موقعہ دیا گیا کہ وہ آدم کے پاس جنت تک جائے سورہ الاعراف میں ہے

پھر انہیں شیطان نے بہکایا تاکہ ان کی شرم گاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے، اور کہا تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے نہیں روکا مگر اس لیے کہ کہیں تم فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ۔

اور ان کے روبرو قسم کھائی کہ البتہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

قرآن میں ہے کہ سرکشی پر ابلیس کو حکم دیا گیا اخرج منھا یعنی نکل یہاں سے- مہلت ملنے کے بعد بھی ابلیس کو واپس جنت میں داخل ہونے دیا گیا تاکہ آدم و حوا علیہما السلام کو بہکا سکے کیونکہ یہ وعدہ الہی کی عملی شکل تھا-اس کے بعد جب آدم، حوا اور ابلیس کو زمین پر بھیج دیا گیا تو اب شیاطین پر پابندی ہے کہ وہ آسمان اول تک بھی جا سکیں-اب یہ شیاطین، کاہنوں کی مدد کرنے آسمان پر جاتے ضرور ہیں تاکہ کچھ سن لیں لیکن یہ رسائی آسمان اول تک نہیں ہوتی بلکہ اس سے بہت نیچے کا کوئی مقام ہوتا ہے- سورہ الرحمن آیت 33 میں ذکر ہے کہ زمین کے گرد اقطار الارض ہے جس کو پار کرنا جنات کے بس و قوت میں نہیں- لہذا جب جنات ان اقطار الارض کے پاس پھٹکتے ہیں تو فرشتے ان کو دیکھ کر ان پر شہاب ثاقب پھینکتے ہیں- دور نبوی میں اس پہرہ کو شدید سخت کر دیا گیا تاکہ جنات، فرشتوں کی کوئی سن گن نہ لے سکیں—کاہنوں کا دھندہ ٹھپ ہو گیا اور جنات میں سراسیمگی پھیل گئی کہ زمین پر شاید کوئی بڑا عذاب آنے والا ہے یہاں تک کہ سورہ الجن میں خبر ہے کہ جنوں نے قرآن سنا تو ان کو معاملہ سمجھ آیا-
ابراہیمی ادیان میں یہودیوں کی کتب میں شیطان کا تصور عجیب و غریب ہے—اس کو ایک فرشتہ سمجھا جاتا ہے—لفظ شیطان توریت میں نہیں ہے لیکن دیگر یہودی الہامی کتب میں ہے—موجودہ یہود کے بعض فرقوں کے نزدیک نفس امارہ کو ہی شیطان سے ملا دیا گیا ہے اور شیطان بطور ایک الگ ذات کوئی وجود نہیں رکھتا- یہود کے دیگر فرقوں کے نزدیک شیطان فرشتہ ہے اور یہود کے نزدیک اللہ کا دشمن نہیں بلکہ اللہ کا مددگار ہے- اگر آپ توریت کا تقابل قرآن سے کریں تو انکشاف ہو گا کہ آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ، توریت میں موجود نہیں بلکہ ایک سانپ کو مثبت شخصیت کے طور پر

دکھایا گیا ہے اللہ تعالی نے انسان کو تخلیق کیا اس کو شجر علم سے دور رکھا لیکن سانپ چاہتا تھا کہ انسان علم حاصل کرے لہذا اس کو شجر علم کی حقیقت بتا دی- گویا اللہ تعالیٰ، انسان کو علم نہیں دینا چاہتا تھا لیکن شیطان یا سانپ نے انسان کی علم حاصل کرنے میں مدد کی اور اس کو شجر ممنوعہ کی حقیقت بتا دی- [1]

اس کے بر خلاف قرآن میں ہے کہ اللہ تعالی نے تخلیق آدم کے بعد ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور ان کو اسماء کا علم فرشتوں سے زیادہ تھا- یعنی قرآن کے مطابق اللہ تعالی نے خود آدم کو تمام اسماء Noun سکھا دیے یعنی تمام دنیاوی زبانوں کو ان کو ذہن میں اتار دیا- دوسری طرف یہود نے توریت میں شیطان کو سانپ بنا دیا اور شجر ممنوعہ کو شجر علم کر دیا اور اسی سانپ کو جنت میں بھی پہنچا دیا

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جبریل نے سکھائی کتاب: اس بیان میں کہ مخلوق کی پیدائش کیوں کر شروع ہوئی—باب: فرشتوں کا بیان۔

ترجمہ: ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا ان سے ابن شہاب نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن عصر کی نماز کچھ دیر کر کے پڑھائی۔ اس پر عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا۔ لیکن جبرئیل علیہ السلام (نماز کا طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھانے کے لیے) نازل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہو کر آپ کو نماز پڑھائی۔ عمر و بن عبدالعزیز نے کہا، عروہ! آپ کو معلوم بھی ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ عروہ نے کہا کہ (اور سن لو) میں نے بشیر بن ابی مسعود سے سنا اور انہوں نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے

---

[1] ابلیس کو سانپ سے کیوں بدلا گیا ؟ اس کا جواب ھے کہ یہ کام اغلبا فارس کی غلامی کے دوران کیا گیا - سن ٥٣٩ ق م میں سائرس شاہ آنشان (فارس) نے بابل فتح کیا تو فارس کی سلطنت میں بابل بھی شامل ہو گیا - سائرس نے تمام ان قوموں کو آزاد کیا جن کو بابل نے غلام بنا لیا تھا اور ان کے مندروں کی تعمیر شاہی خزانے سے کی گئی - بنی اسرائیل کو بھی اجازت ملی کہ وہ قافلہ در قافلہ واپس جائیں اور یروشلم میں مسجد الاقصی تعمیر کریں - سائرس کی جانب سے مسجد الاقصی کے لئے سونے کے برتن دیے گئے اور خطیر رقم دی گئی کہ مسجد الاقصی کی تعمیر کی جا سکے - بائبل کی کتاب عذرا میں اس کا ذکر ھے- ھیکل پر کام سن ٥١٥ قبل مسیح میں شروع ہو سکا - ھیکل کی دوسری تعمیر زربابل نے کی ، جو سلیمان علیہ السلام کی نسل سے تھا - زربابل کی حیثیت فارس کی جانب سے مقرر کردہ ایک یہود ی گورنر کی سی تھی - سائرس کے حکم سے لے کر زربابل کی تعمیر تک ٢٤ سال کی مدت ھے - بائبل کی کتب میں تفصیل نہیں ھے کہ تعمیر کیوں ملتوی رھی - لیکن کتب زکریا اور حجی جو اس دور کے دو بنی اسرائیلی نبی کہے جاتے ھیں ان کی کتب میں بغاوت پر اشارات ملتے ھیں - شروع میں انے والے گروھوں نے مقامی آبادی میں شادیان کر لیں اور مسجد اقصی کو تعمیر بھی کیا - وھاں اس وقت متعین ایک افسر عزیر Ezra بھی تھا جو فارسیوں کا ملازم تھا - نوٹ کیا گیا کہ بنی اسرائیل میں بغاوت کے جذبات آ رھے ھیں وہ نسل داود سے واپس کسی کو بادشاہ مقرر کرنا چاھتے ھیں - اس دوران دو فارس مخالف انبیاء ظاھر ھوئے ایک نام زکریا تھا اور دوسرے کا نام حجی تھا - اسی طرح چند اور لوگوں نے دعوی کیا کہ ان کو بنی اسرائیل کے سابقہ انبیاء کے نام سے کتب ملی ھیں جن میں کتاب یسعیاہ، یرمیاہ ، حزقی ایل ، عموس وغیرہ ھیں - یعنی یہودی اپس میں لڑنے لگے اور انبیاء کے نام پر کتب ایجاد کیں - یہ بات یہود کی ان کتب انبیاء کو پڑھنے اور تقابل کرنے پر ظاھر ہو جاتی ھے کیونکہ اگر ان کتب کا اپس میں تقابل کیا جائے تو باھم متضاد اور مخالف بیانات ملتے ھیں - انبیاء جھوٹ نہیں بولتے یہ یہودی جھوٹے ھیں جنھوں نے ان کے نام سے کتب کو جاری کیا - یہود عوام میں فارس کے خلاف بغاوت کے جذبات پیدا ہو چلے تھے - فارس کے خلاف بغاوت کی سازش کرنے لگے- اس بغاوت کو کچلنے کے لئے فارسیوں نے ایک افسر نحمیاہ کو بھیجا جس نے بغاوت کو کچل دیا اور اس کے عذرا سے اچھے تعلقات تھے - اب نحمیاہ کے کہنے پر عزیر نے توریت کو بدلا اور ا س کو فارسی سوچ کے تحت کرنے کے لئے اصل توریت میں آدم و حوا علیھما السلام کے قصے میں ابلیس کو ھٹا کر اس کے کی جگہ سانپ لکھ دیا

بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے مجھے نماز پڑھائی۔ میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر (دوسرے وقت کی) ان کے ساتھ میں نے نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ میں نے نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، اپنی انگلیوں پر آپ نے پانچوں نمازوں کو گن کر بتایا۔

صحیح مسلم میں ہے عن ابن عباس قال قال رسول اللہ امنی جبریل علیہ السلام عند البیت مرتین

ابن عباس کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کے پاس جبریل نے میری دو دفعہ امامت کی

اس سے معلوم ہوا کہ انسان اور فرشتوں کا سجدہ ایک ہی نوعیت کا ہے البتہ عربی میں رکوع کو بھی سجدہ کہہ دیا جاتا ہے مثلا نماز خوف میں جنگ میں سجدے مروجہ سات اعضاپر نہیں ہیں۔ سنن البیہقی جلد 3 ص میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے امت کو مزید آسانی دی کہ فرمایا

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ قَوْلِ مُجَاهِدٍ: "إِذَا اخْتَلَطُوا فَإِنَّمَا هُوَ التَّكْبِيرُ وَالْإِشَارَةُ بِالرَّأْسِ"، وَزَادَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَإِنْ كَثُرُوا فَلْيُصَلُّوا رُكْبَانًا أَوْ قِيَامًا عَلَى أَقْدَامِهِمْ". يَعْنِي: صَلَاةَ الْخَوْفِ صلاة الخوف میں إذا اختلطوا فانما هو التكبير والاشارة بالرأس

جب (فوجیں) گتھم گتھا ہو جائیں تو پھر بس تکبیر اور سر سے اشارہ (ہی نماز ادا کرنے کے لیے کافی) ہے اور حکم دیا کہ اگر شدت ہو تو سواری پر ہی نماز کر لو یا اتر کر سواری کے قدموں کے پاس یعنی نماز خوف

رکوع کو اہل حجاز سجدہ بھی کہہ دیتے ہیں اس کی دلیل صحیح مسلم میں ہے

وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح قَالَ: وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ، وَحَرْمَلَةُ، كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، وَالسِّيَاقُ لِحَرْمَلَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ سَجْدَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، أَوْ مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ، فَقَدْ أَدْرَكَهَا»، وَالسَّجْدَةُ إِنَّمَا هِيَ الرَّكْعَةُ

عَائِشَةَ، رضی اللہ عنہا نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو عصر میں ایک سجدہ ملا قبل اس کے کہ سورج غروب ہو یا صبح کی نماز میں قبل اس کے کہ سورج طلوع ہو اس نے نماز پالی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ سجدہ بے شک رکوع ہے

یعنی ممکن ہے یہ سجدہ سات اعضا پر ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ محض رکوع کی کیفیت پر ہو — ضروری بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کا حکم دیا۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا تو حرام ہے تو اللہ تعالی نے اس کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب ہے کہ جس وقت اللہ تعالی جو حکم دے وہی اس کی عبادت ہے لہذا آدم کو سجدہ کرنا فرشتوں اور دیگر کم تر مخلوقات پر لازم تھا

اے بنی اسرائیل یاد کرو میری نعمت جو میں نے تم پر کی ، اور مجھ کو دیا عہد پورا کرو اور میں اپنے عہد کو پورا کروں گا اور مجھ سے ڈرو (40) اور ایمان لاؤ جو نازل کیا گیا ھے ، جو تصدیق کرتا ھے اسکی جو تمھارے پاس ھے ، اور سب سے پہلے کافر مت بنو اور نہ میری آیات کو کم قیمت بیچو (41) اور حق و باطل کو مت ملاؤ ، اور نہ حق کو چھپاؤ اور تم جانتے ہو (42) اور نماز قائم کرو ، زکوات دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو (43) کیا تم لوگو کو نیکی کا حکم کرتے ھو اور اپنے آپ کو بھول بیٹھے ھو اور تم جانتے ھو؟ - عقل سے کام کیوں نہیں لیتے ؟ (44)	يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ (٤٠) وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ (٤١) وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (٤٢) وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (٤٣) أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (٤٤)

[تفسیر آیۃ40تا44]

یہاں سے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اجتماعی شعور کو استعمال کیا اور عرب یہودیوں کو یاد دلایا کہ ان کے آباء واجداد نے کیا، کیا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے عرب کے یہودیوں کی سامی اصل ہونے کی توثیق کی ہے۔ امت موسیٰ کے طور پر یہودیوں کے ہاں اللہ کے فضل اور غضب کے قصے موجود ہیں۔- غور طلب ہے کہ قرآن کسی ایسے واقعہ کا حوالہ نہیں دے سکتا جو عرب کے یہودیوں کو معلوم نہ ہوں لہذا یہ تمام واقعات مدنی یہود کے علم میں تھے۔ اس سلسلے میں جن واقعات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے بعض اب بھی یہودیوں کو ان کے ربانی ادب، ترجم یا تلمود کے ذریعے دستیاب ہیں۔ بہت سے مستشرقین نے اس نکتے کو درست سمت سے نہیں سمجھا اور کہہ دیا کہ قرآن ان چیزوں کی بات کر رہا ہے جو یہودی لٹریچر سے نقل کی گئی ہیں اور توریت میں نہیں ہیں۔ راقم کہتا ہے ہاں قرآن میں ان باتوں کا ذکر ہے کیونکہ یہ باتیں یہود نے توریت سے خود نکال دیں۔خیال رہے کہ اگر قرآن کوئی ایسی بات نقل کرے جو عرب یہود نہیں جانتے ہوتے تو یہودی فورا اس کا انکار کر دیتے اور ایک نئی بحث شروع ہو جاتی۔ لہٰذا یہ منطقی ہے کہ قرآن نے جن واقعات کا حوالہ دیا ہے وہ مدینہ کے یہود کے علم میں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں ان واقعات کو ''اور جب'' یا ''یاد کرو جب'' کہہ کر بیان کیا گیا ہے

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے یہود کو اپنی نعمتوں کی یاد دلائی اور انہیں بنی اسرائیل کہہ کر مخاطب کیا۔ یہودی کا لفظ دراصل یہوداہ سے آیا ہے جو بنی اسرائیل کے 12 قبیلوں میں سے ایک قبیلے کا نام تھا۔ یہود کا نام اس طرح پڑا کہ سلیمان علیہ السلام کے بعد ان کی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک مملکت یہوداہ (عبرانی مملکت یہودا) بنی جہاں قبیلہ یہوداہ دوسرے قبائل پر غالب قبیلہ بن گیا تھا۔ آہستہ آہستہ دوسرے قبائل اپنی انفرادیت کھو بیٹھے اور حکمران قبیلے میں ضم ہو گئے۔ دوسرے ہیکل کے دور میں، فارسیوں نے انہیں یہودا کہا اور اب سے دوسری قوموں نے انہیں یہودیم (عبرانی میں) یا یہود (عربی میں) کہنا شروع کر دیا۔ یہود بذات خود ایک نسلی اصطلاح ہے۔ قرآن مجید میں یہودیوں کو بنی اسرائیل (بنی اسرائیل) کے نام سے پکارا گیا ہے اور بعض مقامات پر یہودیوں کے لیے لفظ یہود بھی استعمال کیا گیا ہے۔

تاریخ میں اللہ نے یہودیوں کے کردار کے بارے میں کہا کہ وہ اللہ کی منتخب کردہ قوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوسری قوموں پر ترجیح دی۔ یہود کو

مشورہ دیا گیا کہ وہ عرب کے مشرکوں کی طرح کافر نہ بنیں۔ عربی میں کافر کا مطلب چھپانے والا ہے۔ کسان کو کافر بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بیج کو مٹی میں چھپا دیتا ہے۔۔ ہمیں یہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ ان دنوں بائبل اور دیگر مذہبی لٹریچر صرف یہودی ربیوں اور عیسائی ابا یعنی پادریوں کو ہی دستیاب تھا۔

بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر صرف دس یہودی (ان کے سرداروں میں سے) مجھ پر ایمان لاتے تو تمام یہودی مجھ پر ضرور ایمان لاتے۔

اللہ تعالی نے یہود کو حکم کیا کہ وہ نمازوں اور صدقات کے ذریعے اس کی عبادت کریں اور مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو جائیں جو پہلے ہی اللہ کے آگے جھک چکے ہیں۔ نبی پر ایمان اس میں پوشیدہ ہے کیونکہ یہودی نبی کو قبول کرتے تبھی ایسا کرتے۔ ظاہر ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نماز میں امام صرف اس صورت میں مانتے جب یہ اس بات پر یقین رکھتے کہ وہ سچے نبی ہیں۔

اللہ تعالی نے یہود کی سرزنش کی کہ میری آیات کو کم قیمت مت بیچو یعنی ایمان کا سودا نہ کرو۔ مال و دولت کے چکر میں حق کو مت چھپاؤ۔ افسوس امت مسلمہ کے بعض گمراہ لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالی نے یہ آیت اہل کتاب کے لئے اتاری ہیں امت مسلمہ کے لئے نہیں۔ بعض اور جاہلوں نے کہا کہ اللہ تعالی نے کہا ہے کہ آیات کو کم قیمت مت بیچو لہذا قرآن کی قیمت زیادہ لگائی جائے اور اس کو مہنگا بیچا جائے۔ اس قسم کے فتووں کے بعد ان لوگوں نے تفاسیر کو، قرآن کو مہنگے کاغذ پر پرنٹ کر کے بیچا۔ اصولا ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ قران کو پرنٹ کرے اور عوام میں مفت تقسیم کرے۔ آیات اللہ کو بیچنا ایک سنگین جرم ہے

اور صبر سے اور نماز سے مدد لو اور یہ بڑی بات
ھے الا یہ کہ ڈرنے والے ھوں 45 وہ جو دعوی
کرتے ھیں کہ وہ اپنے رب سے ملیں گے اور وہ اسی
کی طرح لوٹیں گے 46 اے بنی اسرائیل یاد کرو
میری نعمت جو میں نے تم پر کی اور میں نے تم
کو عالمین میں فضیلت دی 47 اور ڈرو اس دن
سے جس میں کوئی نفس کسی دوسرے نفس کو
کسی چیز پر بھی بدلہ نہ دے سکے گا ، اور نہ ان
کے لئے شفاعت و سفارش قبول ھو گی ، اور نہ ان
سے معاوضہ لیا جائے گا ، اور نہ ان کی مدد کی
جائے گی 48 اور جب ھم نے تم کو آل فرعون
سے نجات دی جو تم کو بد ترین عذاب دیتے تھے
، تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے اور تمہاری عورتوں
کو زندہ رھنے دیتے ، اور اس میں تمہارے رب کی
طرف سے تمہاری عظیم آزمائش تھی 49 اور جب
ھم نے تمہارے لئے سمندر کو چیر دیا ، پس ھم نے
تم کو نجات دی اور آل فرعون کو غرق کیا اور تم
اس کو دیکھ رھے تھے 50

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ
(٤٥) الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ
رَاجِعُونَ (٤٦) يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ
عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (٤٧) وَاتَّقُوا يَوْماً لَا
تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئاً وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا
يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ (٤٨) وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ
مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ
وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ
(٤٩) وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ
فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ (٥٠)

[تفسیر آیۃ 45تا50] اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ ایمان کے لیے صبر و نماز سے مدد لیں، اگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح راستے پر ہیں۔

پس اللہ (یھوی عبرانی میں، آرامی زبان میں الٰہ یا الٰاہ) Alaha سے دعا کریں اور اس سے مدد طلب کریں۔ شاید کہ وہ اس طرح جان لیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی سچے نبی ہیں-- قرآن میں انہی تعلیمات کا اعادہ کیا گیا ہے جو اہل کتاب کو پہلے سے معلوم ہیں مثلا کتاب زبور 49:7 میں کہا گیا ہے: کوئی بھی کسی دوسرے کی جان چھڑا نہیں سکتا اور نہ ہی اللہ کو ان کے لئے تاوان دے سکتا ہے۔

لفظ فرعون عبرانی کا لفظ نہیں ہے بلکہ یہ مصریوں کی زبان کا لفظ ہے- قدیم مصری زبان کی ڈکشنری کے مطابق پیرااون (عربی میں فرعون) کا مطلب شاہ اون شہر ہے- شہر اون قدیم مصر کا شہر تھا اور بعد میں یونانی دور میں اس شہر کا نام Helipolis پڑ گیا- آجکل اس شہر کو عین الشمس کہا جاتا ہے اور یہ قاہرہ کے اندر ایک علاقہ ہے-اون شہر کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں اوتاد یا ستون تھے جو کیل نما تھے اور اسی لئے قرآن میں اس کو فرعون ذی الاوتاد کہا گیا ہے

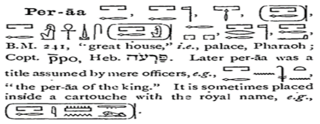
Per-āa , , , , , , B.M. 241, "great house," *i.e.*, palace, Pharaoh; Copt. p̄po, Heb. פַּרְעֹה. Later per-āa was a title assumed by mere officers, *e.g.*, , "the per-āa of the king." It is sometimes placed inside a cartouche with the royal name, *e.g.*, .

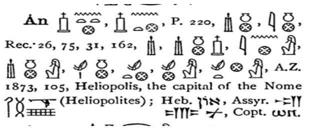
Ån , , P. 220, , , Rec. 26, 75, 31, 162, , , , , , , , A.Z. 1873, 105, Heliopolis, the capital of the Nome (Heliopolites); Heb. אוֹן, Assyr. , Copt. ωn.

اور جب ھم نے موسی سے چالیس رات کا وعدہ کیا پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو لے لیا اور تم ظلم کرنے والوں میں سے تھے (51) پھر اس کے بعد ھم نے تم کو معاف کیا کہ تم شکر گذار بنو (52)	وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَى أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ (٥١) ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (٥٢)

[تفسیر اٰیۃ51تا52]

بچھڑے کو بھگوان کے طور پر لیا جاتا تھا کیونکہ مصر میں اس کی پوجا ایپس بیل کے نام سے مندروں میں کی جاتی تھی۔ میمفس کے علاقے میں ایپس بیل (یا نر بچھڑا) کی پوجا کی جاتی تھی اور اسے انسانوں اور دیوتا پتا (بعد میں اوسیر س، پھر اتم کے نام سے جانا جاتا تھا) کے درمیان سفارشی سمجھا جاتا تھا۔ مصر میں اس نر بچھڑے کے مندروں احترام کیا جاتا تھا. اس کے پروہتوں کو اوریکل یا کاہن کے طور پر بھی سمجھا جاتا تھا۔ بچھڑے کی دم کی حرکات سے پیشگوئیوں لی جاتی تھیں۔ مصری عقیدہ رکھتے تھے کہ بچھڑے کا سانس، انسانی بیماریوں کا علاج ہے، اور اس کی موجودگی آس پاس کے لوگوں کو مردانہ صلاحیت سے نوازتی ہے۔ بالائی مصر میں مصری گائے کی دیوی جس کا نام بٹ (یا باٹا) تھا اس کی پوجا بھی کی جاتی تھی۔۔ نئی مصری بادشاہت میں گائے اور دیوی ہتھور آپس میں ضم ہو گئیں تھیں۔ الغرض بنی اسرائیل جب مصر میں غلامی میں تھے تو ان عقیدے کی طرف راغب ہوئے اور بیل یا بچھڑے کی پوجا کرنے لگے۔ سورۂ طہ وبقرہ میں بچھڑے کا واقعہ بیان ہوا ہے اور اس کو قوم موسی کے گروہ کا عمل بتایا گیا ہے۔-یہی وجہ ہے کہ اس گھناؤنے عمل میں ملوث افراد کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔ قرآن نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ بنی اسرائیل بچھڑے کو ذبح کرنے سے ڈرتے تھے ۔ سورۂ طہ میں ارشاد ہوا ہے کہ سامری نے اس بچھڑا بت کی تخلیق تھی۔ عبرانی بائبل میں بھی عجل یعنی بچھڑے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس کا مطلب نر بچھڑا ہے البتہ اب زیادہ مشہور گولڈن کالف کے نام سے ہے۔ بحیرہ احمر کو پار کرنے والوں میں بچھڑے کے پجاری بھی شامل تھے اور ان بتوں کی پوجا کوئی ایسا خیال نہیں تھا جو ان کے لئے نیا ہو۔ البتہ چونکہ تمام بنی اسرائیل مصر سے خروج کر رہے تھے یا غلام بغاوت کر رہے تھے اس لئے سب ایک ساتھ نکلے—اغلبا بچھڑے کے پجاری سمجھتے تھے کہ اگر وہ مصر میں رہ گئے تو آل فرعون ان کو نہ بخشیں گے

وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (53)
وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ
بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ذَلِكُمْ
خَيْرٌ لَكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ
(54) وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى نَرَى
اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ (55) ثُمَّ
بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (56)

اور جب ہم نے موسی کو کتاب و الفرقان دیا تاکہ
تم ہدایت پاؤ (53) اور جب موسی نے اپنی قوم سے
کہا : اے قوم تم نے بچھڑا لے کر اپنے اوپر ظلم کر
لیا ہے پس اپنے رب کی جانب توبہ کرو ، اپنے ہی
نفوس کو قتل کرو ، یہ تمہارے رب کی جناب میں
تمہاری توبہ لئے بہتر ہے ، تو وہ تمہاری توبہ قبول
کرے گا بے شک وہ تواب و رحیم ہے (54) اور
جب تم نے کہا اے موسی ہم تو تم پر ایمان نہ لائیں
گے جب تک کہ ہم اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں ،
پس کڑک نے تم کو آن لیا اور تم (بجلیاں) دیکھ
رہے تھے (55) پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد
واپس تم کو زندہ کیا کہ شکر کرو (56)

[تفسیر اٰیۃ 53تا56] لفظ توریت نہ عبرانی کا لفظ ہے نہ عربی کا بلکہ یہ مصریوں کی زبان کا لفظ ہے- قدیم مصری زبان کی ڈکشنری کے مطابق تورات کا مطلب عصا ہے

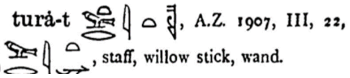
turȧ-t, A.Z. 1907, III, 22,
, staff, willow stick, wand.

اللہ تعالی نے اصلی تورات کو فرقان کہا ہے۔ یہ صفت قرآن کی بھی ہے- اور دونوں کتابیں حق و باطل کو الگ کر دیتی ہیں- بنی اسرائیل کو تورات ملی اور اس کا موازنہ وہ مصری و کنعانی مذہب سے کر کے جان سکتے تھے کہ باطل کیا ہے- تاہم وہ بچھڑے کی پوجا میں اس قدر مشغول تھے کہ وہ بھول گئے کہ موسیٰ ان کو مصر سے لے کر نکلے تھے۔ جب موسیٰ پتھر کی الواح لے کر واپس آئے تو تلمود کے مطابق تورات لوح کے دونوں جانب لکھی ہوئی تھی اور اس کے بعض حروف چمک رہے تھے- لیکن جب موسی علیہ السلام نے ان کو شرک کرتے دیکھا تو اپنے بھائی ہارون (ہارون علیہ السلام) کو ان کے سر اور داڑھی کے بالوں کے ساتھ کھینچا (سورۂ طہ) اور الواح غصے میں پھینک دیں- سنن ابو داود کی روایت ہے

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «أُوتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي الطُّوَلِ، وَأُوتِيَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام سِتًّا، فَلَمَّا أَلْقَى الْأَلْوَاحَ، رُفِعَتْ ثِنْتَانِ، وَبَقِيَ أَرْبَعٌ

موسیٰ علیہ السلام کو چھ بار بار پڑھی جانے والی آیات دی گئیں (بچھڑے کی پوجا کے اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب پر) چھ اہم آیات کے دو حصے آسمان کی طرف چلے گیا اور صرف چار حصے باقی رہ گئے۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَى كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (٥٧) وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ (٥٨) فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (٥٩)

اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کر دیا اور تم پر من و سلوی اتارا - ہم نے جو پاک رزق تم کو دیا اس میں سے کھاؤ - ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ یہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے (57) اور جب ہم نے کہا: اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے چاھو کھا لو اور الباب میں سجدہ کرتے داخل ہونا اور کہنا حطہ ، تو ہم اس پر تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور احسان کرنے والوں کو اور دیں گے (58) پس ظالموں نے اس قول کو بدل دیا جو ان کو کہنے کو کہا گیا تھا ، پس ہم نے آسمان سے عذاب ظالموں پر نازل کیا ، اس فسق کی بنا پر جو انہوں نے کیا (59)

[تفسیر آیۃ 57تا59] اللہ تعالی نے حکم دیا کہ صدر دروازے الباب سے جب داخل ہو تو کہنا حِطَّةٌ-اس لفظ کا عبرانی میں ترجمہ گناہ ہے اور توریت میں متعدد مقام پر یہ لفظ گناہ Hatta کے لئے استعمال ہوا ہے–قوم موسی کے شریروں نے اس لفظ کو بدل کر حِنْطَةٌ کر دیا یعنی گندم کا دانہ-اس طرح حکم الہی کا تمسخر اڑاتے یہ جب شہر میں داخل ہوئے تو ان پر عذاب نازل ہوا

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سجدہ کی تفسیر آئی ہے کہ یہاں سجدہ سے مراد رکوع والی کیفیت ہے- تفسیر طبری میں ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: "فِي قَوْلِهِ: ادْخُلُوا الْبَابَ [ص:715] سُجَّدًا [النساء:154] قَالَ: أُمِرُوا أَنْ يَدْخُلُوا رُكَّعًا

اسی طرح مروی ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا [البقرة:58] قَالَ: فَدَخَلُوا عَلَى أَسْتَاهِهِمْ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ

سر جھکا کر داخل ہو

وَإِذِ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ
فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْناً قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ
كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ
(٦٠) وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَنْ نَصْبِرَ عَلَى طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ
لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا
وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَى
بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ وَضُرِبَتْ
عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ
كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَلِكَ
بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ (٦١)

اور جب موسی نے اپنی قوم کے لئے بارش کی دعا
کی - ہم نے کہا : چٹان پر ضرب لگاؤ پس اس میں
سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے - ہر شخص کو معلوم ہو
گیا کہ اس کے پینے کی جگہ کیا ھے - کھاؤ ، پیو
اللہ کے رزق میں سے اور زمین پر فسادی مت بنو
60 اور جب تم نے موسی سے کہا کہ ہم ایک
ھی کھانے پر صبر نہیں کر سکتے ، پس اپنے رب
سے ھمارے لئے دعا کرو کہ زمین میں سے سبزی ،
ککڑی ، لہسن ، دال اور پیاز نکالے - فرمایا : کیا
تم اعلی کو ادنی سے بدل رہے ہو ؟ جاؤ مصر جاؤ
- وھاں تم مل جائے گا جس کا تم نے سوال کیا
- اور ذلت و مسکنت ان پر طاری کر دی گئی اور
وہ واپس اللہ کے غضب میں چلے گئے - یہ اس لئے
کہ یہ آیات اللہ کا کفر کرتے تھے اور انبیاء کو بلا
کسی حق کے قتل کرتے تھے ، یہ اس لئے کہ یہ
گناہ کرتے اور حد سے نکل گئے تھے 61

[تفسیر اٰیۃ60تا61]

بائبل کی کتاب خروج 37:12-38 کے مطابق، بنی اسرائیل تقریبا چھ لاکھ مرد تھے، خواتین اور بچوں کے علاوہ، اور بہت سے غیر اسرائیلی (خروج 37:12-38)- کتاب گنتی میں مزید مبالغہ آمیز تفصیل دی گئی ہے کہ 20 سال اور اس سے زیادہ عمر کے 603،550 مرد اور ان کی 600،000 سے زیادہ بیویاں، بچے، بوڑھے اور غیر اسرائیلیوں کی مخلوط تعداد تھی (گنتی 1:46)۔ سینا میں پانی جلد ہی ختم ہو گیا- پیاس نہ صرف انسانوں بلکہ مویشیوں کے لئے بھی ایک مسئلہ بن گئی ہو گی۔ ساتھ ہی بنی اسرائیل ایک ہی کھانا (من و سلوی) روز کھا کر تنگ آ گئے- اغلبا مصری غلامی کی وجہ سے بیشتر بنی اسرائیل سبزی خور بن گئے تھے۔ لیکن وہ یہ بھول گئے کہ اللہ نے انہیں دوسروں میں سے منتخب کیا، انہیں اپنی نشانیاں دکھائی ہیں، یہاں تک کہ ان کے لئے سمندر کو شق کیا

وہ جو ایمان لائے اور جو یہودی اور نصرانی اور صَّابِئِیْن ہوئے ، ان میں سے جو اللہ پر ، یوم آخرت پر ایمان لائے اور عمل صالح کیا تو پس ان کے لئے ان کے رب کی طرف سے اجر ھے - ان کے لئے نہ خوف ھے نہ یہ غم زدہ ھوں گے (62) اور جب ھم نے تم سے میثاق لیا اور طور کو تمھارے اوپر بلند کیا - قوت کے ساتھ پکڑو اس کو جو ھم نے دیا اور اس میں جو ھے اس کو یاد رکھو ، تاکہ تم ڈرو (63) پھر تم اس کے بعد اس سے پلٹ گئے اور اگر تم پر اللہ کا فضل و رحم نہ ھوتا تو تم خسارے میں ھوتے (64) اور بلاشبہ تم جانتے ھو کہ تم میں وہ جنھوں نے سبت کے دن زیادتی کی ، ان سے ھم نے کہا : ھو جاؤ بندر ذلیل ! (65) پس ھم نے عبرت بنا دیا ، اگلوں و پچھلوں کے لئے اور ڈرنے والوں کے لئے نصحت بنا دیا (66)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (٦٢) وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (٦٣) ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ (٦٤) وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ (٦٥) فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ (٦٦)

[تفسیر آیۃ62تا66]

اللہ تعالی قرآن سورہ المائدہ میں کہتا ہے کہ وہ یہودی، نصرانی، صابی میں سے ان کو معاف کرے گا جو اللہ تعالی اور روز جزا پر ایمان لائیں گے اِنَّ الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ ھَادُوۡا وَالصَّابِئُوۡنَ وَالنَّصَارٰی مَنۡ آمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ

بے شک مسلمان اور یہودی اور صابئ اور عیسائی جو کوئی بھی اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور نیک کام کیے تو ان پر کوئی خوف نہیں ہو گا اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔

سورہ حج 17 میں ہے کہ یہودی، نصرانی، صابئی، مجوسی، مشرکین سب کا فیصلہ اللہ کرے گا

اِنَّ الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ ھَادُوۡا وَالصَّابِئِیۡنَ وَالنَّصَارٰی وَالۡمَجُوۡسَ وَالَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡا اِنَّ اللّٰہَ یَفۡصِلُ بَیۡنَھُمۡ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَھِیۡدٌ

بے شک اللہ مسلمانوں اور یہودیوں اور صابیوں اور عیسائیوں اور مجوسیوں اور مشرکوں میں قیامت کے دن فیصلہ کرے گا، بے شک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

اس آیت کا تعلق دور فترت الوحی سے ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کے سال- اس دور میں یقیناً بہت سے مومن تھے جو ابرہیم علیہ السلام کی طرح صحیح عقیدے پر تھے، لیکن ان کا ان ادیان و شرع سے بھی تعلق تھا- وہ مسجد سلیمان و ہیکل میں عبادت کرتے تھے- ان

کے بارے میں بتایا جارہاہے کہ یہ لوگ محشر میں غم کا شکار نہ ہوں گے۔[1] یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل گزرے ہوں گے۔بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار قرآن کی دوسری آیات سے معلوم ہے کہ اخروی کامیابی کے لئے ضروری امر ہے۔اللہ نے خبر دے دی ہے کہ وہ شرک کو معاف نہیں کرے گا اس دین سے جو روز الست سے چلا آرہا ہے، الگ ہو جانے والے فرقہ ہیں۔اس طرح اللہ تعالی یہودیت و نصرانیت کو الگ دین نہیں بلکہ اسلام ہی قرار دیتا ہے۔سورہ ال عمران 19 میں ہے

بے شک دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے، اور جنہیں کتاب دی گئی تھی انہوں نے صحیح علم ہونے کے بعد آپس کی ضد کے باعث اختلاف کیا، اور جو شخص اللہ کی آیات کا انکار کرے تو اللہ جلد ہی حساب لینے والا ہے۔

اب جب دین ایک ہی قابل قبول ہے تو وہ اسلام ہے۔ صحیح مسلم، باب وجوب إيمان أهل الكتاب برسالة الإسلام میں ہے

حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ أَبَا يُونُسَ، حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ، وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک وہ جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، میرے بارے میں کسی یہودی و نصرانی نے سنا پھر اسی حال میں مرا کہ میرے رسول ہونے پر ایمان نہ لایا وہ اصحاب جہنم میں سے ہے

وہ جنہوں نے اپنے دین میں فرقے کیے اور گروہوں میں بٹ گئے ان سے آپ کا کوئی سروکار نہیں ہے۔ان کا فیصلہ اللہ پر ہے، پھر وہ ان کو بتائے گا کہ انہوں نے کیا کارگزاری کی

عرف عام میں یہودیت، نصرانیت وغیرہ کو ہم الگ دین کہتے ہیں لیکن قرآن کی ڈکشنری میں یہ فرقے ہیں جو اصل صراط سے ہٹ گئے ہیں۔

یہود کے نزدیک توریت آخری منزل من اللہ کتاب ہے اور آخری نبی ملاکی Malachi ہے جس کا دور سن 420 ق م کا کہا جاتا ہے۔راقم کے نزدیک بائبل کی کتاب جو اس نبی ملاکی سے منسوب ہے گھڑی ہوئی ہے۔قتل انبیاء و رسل کو یہودی حلقوں میں فخر و افسوس دونوں طرح بیان کیا جاتا ہے۔یہود کے نزدیک اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ یہود تمام قوموں میں اللہ تعالی کے پسندیدہ ہیں اور اللہ نے ارض مقدس ان کے نام لکھ دی ہے۔یہود کے مطابق ان کے بعض سفہاء وجہلاء نے انبیاء و رسل کا قتل کیا جس کی بنا پر ان پر عذاب آیا جو بابل و اشوری قوم کی طرف سے ان کا حشر اول تھا یعنی یہود کو جمع کیا گیا ان کی زمین سے نکالا گیا۔یہود کے نزدیک حشر دوم عذاب نہیں آزمائش تھا کیونکہ اس دور میں انہوں نے کسی اللہ کے رسول کا قتل نہ کیا (یاد رہے کہ عیسیٰ ان کے نزدیک رسول و پیغبر نہیں ہیں) بلکہ بعض لوگوں نے مسیح کے ظاہر ہونے کا جلد گمان کیا اور وقت سے پہلے ان کے مجاہدوں نے رومی فوج کے خلاف خروج کر دیا یہ سوچ کر کہ دور خروج مسیح آ گیا ہے۔وقت خروج کے تعین میں اس صریح غلطی کی وجہ سے رومی، یہود پر غالب آئے۔ہیکل سلمانی فنا ہو گیا، یہود کا حشر دوم ہوا۔یہود کے مطابق وہ ابھی بھی اللہ کے محبوب ہیں اور جہنم میں نہیں جائیں گے اگر گئے بھی تو سات دن سے زیادہ نہیں جلیں گے۔

[1] یہی اس کی صحیح تفسیر بنتی ہے کیونکہ قرآن میں سورہ المائدہ ہے کہ جس نصرانی نے کہا اللہ تین میں سے ایک ہے اس نے کفر کیا۔

عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہما یہود کے نزدیک جھوٹے انبیاء تھے اسی لئے تلمود کے مطابق عیسیٰ کو رجم کر دیا گیا اور خیبر میں ہمارے نبی کو زہر دیا گیا جو احمق راویوں نے بیان کیا کہ اسی کے زیر اثر وفات النبی ہوئی جبکہ یہ جھوٹ ہے

قرآن میں اس کا صریح رد کے کہ عیسیٰ کا قتل ہوا— قرآن میں ہے کہ عیسیٰ کا رفع ہوا، ان کو زندہ حالت نیند میں آسمان پر اٹھا لیا گیا—

اگرچہ موجودہ دور کے یہود اس کے انکاری ہیں کہ عزیر ابن اللہ تھا لیکن وہ یہ ضرور مانتے ہیں کہ عزیر نے معدوم توریت کو اشوری میں لکھا اور اس سوال کا جواب نہیں دیتے کہ آخر عزیر جو نبی بھی نہ تھا اس کو اشوری میں توریت کس نے القا کی

صابئ/الصابئين/الصابئون Sabians کے نزدیک ان کا مذھب شیث بن آدم و نوح علیہما السلام سے آتا ہے- آجکل یہ عراق میں آباد ہیں- صابئیوں کے ہاں بہتا پانی (الماء الجاری) زندگی ہے لہذا یہ مقدس نہروں دجلہ و فرات کے پاس رہتے ہیں- صابئ کہتے ہیں کہ ان کے مذھب کا نام صبغ سے تھا یعنی پانی میں بپتسمہ دینا لیکن غلط العام میں یہ بدل کر صابئ ہو گیا— بعض مفسرین نے کہا کہ لفظ صابئ کا تعلق اولاد ادریس سے ہے متوشلخ بن إدريس عليه الصلاة والسلام، وكان علي الحنيفية الأولى یہ ادریس علیہ السلام کی نبوت کے بھی قائل ہیں- کہا جاتا ہی کہ ان کے نزدیک آخری پیغمبر یحیی علیہ السلام تھے اور آخری منزل من اللہ کتاب زبور ہے— یہ لوگ عراق میں آج بھی آباد ہیں- صابئ مذھب کی اصل تحاریر نبطی زبان میں ہیں البتہ ان کے تراجم عربی میں موجود ہیں- صابئ اپنے عقائد کو سر عام بیان نہیں کرتے یعنی ان کے مذھب قبول کروانے والی مشنریاں/ تبلیغی گروہ نہیں ہیں جیسی اسلام و نصرانیت میں ہیں آجکل صابئیوں کو Mandaeism المندائیۃ بھی کہا جاتا ہے— ان کی مقدس کتاب کا نام کنزا ربا Ginza Rba ہے جو آرامی میں ہے صابئیوں یا المندائیۃ کے نزدیک صوم صغیر ہے کہ تیس دن تک کسی بھی ذی روح پر مبنی کھانا نہیں کھاتے- تین وقت کی نماز (اشراق، ظہر اور مغرب) پڑھتے ہیں جو وضو کے بعد پڑھی جاتی ہے جس میں صرف قیام و سجود ہوتا ہے— ان کا قبلہ قطب شمالی ہے— یہ اپنے اپ کو نصرانیوں سے الگ کرتے ہیں اور ہر ہفتہ کے دن بپتمسہ لیتے ہیں- اللہ کو واحد کہتے ہیں- آجکل یہ عراق میں ہی آباد ہیں- ابتداء کے حساب سے الصابئین کا آغاز مصر سے ہوتا ہے— وہاں ادریس علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لانے والے موحد اصل میں الصابئین تھے— یہ بت پرستی کے خلاف تھے— اس طرح صابئ اور حنیف لوگوں میں مماثلت تھی— دونوں موحد تھے اور بت پرستی کے خلاف تھے- السراج المنير في الإعانة على معرفة بعض معاني كلام ربنا الحكيم الخبير از شمس الدين، محمد بن أحمد الخطيب الشربيني الشافعي (المتوفى: 977ھ) میں ہے وما سموا صابئين إلا لأنهم صبؤوا عن الأديان كلها أي خرجوا صابئین کو نام دیا گیا کیونکہ انہوں نے ادیان سے صبؤوا کیا یعنی ان سب ادیان سے نکل گئے حنیف مذھب والے کسی بھی دین پر نہیں تھے- یہ موحد تھے- اس وجہ سے ان میں اور صابئین میں مماثلت تھی مصر میں الصابئین کا ایک فرقہ گمراہ ہوا اور اس نے اللہ تعالی کے ساتھ نجوم کی پرستش شروع کر دی- غرائب التفسير وعجائب التأويل از محمود بن حمزة بن نصر، أبو القاسم برهان الدين الكرماني، ويعرف بتاج القراء (المتوفى: نحو 505ھ) میں ہے كان فرعون يتعاطى مذهب الصابئين، وإنهم يعبدون النجوم فرعون، الصابئین کے مذھب پر چلتا تھا اور یہ ستاروں کی پوجا کرتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے سمجھا کہ کائنات کو کوئی الہ کنٹرول کر رہے ہیں- ال فرعون نے اللہ کو الہ موسی کہا اور کہتے کہ دعا کرو کہ یہ وبا ہٹا دے- اس طرح ال فرعون اللہ تعالی کے وجود و قدرت کے قائل تھے البتہ یہ باقی الصابئین و حنیف گروہوں سے الگ ہو چکے تھے- اس طرح دربار فرعون مصر میں حنیف عقیدہ والے تھے جن میں سورہ مومن کا رجل مومن بھی تھا جو مصلحتا تقیہ کر رہا تھا- ال فرعون کو خوب معلوم تھا کہ موسی (علیہ السلام) سے پہلے مصر میں یوسف (علیہ السلام) بھی اللہ کا نبی تھا- صابئیوں کو روحانیون بھی کہا جاتا تھا— راقم سمجھتا ہے کہ ال فرعون اسی عقیدہ پر تھے- یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو چیز بھی آسمان میں ہے اور زمین پر آتی ہے اس کی روح ہے مثلا شہاب یا قوس قزح یا ستاروں و سیاروں میں روح ہے اور اہرام مصر انبیاء

کی قبروں کے اوپر تعمیر کیے گئے ہیں- حنیف مذھب والے اس قسم کا تصور نہیں رکھتے تھے کہ ستاروں سے روح زمین پر آتی ہے- آجکل کے صابی اپنے عقیدہ کو مشرکوں سے الگ کرتے خود کو موحد کہتے ہیں—

صابئیوں کی ایک بستی تستر یا شوشتر فارس میں بھی آباد تھی- البیرونی کی الاثار الباقیہ کے مطابق یہ یہودی قبائل تھے جو غلام بنا کر بابل لائے گئے تھے، وہاں یہ جادو و کہانت سے متاثر ہوئے، اصل توریت کو کھو بیٹھے- البیرونی نے اس طرح تمام صابئیوں کو مشرک کہہ دیا ہے، راقم اس رائے سے متفق نہیں ہے-

صابئیوں پر اہل سنت کے پاس تحریری معلومات کا مصدر صرف ایک کتاب ہے جس کا نام ہے
الفلاحة النبطية یا الزراعة النبطية The Nabataean Agriculture ہے- جو أبو بكر أحمد بن علي بن قيس المعروف ابن وحشية النبطي کی تالیف ہے- کہا جاتا ہے کہ یہ سن 291ھ میں لکھی گئی تھی- یہ کتاب صلاح الدین ایوبی کے طبیب یہودی حبر میمونید Maimonides کے پاس بھی تھی اور اس نے بھی اس کے حوالے اپنی کتب میں دیے ہیں—ابن وحشیہ کے دور میں یہ الحران میں آباد تھے اور ان کو نبطی مذھب کہا جاتا تھا —تب سے لے کر آج تک صرف ان پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی— صرف شہرستانی و ابن حزم نے سرسری تبصرے کیے ہیں- ابن وحشیہ کے مطابق صابئی کہتے ہیں کہ ہیکل سلیمانی کے مقام پر ایک مندر تعمیر انبیاء سے پہلے سے موجود تھا جو مریخ کا مندر تھا اور طاموز Dumuzid/Tammùz کا بت اس میں نصب تھا جو انات (عربي ديوي المناة) کا عاشق تھا-
موسوعة الملل والأديان میں عَلوي بن عبد القادر السقاف نے ذکر کیا کہ
وقد أفتى أبو سعيد الاصطخري بأن لا تقبل الجزية منهم ونازعه في ذلك جماعة من الفقهاء.
أبو سعيد الاصطخري نے فتوی دیا کہ صابئیوں کا جزیہ قبول نہیں جس پر فقہاء کی ایک جماعت نے اس پر اس سے جھگڑا کیا
دَرْجُ الدُّرر في تَفِسيِر الآيِ والسُّوَر از أبو بكر عبد القاهر بن عبد الرحمن بن محمد الفارسي الأصل، الجرجاني الدار (المتوفى: 471ھ) میں ہے
والصّابئون: أهل كتاب عند أبي حنيفة تحلّ منا كحتهم وذبائحهم
صابئی، امام ابو حنیفہ کے نزدیک اہل کتاب ہیں ان سے نکاح اور ان کا ذبیحہ حلال ہے
امام شافعی کا موقف عجیب و غریب ہے- ان کے نزدیک یہ اہل کتاب ہیں لیکن ذبیحہ حلال نہیں ہے
مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه از إسحاق بن منصور بن بهرام، أبو يعقوب المروزي، المعروف بالكوسج (المتوفى: 251ھ) میں ہے
قال إسحاق: لا بأس بذبائح الصابئين لأنهم طائفة من أهل الكتاب
إسحاق بن راهويه نے کہا الصابئين کے ذبیحہ میں کوئی برائی نہیں یہ اہل کتاب کا ایک طائفہ ہیں
کتاب غرائب التفسير وعجائب التأويل از محمود بن حمزة بن نصر، أبو القاسم برهان الدين الكرماني، ويعرف بتاج القراء (المتوفى: نحو 505ھ) میں ہے
والصابئون مقدمون على النصارى في الزمان، لأنهم كانوا قبلهم
صابئی، نصرانیوں سے بھی پہلے کے ہیں
أخرج ابْن أبي حَاتِم عَن أبي الزِّنَاد قَالَ: الصابئون قَالَ: الصابئون مِمَّا يَلِي الْعرَاق وهم بكوثى يُؤمنُونَ بالنبيين كلهم

أَبِي الزِّنَادِ نے کہا صابئ عراق میں کوثی میں ہیں اور یہ تمام انبیاء پر ایمان لاتے ہیں
کوثی اصل میں ابراھیم علیہ السلام کا شہر ہے
قرآن سورہ الحج میں ہے

الذين أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللهِ كَثِيرًا وَلَيَنصُرَنَّ اللهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ

اس میں صلوات بعض مفسرین کے مطابق مسَاجِد الصابئین ہیں

مجوس کے نزدیک آخری نبی فارس میں زرتشت تھے–ان کے اقوال کا مجموعہ اوستا ہے- مقدس آگ، رب نہیں ہے، مظہر الٰہی ہے، قبلہ نما ہے جس کو مخصوص طریقہ سے جلایا جاتا ہے- مجوس کا لفظ اصل میں فارسی میں مگوس ہے (جو معرب ہوا تو مجوس ہوا)-مگوس سے ہی میگی Magi کا لفظ نکلا ہے یعنی آتش پرست–نصرانیوں کے نزدیک یہ علم ہیت سے واقف تھے اور انجیل میں ذکر ہے کہ پیدائش عیسیٰ پر ستارہ بیت لحم پر ظاہر ہوا اور تین مگوس وہاں اس ستارہ کو دیکھتے دیکھتے پہنچے (گویا مجوس بھی منتظر مسیح تھے) پھر انہوں نے تحائف عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کیے جس طرح ایک بادشاہ کو دیے جاتے ہیں-انگریزی میں میگی کا لفظ میجی بھی ہوا اور اسی سے میجک یعنی جادو کا لفظ نکلا ہے-دور عمر میں فتح فارس کے موقعہ پر ایک روایت کے مطابق مجوس کے علماء کو جادوگر قرار دے کر قتل کر دیا گیا تھا-امام شافعی نے مجوس سے جزیہ لینے کا ذکر کیا ہے-دیگر فقہاء نے مجوس و صابئیوں کا شمار اہل کتاب میں کیا ہے ان کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے مجوس کے مطابق ہیکل سلیمانی پر معبد سب سے پہلے فارس کے ضحاک نے بنایا تھا-الملل والنحل از أبو الفتح محمد بن عبد الكريم الشهرستاني (المتوفى: 548ھ) میں ہے بیت المقدس الذي بناه داود وأتمه سليمان عليهما السلام، ويقال إن سليمان هو الذي بناه، والمجوس يقولون إن الضحاك بناه بیت المقدس کو داود نے بنایا اور سلیمان نے مکمل کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سلیمان نے ہی بنایا- مجوس کہتے ہیں اس کو الضحاک نے بنایا ضحاک کا ذکر قدیم فارسی داستانوں میں ہے–کہا جاتا ہے یہ افریدون یا ذوالقرنین کے دور کا ہے-ضحاک معرب ہے اصل نام فارسی میں ہے Azhi Dahaka اژی دھاک-ضحاک ایک منفی کردار ہے اغلبا اسی وجہ سے اس حوالے کو بیان نہیں کیا جاتا-

نصرانی (اللہ کی پناہ) کہتے ہیں کہ عیسیٰ رب ہے–اللہ کا ایک جز (الروح آیلوھم / نور) عرش سے زمین تک آیا-ایک عورت کو حمل رکھوا دیا اور پھر اس کا وجود کا حصہ عالم بشری میں پیدا ہوا-اس طرح عیسیٰ کو رب کہتے ہیں-- عربی نصرانی اس کو لاھوت کا ناسوت میں جانا کہتے ہیں-آج کل یہی نصرانی مذھب ہے دور نبوی میں یا اس سے پہلے ایک فرقہ تھا جو کہتا تھا کہ عیسیٰ اللہ کا منہ بولا بیٹا تھا، انسان ہی تھا لیکن یہ فرقہ عام نصاری کے نزدیک بدعتی تھا اور اب معدوم ہے-قرآن میں اس کا بھی رد ہے نصرانیوں کے نزدیک اللہ تعالی خود کو تین اقانیم ثلاثہ میں منقسم کرتا ہے–قرآن کے مطابق اللہ تعالی کے تین ٹکڑے کرنا کہ کہنا کہ رب تعالی: روح القدس اور عیسیٰ اور اللہ ہے–یہ کفر ہے اور اس میں شرک بھی ہے-اس عقیدے کو سورہ المائدہ میں کفر کہا گیا ہے کہ نصرانیوں نے کہا اللہ تو اب تین میں سے ایک ہے- یہ عقیدہ آجکل تمام نصرانیوں کا ہے سوال اٹھتا ہے کہ اگر یہی عقیدہ صحیح تھا تو اللہ تعالی نے توریت میں اس کا ذکر کیوں نہ کیا؟ اس اشکال کا جواب نصرانی علماء اس طرح دیتے ہیں کہ یہود کی کم عقلی کی وجہ سے اصل مذھب موسی نے توریت میں نہیں بتایا تھا کہ اللہ تین کا ایک ہے بلکہ اس میں ایک ہی رب کا ذکر کیا گیا لیکن اشارات چھوڑے گئے کہ رب منقسم ہوتا ہے–نصرانیوں نے اپنے فلسفہ سے اللہ تعالی کی ذات کے تین حصے کیے اور کہا کہ یہ تین رب نہیں، ایک ہی ہیں، صرف متشکل تین طرح ہوتے ہیں-یعنی اللہ تو ایک

ہی ہے لیکن ظہور الگ الگ ہے-آج کل نصرانی عامیوں کی جانب سے اس کی مثال پانی سے دی جاتی ہے کہ پانی زندگی ہے جو بھاپ ہے، مائع ہے اور برف بھی ہے-اللہ نے اس عقیدے کو کفر کہا نصرانی اپنے مذہب کا شمار Monotheism یا توحیدی مذہب میں کرتے ہیں—جو ان کی خود فریبی ہے-یعنی یہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ کی تین شکلیں یا ظہور یا تجلیات ہیں لیکن اس کو ایک ہی رب بھی کہتے ہیں-نصرانی عبادت میں پطرس کا اور اپنے اولیاء کا وسیلہ بھی لیتے ہیں-پوپ ویٹی کن میں موجود قبر پطرس کو سجدہ کرتا ہے

ابن حزم کے مطابق سورہ آل عمران کی آیت نمبر 85 سے آیت 62 منسوخ ہو گئی ہے۔

لفظ طور کا مطلب سریانی اور نبطی زبانوں میں پہاڑ ہے۔ بائبل میں لفظ طور کتاب دانیال میں بھی آیا ہے۔ قرآن نے دوسری جگہ طور سینا کا استعمال کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طور سینا میں پہاڑ تھا۔

بابلی تلمود میں ربیوں سے روایت کیا گیا ہے کہ کوہ طور کو انسانی سروں پر اٹھایا گیا تھا [۱] -توریت کی ایک آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے بولے: اور وہ طور کے آخری حصے پر کھڑے تھے۔ربی دیمی، ربی حمانے کہا: یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ اللہ نے اسرائیل کے اوپر پہاڑ کو غار کی طرح بند کر دیا اور ان سے کہا: اگر تم توریت قبول کرو گے تو یہ تمہارے ساتھ اچھا ہو گا، لیکن اگر نہیں تو تمہیں اپنی قبر مل جائے گی۔

توریت کی کتاب استثناء کی ایک آیت 31:27 میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: میں جانتا ہوں کہ تم کتنے سرکش اور ضدی ہو۔اگر تم خداوند کے خلاف سرکشی کرتے ہو جب تک میں زندہ ہوں اور تمہارے ساتھ ہوں، لیکن تم میرے مرنے کے بعد کتنی بغاوت کرو گے ؟'' اس آیت پر اہل کتاب کے علماء نے وضاحت کی کہ موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے سبت کے اصولوں کی خلاف ورزی کی تھی جس کی وجہ سے وہ بندروں میں تبدیل ہو گئے تھے۔وہ روحوں سے انسان تھے لیکن بندروں میں تبدیل ہو گئے تھے [۲]

---

[۱] **Babylon Talmud Tractate: ‘Abodah Zarah Chapter, One**

[۲] **Legends of the Jews Chapter, III the: Ten Generations** یہودیوں کا خیال تھا کہ کچھ انسانی نسلیں بندروں کی طرح ہیں:" اس طرح انوخ کی نسل سب سے پہلے بت پرست تھی ، اور ان کی حماقت کی سزا میں زیادہ دیر نہیں ہوئی ۔ خدا نے سمندر کو اس کی حدود سے تجاوز کر دیا اور زمین کا ایک حصہ سیلاب میں ڈوب گیا۔ یہ وہ وقت تھا جب پہاڑ چٹان بن گئے اور انسانوں کی لاشیں سڑنے لگیں۔ اور پھر بت پرستی کے گناہ کا ایک اور نتیجہ یہ ھوا کہ آنے والی نسلوں کے مردوں کے چہرے اب خدا کی شبیہہ میں نہیں تھے، جیسا کہ آدم، سیتھ اور انوخ کے چہرے تھے۔ وہ سینٹور اور بندروں سے ملتے جلتے تھے ، اور شیطانوں نے انسانوں سے اپنا خوف کھو دیا۔ ``

اور جب موسی نے اپنی قوم سے کہا : بے شک
اللہ تم کو حکم کرتا ھے کہ گائے ذبح کرو - بولے
: تم ھم سے مذاق کر رھے ھو ! موسی نے کہا :
اللہ کی پناہ کہ میں جاھلوں میں سے ھو جاؤں (67)
بولے : ھمارے لئے اپنے رب کو پکارو کہ ھم پر
واضح کرے کہ یہ کون سی گائے ھے - فرمایا : "
وہ کہتا ھے یہ گائے نہ تو بوڑھی ھے نہ جوان ھے
، درمیانی عمر کی ھے ، پس کرو جو حکم کیا گیا ``
(68) بولے : ھمارے لئے اپنے رب کو پکارو کہ
ھم پر واضح کرے کہ اس کا رنگ کیا ھے - فرمایا :
" یہ تیز زرد رنگ کی گائے ھے ، ایسا شوخ رنگ
کہ دیکھنے والے کا دل خوش ھو جائے `` (69)
بولے : ھمارے لئے اپنے رب کو پکارو کہ ھم پر
واضح کرے کہ یہ کون سی ھے ، گائے تو سب
ایک سی ھی ھیں اور اگر اللہ نے چاھا تو ھم اس
پر ھدایت پا لیں گے (70) فرمایا : " وہ کہتا ھے
: یہ گائے ایسی ھے کہ نہ زمین کو جوتتی ھے، نہ
کھیت کو پانی دیتی ھے ، بالکل اچھی ، بغیر کسی
داغ کے ھے ۔ `` بولے : اب تم نے صحیح بتایا اور
پھر انھوں نے اس کو ذبح کیا ، ورنہ وہ اس کو ذبح
کرنے والے نہ تھے (71)

وَإِذْ قالَ مُوسى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً
قالُوا أَتَتَّخِذُنا هُزُواً قالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجاهِلِينَ
(٦٧) قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ
إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَلِكَ فَافْعَلُوا مَا
تُؤْمَرُونَ (٦٨) قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ إِنَّهُ
يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ (٦٩)
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا
وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ (٧٠) قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ
لَا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ
فِيهَا قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ
(٧١)

[تفسیر آیۃ 67 تا 71]

یہودی عیسائی اسکالر نے ان ماخذ کی تلاش کی جن سے ان کے مطابق قرآن کو نقل کیا گیا ہے۔ اگر انہیں بائبل یا یہودی ربیائی لٹریچر میں کوئی مماثلت نظر آتی ہے تو وہ فورا یہ دعوی کر دیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قصوں کو وہاں سے نقل کیا تھا۔ تاہم، قصہ سبت، بائبل کی کتب میں موجود نہیں ہے لہذا اکثر نصرانی علماء یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ صرف ایک الزام ہے۔ بد قسمتی سے وہ اسے اپنے حلقوں میں اسکالر شپ کہتے ہیں۔

اور جب تم نے ایک نفس کو قتل کیا اورآپس میں الجھ پڑے ، بے شک اللہ اس کو ظاھر کر دے گا جو تم چھپا رہے ھو (72) پس ھم نے کہا : اس (ذبح شدہ گائے) کے بعض (گوشت) سے (میت پر)ضرب لگاؤ - اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ھے اور دکھاتا ھے اپنی نشانیاں تا کہ تم عقل لو (73) پھر اس کے بعد تم سخت دل ھو گئے کہ جیسے پتھر ھو یا اس سے بھی سخت ! اور بے شک بعض پتھر ھیں جن میں سے نہریں پھوٹ نکلتی ھیں اور پتھر ھیں جو چٹختے ھیں تو ان سے پانی نکلتا ھے اور پتھر ھیں جو خوف الہی سے گر جاتے ھیں ، اور بلا شبہ اللہ اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ھو (74)	وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْساً فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ (٧٢) فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَى وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (٧٣) ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (٧٤)

[تفسیر آیۃ 72تا74]

بائبل کی کتاب استثنا 21 میں گناہ کو دور کرنے کا طریقہ کار بیان کیا گیا ہے جس کے مطابق اگر کوئی مردہ میت مل جائے اور کسی کو معلوم نہ ہو کہ کس نے قتل کیا تو شہر کے بزرگ ایک بچھڑے کو وادی میں لے جائیں اور اس کا سر کاٹ دیں اور تمام کہیں: ''ہمارے ہاتھوں نے یہ خون نہیں بہایا اور نہ ہی ہماری آنکھوں نے دیکھا ہے۔''[1]

یہاں قرآن میں بیان ہوا ہے کہ جب کسی ایک خاص قتل پر بارہ قبائل میں جھگڑا ہوا تو اس کا تصفیہ یہ کیا گیا کہ ان کو ایک معجزہ الہی کی خبر دی گئی کہ اگر تم اس قربانی کا گوشت میت کو لگا دو تو میت بتلا دے گی کہ قاتل کون ہے

[1] **21 Deuteronomy**

(اب) تم چاھتے ھو کہ یہ تم پر ایمان لے آئیں !
بیشک ان میں سے ایک گروہ تھا جس نے اللہ کا
کلام سنا اور اسے سمجھنے کے بعد جانتے بوجھتے اس
میں تبدیلی کی۔ (75) اور جب یہ مومنوں سے ملتے
ھیں تو کہتے ھیں کہ ھم ایمان لائے ھیں اور جب یہ
ایک دوسرے کے ساتھ تخلیے میں ھوتے ھیں تو کہتے
ھیں : کیا تم ان (مسلمانوں) کو وہ باتیں بتا دو گے
جو اللہ نے تم پر کھولی ھیں اور وہ تم سے تمھارے
رب کے سامنے لڑیں ، کیا تم سمجھتے نہیں ھو ؟ (76)
کیا ان کو نہیں معلوم کہ جو یہ چھپاتے ھیں اور
ظاھر کرتے ھیں اللہ اس کو جانتا ھے (77)

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ
كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ
(٧٥) وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ
إِلَى بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُمْ
بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (٧٦) أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ
يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ (٧٧)

[تفسیر أیة 75 تا 77]

یہ قرآنی موقف ہے کہ اللہ کی طرف سے بھیجی گئی سابقہ کتابوں میں لوگوں کی طرف سے اضافہ وترمیم کی جاتی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے بھی کہا کہ وہ اپنی کتاب کی پیروی کریں۔

فارسی دور میں عذرا یا عزیر نامی ایک بیوروکریٹ نے آرامی زبان میں تورات کی تدوین کی تھی جیسا کہ بائبل کی کتاب کتاب نحمیاہ میں بیان کیا گیا ہے۔ بعد میں یہودیوں نے اس کی اتنی عزت کی کہ کچھ لوگ اسے ابن الوھم (یا ابن اللہ) تک قرار دے دیا تھا۔ بعض مسلمانوں کا خیال ہے عزیر کوئی نبی تھا لیکن
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ما ادری اعزیر نبی ام لا
میں نہیں جانتا کہ عزیر نبی تھا یا نہیں

سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد مسجد وہیکل سلیمانی کے اماموں نے اصل تورات کو مسجد کی دیوار میں چھپا دیا تھا۔ بائبل کی کتاب تواریخ میں بتایا گیا ہے کہ اصل توریت بعد میں یوسیاہ (649-609 قبل مسیح) کے دور حکومت میں مسجد کی آرائش کو صفائی کے دوران دیوار سے نکلی- اس کے بعد شاہ یوسیاہ نے تمام مشرک مندروں، بت پرستی کے اڈوں کو ڈھا دیا[1]

Josiah ...In the eighth year of his reign, while he was still young, he began to seek the God .. (ordered Temple renovation) ...The men did the work faithfully. ... Some of the Levites were secretaries, scribes and doorkeepers. While they were bringing out the money that had been taken into the temple of the LORD, Hilkiah the priest found the Book of the Law of the LORD that had been given through Moses. Hilkiah said to Shaphan the secretary, "I have found the Book of the Law in the temple of the LORD." He gave it to Shaphan. Then Shaphan took the

[1] **Book of Chronicles**

book to the king and reported to him: "Your officials are doing everything that has been committed to them. They have paid out the money that was in the temple of the LORD and have entrusted it to the supervisors and workers." Then Shaphan the secretary informed the king, "Hilkiah the priest has given me a book." And Shaphan read from it in the presence of the king. When the king heard the words of the Law, he tore his robes

''یوسیاہ...اپنے دور حکومت کے آٹھویں سال میں، جب وہ ابھی جوان تھا،اس نے اللہ سے لو لگائی اور مسجد کی تزئین و آرائش کا حکم دیا... مردوں نے یہ کام ایمانداری سے جاری کیا... لاوی یعنی منتظمین مسجد ہیکل میں سے کچھ سکریٹری، کاتب اور چوکیدار تھے۔ جب وہ مال و دولت باہر لا رہے تھے کہ خداوند کے ہیکل کے کوہن ہلکیاہ کو خداوند کی شریعت کی کتاب یعنی توریت ملی جو موسیٰ پر نازل ہوئی تھی۔ ہلکیاہ نے سکریٹری شفان سے کہا، ''میں نے شریعت کی کتاب اللہ کے ہیکل و مسجد میں پائی ہے۔ اس نے اسے شافان کو دے دیا۔ پھر شفان اس کتاب کو بادشاہ کے پاس لے گیا اور اسے بتایا: ''تیرے اہلکار وہ سب کچھ کر رہے تھے جو ان سے کیا گیا تھا۔ ان کو مال ادا کر دیا گیا ہے جو اللہ کی مسجد میں تھا اور اسے سپروائزروں اور کارکنوں کو بھی سونپ دیا ہے۔ پھر سکریٹری شفان نے بادشاہ کو بتایا، ''کاہن ہلکیاہ نے مجھے ایک کتاب دی ہے۔ اور شفان نے اس کی موجودگی میں اس سے پڑھا جب شاہ یوسیاہ نے شریعت کی بات سنی تو اس نے اپنے کپڑے پھاڑ دیے۔''

تورات میں ترمیم کرنا اہل کتاب کا ایک دانستہ عمل تھا جو لاپرواہی یا غلطی سے نہیں ہوا تھا۔ گزشتہ 200 سالوں میں یہودی و نصرانی علماء کے درمیان اعلی تنقید ہائر کریٹیسزم Higher Criticism سے پتہ چلا ہے کہ تورات کو مختلف گروہوں نے تبدیل کیا تھا۔ اس تصور کو دستاویزی مفروضہ یا ڈوکمنٹری ہائپوتھیسس Documentary Hypothesis کہا جاتا ہے، گرافینئن مفروضہ Grafian Hypothesis بھی کہا جاتا ہے۔ اس نظریے کے مطابق، یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ یہوداہ ریاست کی بادشاہی کے خاتمے کے بعد تک توریت کے کچھ حصے نہیں لکھے گئے تھے، اور یہ کہ توریت کو اس کی موجودہ شکل میں عوامی طور پر خدا کے مستند قول کے طور پر قبول نہیں کیا گیا تھا، یہاں تک کہ دوسرے ہیکل کے دور میں عزیر کی ریفارم تحریک کے بعد موجودہ توریت منظر عام پر آئی۔ اس مفروضے پر کام جاری رہا اور حال ہی میں امریکی اسکالر رچرڈ فریڈ مین ایلی یاٹ Richard Friedmen Elliot نے یہ تحقیق پیش کی ہے کہ موجودہ توریت دس مختلف تحریروں پر مشتمل ہے۔ فریڈ مین نے عبرانی کے انداز، محاوروں، متنی پیچیدگیوں اور موضوعات کی بنیاد پر دس مختلف متنی رجحانات کی نشاندہی کی۔ اس تجزیے کی بنیاد پر اور قرآن سے موازنہ کرتے ہوئے راقم نے گم شدہ اصل تورات کی شناخت کتاب استثناء کے باب 12 سے 24 کے طور پر کی گئی ہے۔ [1]

یہ تو ان کی تاریخ تھی۔ اب یثرب میں بھی یہودی حق چھپا رہے تھے۔ ان کے عالم کچھ اپنی طرف سے بولتے اور دکھاوا کرتے کہ جیسے وہ کلام اللہ پڑھ رہے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حد رجم کا توریت کا حکم دیا تو ان کے عالم عبد اللہ بن صوریا نے آیت پر اس طرح ہاتھ رکھا گویا کہ وہ اس پر لیٹا ہوا ہو یعنی توریت کو چھپانا ان اہل کتاب کے علماء کا روزمرہ کا معمول بن گیا تھا

عبرانی ایک ایسی زبان تھی جو عرب یہودیوں میں عام نہیں بولی جاتی تھی صرف ان کے عالم اسے استعمال کرتے تھے لیکن ان کی مذہبی کتب عبرانی و آرامی زبان میں تھیں۔ لہذا عام اہل کتاب صرف تقلید علماء کی وجہ سے نذر جہنم ہو رہے تھے

---

[1] **In Search of Hidden Torah by Abu Shahiryaar, website edition at www. islamic-belief .net**

اور ان میں امی (ان پڑھ) ھیں جو کتاب کو نہیں
جانتے سوائے اس کے کہ ان کی آرزوؤں ھوں اور یہ
ظن و گمان کرتے رھتے ھیں (78) پس بربادی ھے
ان کے لئے جو اپنے ھاتھ سے الکتاب لکھتے ھیں پھر
کہتے ھیں یہ اللہ کو طرف سے ھے کہ اس کو قلیل
قیمت بیچ دیں ، پس بربادی ھے اس پر جو انہوں
نے اپنے ھاتھ سے محنت کی اور بربادی ھے اس پر
جو انہوں نے کمایا (79) اور کہتے ھیں : ھم کو
آتش (جہنم) نہ چھوئے گی مگر صرف چند دن !
کہو : کیا تم نے اللہ سے کوئی عھد لے رکھا ھے ؟
وہ تو اپنے عھد سے نہیں پھرتا - کیا تم اللہ کے بارے
میں وہ کہہ دیتے ھو جو تم خود نہیں جانتے ؟ (80)
ھاں ، جنھوں نے بھی برائی کمائی اور ان کے گناھوں
نے ان کو گھیر لیا تو یہ لوگ اصحاب جہنم ھیں ،
جس میں یہ ھمیشہ رھیں گے (81) اور وہ جو ایمان
لائے اور جنھوں نے عمل صالح کیا یہ اصحاب جنت
ھیں ، جس میں یہ ھمیشہ رھیں گے (82)

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا
يَظُنُّونَ (٧٨) فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ
يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَهُمْ
مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ (٧٩) وَقَالُوا
لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ
عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا
تَعْلَمُونَ (٨٠) بَلَى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ
فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (٨١) وَالَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا
خَالِدُونَ (٨٢)

[تفسیر اٰیة 87 تا 82]

یہاں اللہ تعالیٰ طنزیہ انداز میں بعض اہل کتاب کو ناخواندہ قرار دیتا ہے کیونکہ وہ کلام اللہ کو صرف اپنی پسند کی باتوں میں بدلنا چاہتے ہیں۔ سورۃ اعراف میں ارشاد ہے:

جو لوگ جو نبی الامی (جو پڑھنے اور لکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے) کی اتباع کرتے ہیں جن کا ذکر یہ تورات اور انجیل میں لکھا پاتے ہیں. یہ نبی ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے منع کرتا ہے اور برے کاموں کو حرام قرار کرتا ہے اور ان کے بوجھ سے چھٹکارا دیتا ہے اور ان پر سے زنجیروں کو دور کرتا ہے، پس ایمان لاو، اس نبی کی عزت کرو، اس کی مدد کرو، اور اس کے ساتھ نور کی پیروی کرو تو پھر تم فلاح والے ہو۔

لفظ امی سے مراد وہ ہے جو پڑھ لکھ نہیں سکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ اللہ کی نشانی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ اہل کتاب کو ایک نبی کی بعثت کی خبر دی گئی تھی۔ توریت کی کتاب استثنا کے باب 18، آیت 15 میں کہا گیا ہے:

YHWH, your God, will raise up for you a prophet from among you, from your brothers, like me. You shall listen to him

تیرا رب تیرے لیے تیرے بھائیوں میں سے میرے جیسا نبی لائے گا۔ تم اس کی بات سنو گے

سامرہ فرقے کی توریت میں ہے

The LORD thy God will raise up unto thee a Prophet from the midst of thee, of thy brethren, like unto me; unto him ye shall hearken.

خداوند تیرا رب تیرے درمیان سے تیرے بھائیوں میں سے میرے جیسا نبی تیرے لئے اٹھائے گا۔ تم اس کی بات سنو گے۔

ربی شمعوں بریوحائی حشر دوم کے بعد کے ہیں اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے فوت ہوئے—ایک کشف میں ان کو فرشتہ مطاتروں نے بتایا-اس مکاشفہ کی تفصیل ہے

The renowned second-century rabbi Simon ben Yohai is credited with a number of related apocalyptic works. The Tefillia ("Prayer") pertains to Crusader times in its present form, but draws indirectly upon the Nisiarot ("Secrets") and Midrash 'aseret meliikhim ("Midrash of the Ten Kings"), also ascribed to Rabbi Simon, which deal with the career of Islam until the fall of the Umayyad dynasty and the rise of the Abbasids respectively." In their turn, these two, and the Secrets in particular, make use of an earlier apocalypse, seemingly contemporary with the Arab conquests." At the opening of the scene we are introduced to Simon, who has been "hidden for thirteen years in a cave from the emperor, the king of Edom, who had decreed destruction on Israel."He has been fasting and praying for a number of days, and he calls upon God to answer his prayer for enlightenment: At once the secrets of the end and the mysteries were revealed to him, and he sat and began to expound: "And he saw the Kenite" (Numbers xxiv.21). Since he saw the kingdom of Ishmael that was coming, he began to say: "Was it not enough what the wicked kingdom of Edom has done to us, but [we deserve] the kingdom of Ishmael too?" At once Metatron, the foremost angel (sar ha-penfm), answered him and said: "Do not fear, son of man, for the Almighty only brings the kingdom of Ishmael in order to deliver you from this wicked one (Edom). He raises up over them (Ishmaelites) a prophet according to His will and He will conquer the land for them, and they will come and restore it to greatness, and a great dread will come between them and the sons of Esau." Rabbi Simon answered him and said: "How [is it known] that they are our salvation?" He (Metatron) said to him: "Did not the prophet Isaiah say that 'he saw a chariot with a pair of horsemen etc.' ? Why did he put the chariot of asses before the chariot of camels when he should rather have said 'a chariot of camels and [then] a chariot of asses,' because when he (Ishmael, i.e. the Arabs) goes forth [to war], he rides upon on a camel, and when the kingdom will arise by his hands he rides upon an ass? [Given that he said the reverse of this]' the chariot of asses, since he (the Messiah) rides upon an ass, shows that they (the Ishmaelites, represented by the chariot of camels) are a salvation for Israel, like the salvation of the rider on an ass (i.e. the Messiah)." [1]

ربی شمعوں بریوحائی، دوسری صدی بعد مسیح، جو قرب قیامت سے متعلق تحاریر کے لئے مشہور ہیں تفلیہ ایک دعا جو صلیبی دور کی ہے لیکن یہ اصلایہ نصروط اسرار اور مدرش دس بادشاہوں سے متعلق ہے اس کو ربی شمعوں بریوحائی سے بھی منسوب کیا جاتا ہے یہ اسلام کی شروعات سے لے کر بنو امیہ کے اختتام تک کے بارے میں ہے اور بنو عباس کے خروج پر ہے اس تفلیہ میں ہے— منظر کے شروع میں ہی ہمیں ربی شمعوں سے متعارف کرادیا جاتا ہے جو غار میں سال سے چھپے تھے شاہ ادوم کے دور سے جس نے اسرائیل کی بربادی کا حکم کیا—ربی شمعوں بریوحائی کئی دن تک روزہ رکھتے اور نماز پڑھتے رہے اور اللہ کو پکارتے رہے کہ وہ ان کی دعاوں کا جواب دے کہ یکایک (ایک روز) ان پر افشا ہوئے وہ اسرار جو قرب قیامت سے متعلق ہیں اور ان کی شرح

[1] Seeing Islam as other saw it by Hoyland

شروع ہوئی—ربی شمعوں بریوحائی نے دیکھا ایک کنعانی کو (کتاب گنتی باب 24:21)—انہوں نے بنو اسمٰعیل کی کی حکومت دیکھی جو آنے والی ہے- ربی شمعوں بریوحائی نے کہا: کیا ادوم کی بد معاش سلطنت (سلطنت روم) ہی کافی نہیں تھی جس نے ہم کو برباد کیا کہ اب بنو اسمٰعیل بھی آئیں گے؟ فوراً ہی مطاتروں جو ملا اعلی میں سے فرشتہ ہیں انہوں نے جواب دیا—خوف زدہ مت ہوا ے ابن آدم کیونکہ اللہ بنو اسمٰعیل کو لا رہا ہے تاکہ وہ ان بد معاش سلطنت ادوم (سلطنت روم) سے نمٹ سکے اور تم (یہود) کو ان کے ذریعہ فلاح ملے—اللہ ان بنو اسمٰعیل میں سے ایک نبی اٹھائے گا اپنی رضا کے مطابق اور وہ ارض (مقدس) کو فتح کرے گا اور یہ بنو اسمٰعیل وہاں جائیں گے اور ارض مقدس کی عظمت کو واپس بحال کریں گے اور ان کے اور عیسو کے بیٹوں (رومیوں) کے بیچ میں دہشت (مار کٹائی) ہو گی ربی شمعوں بریوحائی نے اس جواب پر مطاتروں سے کہا یہ بنو اسمٰعیل ہمارے نجات دھندہ کیسے بنیں گے؟ کیا نبی یسعیاہ نے یہ نہیں کہا تھا: انہوں نے ایک رتھ دو سواروں کے ساتھ دیکھا- تو کیوں پھر یسعیاہ نے گدھوں کے رتھ کو اونٹوں کے رتھ سے پہلے بیان کیا؟ یسعیاہ کو تو پہلے اونٹوں کا رتھ اور پھر گدھوں کا رتھ بیان کرنا چاہیے تھا؟ مطاتروں نے وضاحت کی: یہ اس وجہ سے ہے کہ اسمٰعیل (یعنی عرب) جب یہ جنگ پر جاتے ہیں تو اونٹ پر سوار ہوتے ہیں اور جب ان کے ہاتھوں سلطنت برپا ہو گی تو (یہود) گدھوں کے رتھ پر جائیں گے گدھوں کے رتھ پر کیونکہ مسیح گدھے پر سوار ہو گا اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ (بنو اسمٰعیل جن کو اونٹوں کے رتھ سے تشبیہ دی گئی ہے) یہ اسرائیل کے نجات دھندہ ہوں گے جیسے ایک سوار (مسیح) جو گدھے پر ہو

یہ یہودی صوفی پر قبل بعثت نبوی کشف ہوا تھا اور اس کشف کی بنا پر یہود گمان رکھتے تھے کہ جلد عرب میں ایک نبی آنے والا ہے جو ان کی مدد کرے گا لیکن جب اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہودی علماء پر تنقید کی تو انہوں نے رسول اللہ کا انکار کر دیا بالکل اسی طرح جس طرح سابقہ انبیاء کا انکار کیا تھا

دانیال کی کتاب (باب 9) کے مطابق ہیکل کی تعمیر تک (سات بار ستر) (شبعم شبوعہ) ہوں گے۔ روم سے یہودی بغاوت یعنی بار کوبہ کی فوجیں 136 عیسوی میں شکست خوردہ ہوئیں۔ بعد میں دانیال کی پیشگوئی کا وقت سات بار ستر کا زمانہ وقت 490 سال لیا جا رہا تھا یعنی ستر ضرب سات سال- اس حساب سے 490+136=626 عیسوی بنتا ہے جو سن 5 ہجری ہے۔

یہ وہ لمحہ تھا جب یہودی انتظار کر رہے تھے۔ یہودی جلد ہی مسیح کے ظہور کی توقع کر رہے تھے۔ ''وہ یاجوج ماجوج کی جنگ اور ارمیلوس (ہیراکلیوس) کی فوج کے خلاف لڑے گا۔''

لیکن جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یثرب تشریف لائے تو یثرب کے یہود نے اپنا موقف تبدیل کر لیا۔

یہود کی طرح نجران کے نصرانی بھی رسول اللہ کے خلاف تھے

یسوع نے یوحنا 14:16 میں کہا

And I will pray the Father, and he shall give you another (Paraclete) Comforter, that he may be with you for ever

اور میں رب سے دعا کروں گا اور وہ تمہیں ایک آسانی دینے والا دے گا کہ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔

یہاں پر لفظ پاراکلیٹ یا فرقلیط استعمال ہوا ہے۔ [1]

---

[1] اسے نئے **1990 The New English-Greek Interlinear New Testament Tyndale Publishers,** میں **"Encourager"** کے طور پر ترجمہ کیا گیا ہے۔ - اسی طرح اس مقام پر NET بائبل میں ایک ضمیمہ بھی شامل ہے: یا "مددگار" یا "مشیر"، یونانی "پاراکلیٹ" سے، یونانی لفظ (پیراکلیتو) سے۔ اس لفظ کی ترجمہ کی بحث کے لئے "وکیل" کے لفظ پر نوٹ دیکھیں۔ پھر وکیل کے لفظ پر نوٹ کہتا ہے: یا "مددگار" یا "مشیر"، یونانی "پاراکلیٹ" سے، یونانی لفظ (پیراکلیتو) سے۔ یونانی الفاظ کے لئے مناسب انگریزی ترجمہ تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔ کوئی ایک انگریزی لفظ بالکل یونانی لفظ کی معانی کا برابر نہیں رکھتا۔ "کمفٹر"، کچھ قدیم انگریزی ورژنوں میں استعمال ہوتا ہے...."مشیر" بھی ترجمہ ہے، مگر بہت وسیع ہے، جیسا کہ "شادی کے مشیر" یا "کیمپ کے مشیر" وغیرہ ۔ "مددگار" یا "معاون" بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں، مگر انسانی درجہ میں کی ایک نیچے والی سطح کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ "وکیل"، اس ترجمہ کے لئے منتخب کیا گیا لفظ، یونانی لفظ کے لحاظ سے زیادہ قانونی لگتا ہے، در حالانکہ یوحنا 16:5-11 میں ایک قانونی

قرآن کہہ رہا ہے کہ اب وہ نبی آگیا ہے جس کے تم لوگ منتظر تھے وہ نیکی کا حکم دیتا ہے، تم پر لگی بیڑیاں ہٹا رہا ہے- لہذا جو اس پر ایمان لائے گا وہ داخل بہشت ہو گا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یثرب آمد کے فورا بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے ان کی نبوت پر ایمان لانے کے بارے میں پوچھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کے پاس گئے اور ان کے مدرسوں کی سڑک تک گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اے گروہ یہود! خبردار تم اللہ سے ڈرو۔ اللہ کی قسم جس کے سوا کسی کی عبادت کا حق نہیں، تم لوگ یقین سے جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور تمہارے پاس حق لے کر آیا ہوں لہذا اسلام قبول کرو۔ یہودیوں نے جواب دیا کہ اس کو نہیں جانتے'' انہوں نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین بار دہرایا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عرب یہودیوں کے اس دعوے پر بھی تنقید کی کہ وہ جنت میں جائیں گے اور اگر وہ دوزخ میں جائیں تو اس میں چند دن ہی رہیں گے۔ یہودی کتاب مشنا ایڈ ویوٹ، 2:10 کے مطابق ربی یحییان بن زکائی اور ان کے بیٹے ربی الازار کا قصہ ہے کہ دوسرے ہیکل کی تباہی کے بعد یہ ربی ایک غار میں بھاگ گئے اور بارہ سال تک غار میں مراقبہ کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ باہر آئے اور کچھ کسانوں کو دیکھا۔ ربی اسے زندگی کا مقصد نہیں سمجھتے تھے۔ غصے میں ان کی مافوق الفطرت طاقتیں بھڑک اٹھیں اور انہوں نے ہر اس چیز کو جلا دیا جس پر ان کی نظر پڑی یہاں تک کہ آسمانی آواز سنائی دیتی ہے: ''کیا تم میری تخلیق کو تباہ کرنے کے لئے آئے ہو تو غار میں واپس چلے جاؤ''... وہ وہاں مزید بارہ ماہ تک رہے۔ ربیوں نے اس قصے سے اندازہ لگایا کہ ایک آدمی بارہ مہینے تک جہنم میں رہے گا*

الواحدی کہتے ہیں: عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ دنیا کی زندگی سات ہزار سال ہے، لہذا وہ ہر ہزار سال میں ایک دن یعنی صرف ایک ہفتہ جہنم میں رہیں گے۔

ان اقوال وقصوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یثرب کے یہودی صدوقی نہیں تھے۔ صدوقی لوگ حیات بعد الموت پر یقین نہیں رکھتے۔ یثرب کے یہودیوں کے بارے میں تحقیق سے بھی اس نقطہ نظر کی تصدیق ہوتی ہے۔

سیاق وسباق اگرچہ موجود ہے۔ کیونکہ ایک "وکیل" وہ شخص ہوتا ہے جو ایک پوزیشن یا نقطہ نظر کی حمایت یا تشہیر کرتا ہے اور چونکہ یہی کام انے والا کرے گا جو پارا کلیت بشارت دینے والوں کو خطبہ دینے کے لئے کرے گا، اس لئے ترجمہ میں پارا کلیٹ کو وکیل لیا گیا ۔"

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلاَّ اللّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُواْ لِلنَّاسِ حُسْناً وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلاَّ قَلِيلاً مِّنكُمْ وَأَنتُم مِّعْرِضُونَ (٨٣) وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لاَ تَسْفِكُونَ دِمَاءكُمْ وَلاَ تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّن دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ (٨٤)

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے میثاق لیا : عبادت نہ ہو گی مگر صرف اللہ کی اور والدین پر احسان کرنا اور قریبی رشتہ داروں پر اور یتیموں پر اور مسکینوں پر - اور لوگوں سے اچھی بات کرنا ، اور نماز قائم کرنا اور زکوات دینا - پھر اس عہد سے پھر گئے الا تمہاری قلیل تعداد کے ، اور تم (ابھی تک عہد سے) پھرے ہوئے ہو (83) اور جب ہم نے تم سے میثاق لیا : (آپس میں) خون مت بہانا، اور نہ ھی (لڑ بھڑ کر)اپنے نفوس (ایک دوسرے) کو گھروں سے نکالنا - پھر تم نے اس کی توثیق کی اور تم خود پر گواہ تھے (84)

[تفسیر آیۃ 83 تا 84]

الزکاۃ کا ایک لغوی مطلب ہے اور ایک اصطلاحی مطلب ہے المعنی کے حساب سے یہ ترکیۃ کا فعل ہے

زکواۃ مدینہ میں فرض ہوئی — فقہاء کا یہی کہنا ہے

وإنما فرضت الزكاة المعينة المحددة الأنواع والأنصبة والمواقيت في سنة اثنتين أو ثلاث بعد الهجرة إلى المدينة

التيسير في أحاديث التفسير المؤلف محمد المكي الناصري (المتوفى 1414ھ) میں ہے سن 2 یا 3 میں فرض ہوئی

مسند احمد اور سنن نسائی میں صحیح سند سے ہے

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ، عَنْ أَبِي عَمَّارٍ، قَالَ سَأَلْتُ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ، فَقَالَ " أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الزَّكَاةُ، ثُمَّ نَزَلَتِ الزَّكَاةُ، فَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهَا، وَلَمْ يَأْمُرْنَا بِهَا، وَنَحْنُ نَفْعَلُهُ

أَبِي عَمَّارٍ، نے کہا میں نے قیس بن سالم سے صدقہ فطر کا پوچھا — کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہم کو زکوات کا حکم نازل ہونے سے پہلے حکم کرتے تھے — پھر جب زکوات کا حکم نازل ہو گیا انہوں نے صدقہ فطر سے نہ منع کیا نہ حکم کیا اور ہم اس پر عمل کرتے رہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوات کا حکم مدینہ میں آیا اور عید کی نماز پہلے سے پڑھی جا رہی تھی جس سے پہلے صدقہ فطر کیا جاتا ہے [1]

[1] سُورَةِ الْأَنْعَام جو مکی سورت ہے اس میں ہے زراعت میں حصہ سے نکالو وَآتُواْ حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ مفسرین کے مطابق یہ فرض نہیں ہے مستحسن عمل یا واجب ہے- مکی دور میں بیشتر مسلمان غریب تھے اور اگر متمول تھے تو وہ تاجر تھے زراعت نہیں کرتے تھے - زراعت مدینہ میں کی جاتی تھی اگر زکوات مکہ میں فرض ہوتی تو اس کے ثمرات بھی نظر اتے-غلام مشرکوں سے آزاد کراوئے جاتے ، بیت المال قائم ہوتا وغیرہ جبکہ ایسا تاریخ میں نہیں ملتا

ثُمَّ أَنْتُمْ هٰؤُلاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقاً مِنْكُمْ مِنْ دِيارِهِمْ تَظاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوانِ وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسارى تُفادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْراجُهُمْ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَما جَزاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ إِلاَّ خِزْيٌ فِي الْحَياةِ الدُّنْيا وَيَوْمَ الْقِيامَةِ يُرَدُّونَ إِلى أَشَدِّ الْعَذابِ وَمَا اللَّهُ بِغافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (٨٥)
أُولٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَياةَ الدُّنْيا بِالْآخِرَةِ فَلا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذابُ وَلا هُمْ يُنْصَرُونَ (٨٦)

پھر تم ھو جو اپنے جیسوں کو ھی قتل کرتے ھو اور گناہ و زیادتی کرتے ھوئے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکال دیتے ھو ، اور اگر وہ (غیر یہود کے) قیدی بن جائیں تو تم ان کے فدیے (دے کر ان کو چھڑا) دیتے ھو جبکہ ان کو (گھروں سے) بے دخل کرنا ھی سرے سے حرام تھا - کیا تم کتاب اللہ کے بعض پر ایمان رکھتے ھو اور بعض کا کفر کرتے ھو ؟ تو جو ایسا کرے اس کی جزا اور کیا ھے کہ دنیا میں ذلت ھو اور آخرت میں بد ترین عذاب کی طرف دھکیلا جائے ، اور اللہ اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ھو - (85) یہ وہ ھیں جنہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے خریدا ھے ، پس ان پر عذاب کم نہ ھو گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی (86)

[تفسیر أیة 85 تا 86]

یثرب میں یہودیوں کے تین قبیلے تھے : بنو نضیر ، بنو قریظہ اور بنی قَیْنُقاع - مشرکوں کے دو قبائل تھے : اوس و خزرج - ان مشرکوں میں کثیر تعداد میں لوگ بیعت عقبہ میں مسلمان ہو گئے تھے - آمد رسول سے قبل یثرب میں یہودی قبائل بنو نضیر ، بنو قریظہ اور بنی قَیْنُقاع میں دشمنی تھی - یہودی قبائل بنو نضیر اور بنو قریظہ مشرک قبیلے اوس کے حامی تھے - الخزرج کے مشرک قبیلے کو یہودی قبیلہ بنو قَیْنُقاع کی حمایت حاصل تھی - بنی قَیْنُقاع نے خزرج کے مشرکوں کے ساتھ مل کر ان کے شانہ بشانہ جنگ کی اور انہوں نے بنو نضیر کی مدد کرنے سے گریز کیا - اس جنگ کو اس مقام کے نام پر جنگ بعاث کہا جاتا ہے -

اکثر یہودی قبائل شرع کے قوانین کے تحت غلاموں کو پکڑے جانے کے بعد آزاد کر دیتے تھے اور کہتے ہم مذھب کو غلام رکھنا حرام ہے

قرآن نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا تم لوگوں کی آپس میں جنگ جائز ہے ؟ توریت کتاب استثنا (5:17) میں حکم دیا گیا تھا : "تم قتل نہ کرو" -
متی کی انجیل میں یسوع نے کہا

You have heard that it was said to the people long ago, 'You shall not murder, and anyone who murders will be subject to judgement" (5:21)

اور بے شک ہم نے موسی کو الکتاب (توریت) دی اور اس کے بعد (شرع موسی کی) اتباع کرنے والے رسل بھیجے اور عیسیٰ ابن مریم کو کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس سے اس کی مدد کی - تو جب بھی رسول آیا جس سے تمہارا دل خوش نہ ہوا تو تم (یہود) نے غرور و تکبر کیا ، پس ایک گروہ رسل کا تم نے انکار کیا اور ایک گروہ رسل کا قتل (87) اور کہتے ہیں : ہمارے دل غلاف (کی کھال) میں ہیں ! بلکہ ان پر ان کے کفر کی وجہ سے اللہ کی لعنت ہے ، پس یہ تھوڑے پر ھی ایمان لائے ہیں (88)	وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ (٨٧) وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَا يُؤْمِنُونَ (٨٨)

[تفسیر آیۃ87تا88]

راقم کے خیال میں نام عیسی اصل میں سریانی میں ہے جو عیسی و مریم علیہما کی زبان تھی- عبرانی میں یہ نام یسی بن جاتا ہے
عیسیٰ نام اور والد داؤد علیہ السلام کے نام یسی کے قریب ہے۔ عبرانی زبان میں یسی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ الحی ہے یا اللہ کا تحفہ ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سریانی تھی اور سریانی زبان میں یسی کا نام عیشی بولا جاتا ہے- عیشی، عربی زبان میں عیسیٰ کے بہت قریب ہے، کیونکہ عبرانی اور آرامی زبان میں ش کی آواز عربی کے س جیسی ہے جس طرح عبرانی میں موسیٰ (موشے) ہیں اور عربی میں موسیٰ ہیں۔
ایک اور رائے یہ ہے کہ عیسیٰ کا دوسرا نام یسوع (عبرانی) سے آیا ہے جسے آرامی زبان میں یشو کہا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو عربی میں یہ اب بھی عیسیٰ کے قریب ہو گا
نوٹ: عجیب بات یہ ہے کہ عربی بائبل میں اللہ تو رب تعالی کے لیے استعمال ہوتا ہے- موسیٰ کے لئے نام موسیٰ ہی استعمال کیا جاتا ہے لیکن جب وہ یسوع کے بارے میں بات کرتے ہیں تو وہ اسے مسیح کہنے کو ترجیح دیتے ہیں اور یسوع کے لئے عربی لفظ عیسی کو استعمال نہیں کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے کہ یہود نے لفظ بولا غلف، جس کا مطلب غلافی کھال ہے۔ یہ مردانہ عضو تناسل پر ہوتی ہے جس کو ختنہ کے وقت ہٹا دیتے ہیں- یہودیوں نے کہا کہ وہ کلام اللہ کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ ان کے دلوں پر غلافی کھال ہے۔ انہوں نے اس طرح توریت کتاب استثنا کا حوالہ دیا (10:16)

Circumcise therefore the foreskin of your heart

عرب کے یہود مغرور تھے اور انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ ایمان نہیں لا سکتے کیونکہ ان کے دلوں کا ختنہ نہیں ہے۔ یہودیوں نے اپنے صوفی حزقی ایل (44:9) کے الفاظ استعمال کیے:

No foreigner uncircumcised in heart and flesh is to enter my sanctuary

اور یرمیاہ (9:26) کے الفاظ نقل کیے کیونکہ ان قوموں کا ختنہ نہیں ہوا یہاں تک کہ تمام بنی اسرائیل کا ختنہ نہیں ہوا ہے

For all these nations are really uncircumcised, and even the whole house of Israel is uncircumcised in heart. .

عرب یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم صرف اسی کی پیروی کرتے ہیں جو ہمارے نبیوں پر وحی کی جاتی ہے۔ اس پر اللہ سبحانہ

وتعالی نے فرمایا کہ اگر تم اتنی ہی دیندار قوم ہوتی تو نبیوں کو قتل نہ کرتے۔قرآن مجید اس الزام میں منفرد نہیں ہے،ان کی اپنی کتابوں میں ان کے گھناؤنے کاموں کے بارے میں حوالہ جات موجود ہیں اور انجیل میں بھی اس کو بیان کیا گیا ہے۔

یہود کے بعض گمراہ فرقوں کے مطابق ایک مونث فرشتہ سکینہ کہلاتی ہے اور یہ تابوت سکینہ میں رہتی ہے-اسی کی آواز تابوت سے آتی تھی- محققین کے مطابق جب بابل والوں نے حملہ کیا اس دور میں اس فرشتہ کی بطور دیوی پوجا پاٹ بھی شروع ہو چکی تھی-یہودی تصوف یا قبالہ میں سکینہ کی اہمیت ہے اس کو اللہ تعالی کی ایک صفت سمجھا جاتا ہے-

بائبل کی کتاب تواریخ Chronicles باب 24 کے مطابق زکریاہ بن یہویادہ،امام مسجد الاقصی اور نبی تھے لیکن بادشاہ نے ان کی موت کا حکم دیا

And the spirit of God came upon Zechariah the son of Jehoiada the priest, who stood above the people, and said unto them, Thus says God, Why transgress you the commandments of the LORD, that you cannot prosper? because you have forsaken the LORD, he has also forsaken you.

اور اللہ کی طرف سے (مسجد الاقصی کے) منتظم زکریا بن یہویادہ پر روح کا نزول ہوا جو لوگوں کے درمیان کھڑا ہوا اور ان سے کہا: اللہ تعالی کا قول ہے تم احکامات پر سرکشی کیوں دکھاتے ہو کہ فارغ البال نہیں ہو پا رہے ؟ اس کی وجہ ہے کہ تم نے رب تعالی کو چھوڑ دیا ہے لہذا اس نے بھی تم کو چھوڑ دیا ہے

نبی زکریا بن یہویادہ (علیہ السلام) ہیکل اول کے دور کے نبی تھے-وہ نبی جن کا ذکر سورہ مریم میں زکریا (علیہ السلام) کے نام سے آیا ہے وہ دوسرے ہیکل کے دور کے ہیں-افسوس متعدد مسلمان مورخین و مفسرین نے اس میں غلطی کی ہے اور ان دونوں کو ملا دیا ہے- نبی زکریا بن یہویادہ (علیہ السلام) کے قتل کا یہودی بادشاہ وقت نے حکم دیا اور ان کا قتل مسجد الاقصی کے صحن میں ہی کر دیا گیا-یہود کے مطابق 252 سال تک معجزانہ طور پر مسجد الاقصی کے صحن سے زکریا بن یہویادہ (علیہ السلام) کا خون ابلتا رہا یہاں تک کہ حشر اول کے وقت بابلی فوج کا جنرل نبوزردان Nebuzardan مسجد الاقصی میں داخل ہوا- تلمود TalmudGittin57b کے مطابق اس نے تمام یہود کو ہیکل یا مسجد الاقصی میں موجود تھے صفوں میں کھڑا کر دیا- جنرل نبوزردان نے یہود سے پوچھا کہ یہ خون کس کا ہے ؟ یہود نے چھپانے کی کوشش کی حتی کہ جنرل نبوزردان نے دھمکی دی کہ اگر درست خواب نہ دیا تو سب کے جسم سے گوشت کو لوہے کی کنگھیوں کی مدد سے ہڈی سے الگ کیا جائے گا-اس خوف سے یہود نے نبی زکریا بن یہویادہ (علیہ السلام) کے قتل کا قصہ سنایا- جنرل نبوزردان نے کہا میں اب زکریا بن یہویادہ کو خوش کروں گا- جنرل نے حکم دیا کہ تمام یہود کو جمع کرو اور قتل کرو اس نے نو لاکھ چالیس ہزار یہودی قتل کر دیے لیکن ہیکل کے صحن سے خون ابلنا بند نہ ہوا-اس پر جنرل نبوزردان نے چلا کر صحن میں کہا:

Zechariah, Zechariah! I have slain the best of ;them do you want all of them to be destroyed

زکریا، زکریا میں نے ان کے اچھوں کو قتل کر دیا ہے۔ کیا تو چاہتا ہے سب کو ہی قتل کر دوں؟

اس پر صحن پر موجود خون زمین میں اتر گیا۔

یروشلم پر حملہ میں صرف اہل بابل ہی نہیں تھے بلکہ خود بہت سے یہودی بخت نصر کی فوج میں تھے جن میں ایک بڑی تعداد ال ہارون کے منتظمیں مسجد الاقصی کی تھی

متی کی انجیل میں ہے کہ یسوع نے مجمع یہود سے خطاب کیا

یہی وجہ ہے کہ دیکھو میں نے تمہارے لیے نبی اور عقل مند اور کاتب بھیجے۔ کچھ کو تم نے ذبح کیا اور صلیب پر چڑھایا، کچھ کو تم نے اپنی عبادت گاہوں میں کوڑے مارے اور ایک شہر سے دوسرے شہر تک شکار کیا اور اس طرح تم نے زمین پر بہائے گئے ہر راست باز شخص کا خون اپنے اوپر اتارا۔ ہابیل کے خون سے لے کر زکریا بن براخیہ کے خون تک، جسے تم نے حرم اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں تم کو بتاتا ہوں کہ یہ سب اس نسل پر اثر انداز ہو گا۔ یروشلم، یروشلم، تم جو نبیوں کو قتل کرتے ہو اور ان لوگوں کو پتھر مارتے ہو جو تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں! میں کتنی بار تمہارے بچوں کو اکٹھا کرنا چاہتا ہوں، جب ایک مرغی اپنے چوزوں کو اپنے پروں کے اندر جمع کرتی ہے، لیکن تم نے انکار کر دیا!

لوقا کی انجیل میں ہے

افسوس کہ تم نبیوں اور ان لوگوں کے لیے قبریں تعمیر کرتے ہو جنہیں تمہارے آباؤ اجداد نے قتل کیا تھا۔

یہاں قرآن کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمام یہودی نبیوں کے قاتل ہیں۔ اللہ تعالی متقی اہل کتاب کی قدر کرتا ہے۔ یہاں یہ صرف ایک دلیل کے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ غرور اور انا نے پہلے یہودیوں کو اس طرح کے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کرنے پر مجبور کیا اور وہی راستہ یثربی یہودیوں نے اختیار کر لیا۔

اور جب ان (یہود) کے پاس اللہ کے پاس سے کتاب
آ گئی جس میں اس کی تصدیق ہے جو ان کے پاس
ہے اور اس سے پہلے تو یہ کفار پر (بحث میں) فتح
پاتے - لیکن جب اس (کلام) کو پہچان گئے تو
انکار کیا لہذا کافروں پر اللہ کی لعنت ہے (89) بہت
ہی برا (سودا) ہے یہ جو انہوں نے اپنے لئے خریدا
کہ صرف بغض میں اس نزول کا کفر کر دیا جو اللہ
نے اپنے فضل سے اپنے بندوں میں جس پر چاہے
کیا - پس یہ واپس غضب پر غضب میں چلے گئے اور
کفار کے لئے درد ناک عذاب ہے (90) اور جب
ان سے کہا جاتا ہے اس پر ایمان لاؤ جو اللہ نے
نازل کیا ، تو کہتے ہیں :" ہم تو اس پر ایمان لائیں
گے جو ہم پر نازل ہوا نہ کہ اس پر جو کسی اور
پر ہوا ہو "- اور (اگرچہ) یہ تصدیق کرتا ہے جو
تمہارے پاس ہے (یعنی توریت) - (جوابا) کہو :
پس تم نے پچھلے انبیاء اللہ کا قتل کیوں کیا تھا اگر
تم مومنوں میں سے تھے (91)

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ (٨٩) بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَنْ يُنَزِّلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَى غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ (٩٠) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (٩١)

[تفسیر آیۃ 89 تا 91] بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہود النبی المنتظر کے وسیلے کی وجہ سے فتح پاتے تھے -راقم کہتا ہے یہاں قرآن میں وسیلہ کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ اس کو سورہ الزمر میں شرک کی قسم کہا گیا ہے- مفسرین نے دعا کے الفاظ بلا سند نقل کیے ہیں

اللهم انصرنا بالنبي المبعوث في آخر الزمان الذي نجد نعته وصفته في التوراة– تفسیر بیضاوی و تفسیر الصابوني—سند نہیں ہے

اللهم انصرنا بالنبي المبعوث في آخر الزمان، الذي نجد وصفه ونعته في كتابنا التوراة– محمد الخطيب (المتوفى: 1402ھ)—سند نہیں دی

اللَّهم انصرنا بالنَّبيّ المبعوث في آخر الزَّمان—الواحدي- أبو السعود—سند نہیں دی

اللهم انصرنا بالنبي المبعوث في آخر الزمان—الزمخشري- سند نہیں ہے

یہ لوگوں کے ذاتی خیالات ہیں—ان دعاؤں کی کوئی سند نہیں ہے

راقم کی اس رائے کے خلاف دلائل النبوہ بیہقی کی روایت میں ہے يَهُودُ خَيْبَرَ کی غَطَفَانَ سے جنگ ہو رہی تھی انہوں نے دعا کی

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي وَعَدْتَنَا أَنْ تُخْرِجَهُ لَنَا فِي آخِرِ الزَّمَانِ إِلَّا نَصَرْتَنَا عَلَيْهِمْ.

اے اللہ ہم تجھ سے اس حق پر سوال کرتے ہیں جو محمد النبی الامی کو تجھ پر ہے جس کا تو نے وعدہ کیا کہ جو آخری زمانہ میں نکلے گا کہ ہماری مدد کر ان پر

سند میں کذاب ودجال ہیں

وفي إسناده: عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ هَارُونَ بْنِ عَنْتَرَةَ، عَنْ أَبِيهِ. قال الدار قطني: هما ضعيفان، وقال احمد:
ضعيف، وقال يحيى بن معين: كذاب، وقال أبو حاتم: «متروك، ذاهب الحديث»، وقال ابن حبان: يضع الحديث، وقال السّعدي: «دجال كذاب». الميزان: (2/666-667).

محدثین میں امام حاکم نے مستدرک الحاکم میں اس روایت کو بھی لکھا ہے- الذھبی نے اس پر کہا
لاضرورة في ذلك أي لإخراجه فعبد الله متروك هالك
اس کو کوئی ضرورت نہیں تھی کہ اس کی تخریج کرتے کہ عبداللہ (*) متروک ہے ہلاک کرنے والا ہے
(*) سند میں عبداللہ نہیں ہے—عبدالملک ہے اغلبا یہ نسخہ میں تحریف ہے

یہود کے تین بڑے قبائل تھے بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع—مشرکین کے دو قبیلے تھے الاوس اور الخزرج- بنو نضیر اور بنو قریظہ الاوس کے ساتھ تھے اور بنو قینقاع والے الخزرج کے ساتھ تھے- الخزرج اور الاوس دونوں مخالف تھے اور لڑتے تھے- دونوں مشرک قبائل کے ساتھ یہود ہیں- یعنی دونوں طرف یہود کی ایک ہی دعا ہو تو جنگ میں کوئی بھی نہیں جتنا چاہیے- بعض روایات میں ہے کہ یَهُودُ خَيْبَرَ کی قبیلہ غَطَفان سے جنگ ہوئی- جس میں یہود جیتے لیکن ان روایات میں سخت کمزوری ہے- تحقیق سند سے پتا چلتا ہے کہ سندوں میں عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ هَارُونَ بْنِ عَنْتَرَةَ کذاب ودجال ہے- لہذا یہ لوگوں کا اضافہ ہے کہ یہود مشرک سے جیتتے تھے- صحیح تفسیری رائے میں وہ عرب بت پرستوں سے بحث وکلام میں جیتتے تھے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ ہے تمہارے پاس نہیں ہے- [1] ان روایات کا مطلب وہ نہیں جو فرقوں نے سمجھا ہے—یہ ذات محمد کا وسیلہ نہیں ہے یعنی یہود یہ نہیں کہتے

---

[1] طبری نے تفسیر میں لکھا
قال أبو جعفر: يعني بقوله جل ثناؤه: (وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا) ، أي: وكان هؤلاء اليهود - الذين لما جاءهم كتاب من عند الله مصدق لما معهم من الكتب التي أنزلها الله قبل الفرقان، كفروا به - يستفتحون بمحمد صلى الله عليه وسلم = ومعنى"الاستفتاح"، الاستنصار = (1) يستنصرون الله به على مشركي العرب من قبل مبعثه، أي من قبل أن يبعث، كما:-
طبری نے کہا یعنی یہ یہود ... محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے فتح یعنی نصرت پاتے مشرکین عرب پر بعثت نبوی سے پہلے اس بات کو ابن اسحاق نے روایت کیا ہے
حدثني ابن حميد قال، حدثنا سلمة قال، حدثني ابن إسحاق، عن عاصم بن عمر بن قتادة الأنصاري، عن أشياخ منهم قالوا: فينا والله وفيهم - يعني في الأنصار، وفي اليهود = الذين كانوا جيرانهم - نزلت هذه القصة = يعني: (ولما جاءهم كتاب من عند الله مصدق لما معهم وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا) = قالوا: كنا قد علوناهم دهرا في الجاهلية - (1) ونحن أهل الشرك، وهم أهل الكتاب - (2) فكانوا يقولون: إن نبيا الآن مبعثه قد أظل زمانه، يقتلكم قتل عاد وإرم. (3) فلما بعث الله تعالى ذكره رسوله من قريش واتبعناه، كفروا به. يقول الله: (فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به) .
اس کی سند میں عن أشياخ منهم مجهولين هيں
تفسیر طبری کی دوسری سند ہے حدثنا ابن حميد قال، حدثنا سلمة قال، حدثني ابن إسحاق قال، حدثني محمد بن أبي محمد مولى آل زيد بن ثابت، عن سعيد بن جبير، أو عكرمة مولى ابن عباس، عن ابن عباس: أن يهود كانوا يستفتحون على الأوس والخزرج برسول الله صلى الله عليه وسلم قبل مبعثه. فلما بعثه الله من العرب، كفروا به، وجحدوا ما كانوا يقولون فيه. فقال لهم معاذ بن جبل وبشر بن البراء بن معرور أخو بني سلمة: يا معشر يهود، اتقوا الله وأسلموا، فقد كنتم تستفتحون علينا بمحمد صلى الله عليه وسلم ونحن أهل شرك، وتخبروننا أنه مبعوث، وتصفونه لنا بصفته! فقال سَلام بن مِشْكَم أخو بني النضير: ما جاءنا بشيء نعرفه، وما هو بالذي كنا نذكر لكم! فأنزل الله جل ثناؤه في ذلك من قوله: (ولما جاءهم
سند میں محمد بن أبي محمد الأنصاری المدنی ، مولى زيد بن ثابت مجهول ہے

تھے کہ النبی المنتظر کے صدقے میں ہم کو فتح دے۔ یہ نیک عمل وایمان کا وسیلہ ہے کہ یہود کہتے کہ ہم یہ صحیح عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک النبی المنتظر آئے گا اس صحیح عقیدہ کی بنا پر ہم کو فتح دے

تفسیر طبری کی تیسری سند ہے
حدثني محمد بن سعد قال، حدثني أبي قال، حدثني عمي قال، حدثني أبي عن أبيه، عن ابن عباس: (وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا) ، يقول: يستنصرون بخروج محمد صلى الله عليه وسلم على مشركي العرب - يعني بذلك أهل الكتاب - فلما بعث الله محمدا صلى الله عليه وسلم ورأوه من غيرهم، كفروا به وحسدوه.
اس میں عطیہ العوفی ضعیف ہے
تفسیر طبری کی چوتھی سند ہے
وحدثنا محمد بن عمرو قال، حدثنا أبو عاصم قال، حدثني عيسى، عن ابن أبي نجيح، عن علي الأزدي في قول الله: (وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا) ، قال: اليهود، كانوا يقولون: اللهم ابعث لنا هذا النبي يحكم بيننا وبين الناس، يستفتحون - يستنصرون - به على الناس.
اس میں علي عبد الله الأزدى ، أبو عبد الله البارقى ہے جو کوئی صحابی نہیں ہے اس کے علم کا مصدر نا معلوم ہے
تفسیر طبری کی پانچویں سند ہے
حدثنا بشر بن معاذ قال، حدثنا يزيد قال، حدثنا سعيد، عن قتادة قوله: (وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا) ، كانت اليهود ستفتح بمحمد صلى الله عليه وسلم على كفار العرب من قبل، وقالوا: اللهم ابعث هذا النبي الذي نجده في التوراة يعذبهم ويقتلهم! فلما بعث الله محمدا صلى الله عليه وسلم فرأوا أنه بعث من غيرهم، كفروا به حسدا للعرب، وهم يعلمون أنه رسول الله صلى الله عليه وسلم، يجدونه مكتوبا عندهم في التوراة: (فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به) .
اس میں قتادہ بصری کا قول ہے جو صحابی نہیں ہیں
تفسیر طبری کی چھٹی سند ہے
حدثني المثنى قال، حدثنا آدم قال، حدثنا أبو جعفر، عن الربيع، عن أبي العالية قال: كانت اليهود تستنصر بمحمد صلى الله عليه وسلم على مشركي العرب، يقولون: اللهم ابعث هذا النبي الذي نجده مكتوبا عندنا حتى يعذب المشركين ويقتلهم! فلما بعث الله محمدا، ورأوا أنه من غيرهم، كفروا به حسدا للعرب، وهم يعلمون أنه رسول الله صلى الله عليه وسلم: فقال الله: (فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكافرين) .
یہ أبي العالية بصری کا قول ہے صحابی نہیں ہے- امام شافعی کا کہنا ہے کہ ابو العالیہ کی روایت مانند ریح ہیں-
کتاب دلائل النبوہ از بیہقی کی سند ہے
أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ هَارُونَ بْنِ عَنْتَرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: " كَانَتْ يَهُودُ خَيْبَرَ تُقَاتِلُ غَطَفَانَ، فَكُلَّمَا الْتَقَوْا هُزِمَتْ يَهُودُ خَيْبَرَ، فَعَاذَتِ الْيَهُودُ، بِهَذَا الدُّعَاءِ، فَقَالَتِ: اللهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي وَعَدْتَنَا أَنْ تُخْرِجَهُ لَنَا فِي آخِرِ الزَّمَانِ إِلَّا نَصَرْتَنَا عَلَيْهِمْ. قَالَ: فَكَانُوا إِذَا الْتَقَوْا دَعَوْا بِهَذَا الدُّعَاءِ، فَهَزَمُوا غَطَفَانَ. فَلَمَّا بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَرُوا بِهِ،
سند میں عَبد الملك بْن هارون بْن عنترة جس السعدي نے کو دجال کہا ہے
دلائل النبوہ از بیہقی کی دوسری سند ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ الصَّفَّارُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نَصْرٍ اللَّبَّادُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَمَّادٍ وَقَالَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ، عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ نَاسٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى " وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ [البقرة: 89] " قَالَ: " كَانَتِ الْعَرَبُ تَمُرُّ بِالْيَهُودِ فَيُؤْذُونَهُمْ، وَكَانُوا يَجِدُونَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ فَيَسْأَلُونَ اللهَ تَعَالَى أَنْ يَبْعَثَهُ نَبِيًّا فَيُقَاتِلُونَ مَعَهُ الْعَرَبَ، فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُحَمَّدٌ كَفَرُوا بِهِ حِينَ لَمْ يَكُنْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
اس میں اسباط بن نصر اور السدی ضعیف ہیں

واقدی کی کتاب فتوح الشام میں ہے

ابو عبیدہ بن جراح نے کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہما کو ایک ہزار کا لشکر دے کر حلب کی طرف روانہ کیا. جب وہ حلب پہنچے تو یوقنا پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہوا. مسلمان جم کر لڑے اتنے میں پانچ ہزار اور ں نے حملہ کر دیا. اس خطرناک صورتحال میں کعب بن جمرہ نے جھنڈا تھامے ہوئے بلند آواز سے نعرہ لگایا یا محمد ! یا محمد یا نصر اللہ انزل. یا محمد یا محمد اے اللہ کی مدد نزول فرما. مسلمان ان کے گرد جمع ہو گئے اور کمال ثابت قدمی سے لڑے اور فتح پائی. (فتوح الشام, جلد 1 ص 96)

اس کی سند ہے

قال مسعود بن عون العجي شهدت الخيل التي بعثها أبو عبيدة طلائع مع كعب بن ضمرة وكنت فيها يوم التقى الجمعان وقد خرج علينا الكمين ونحن في القتال ونحن لا نظن أن لهم كمينا يطلع من ورائنا وإذا بأصوات حوافر الخيل آكبت علينا وأيقنا بالهلكة بعد ما كنا موقنين بالغلبة وصرنا في وسط عسكر الكفار فلم يكن لنا بد من القتال فافترقت المسلمون ثلاث فرق فرقة منهم منهزمة وفرقة قصدت قتال الكمين وفرقة مع كعب بن ضمرة قصدت قتال يوقنا ومن معه قال مسعود بن عون فلله در كندة يومئذ لقد قاتلوا قتالا شديدا وأبلوا ابلاء حسنا ووهبوا أنفسهم لله تعالى حتى قتل منهم ذلك اليوم مائة رجل في مقام واحد وعمل أهل الكمين عملا عظيما وكعب بن ضمرة قلق على المسلمين فجاهد عنهم وهو يجول بالراية وينادي يا محمد يا محمد يا نصر الله انزل معاشر المسلمين اثبتوا انما هي ساعة ويأتي النصر وأنتم الأعلون

اس سند میں مسعود بن عون العجي مجھول الحال ہے- سعود بن عون بن المنذر بن النعمان أبي قابوس المتوفی مسلمانوں کے ایک امیر عسکر گزرے ہیں جو دور اصحاب رسول میں تھے لیکن واقدی نے ان کا نام نہیں لیا– اگر یہی مراد ہیں تو واقدی سے لے کر ان تک سند درکار ہے

وَلَقَدْ جاءَكُمْ مُوسى بِالْبَيِّناتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظالِمُونَ (٩٢) وَإِذْ أَخَذْنا مِيثاقَكُمْ وَرَفَعْنا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا ما آتَيْناكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا قالُوا سَمِعْنا وَعَصَيْنا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَما يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (٩٣)

اور بے شک ہم نے موسی کو کھلی نشانیاں دیں ، پھر تم نے بچھڑے کو لیا اور تم ظالم تھے (92) اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور طور کو تمھارے اوپر لے آئے - قوت سے تھام لو جو ہم نے (کتاب) تم کو دی اور سنو - بولے : " ہم نے سنا و نافرمانی کی " - اور اپنے کفر کی وجہ سے (تمھاری کیفیت ایسی ہو گئی کہ) بچھڑا تو تمھارے دلوں میں (سمو گیا گویا کہ تم نے) پی لیا ! کہو : بہت ہی برا ہے تمھارا ایمان جو (اس قسم کے کفریہ) حکم کرتا ہے ، (غور کرو) اگر تم مومن ہو (93)

[تفسیر آیۃ 92تا93]

میثاق و عہد قبول کرتے وقت بنی اسرائیل یہ نہیں کہہ سکتے کہ ''ہم نے سنا اور بغاوت کی''–ظاہر کہ اس صورت میں وہ اللہ کے غضب کا شکار ہو چکے ہوتے۔تاہم مدینہ میں یہود نے اپنی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا–بائبل کی کتاب خروج (24:3) میں کہا گیا ہے کہ کوہ طور پر میثاق کے وقت بنی اسرائیل نے یک آواز جواب دیا:

''اللہ تعالی نے جو احکام دیے ہیں وہ ہم کریں گے''۔

خروج 24:3 میں ہم کریں گے کے عبرانی میں جو الفاظ ہیں ان کا تلفظ عسا ہے اور سننے میں یہ عربی کے لفظ عصی (یعنی نافرمانی یا احکامات پر دھیان نہ دینا) جیسا لگتا ہے۔یثرب کے عربی بولنے والے یہودی، توریت کے عبرانی الفاظ کو عربی میں بدل کر کلام اللہ پر مذاق کر رہے تھے، جس کا یہاں ذکر کیا گیا ہے -

قرآن کہتا ہے کہ مصری یہودیوں نے بچھڑے کو اپنے دلوں میں پی لیا تھا یعنی بچھڑے کا بت کے دل و دماغ میں سرایت کر چکا تھا۔بائبل کے مطابق موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑے کے بت کو پیس دیا اور اس کو پانی میں ملایا اور یہودیوں کو اسے پینے کے لئے دیا۔یہ جھوٹ ہے جو یہود نے گھڑا کیونکہ قرآن میں ہے کہ بت کو پیس کر پانی میں بہا دیا گیا تھا نہ کہ لوگوں کو پلایا گیا-

کہو : اگر دار آخرت خالص تمہارے ھی لئے ھے
، اور لوگوں کی بجائے ، تو پھر موت کی تمنا کرو اگر
تم سچے ھو (94) اور ان کے ھاتھوں نے جو آگے
(عمل) بھیجا ھے اس بنا پر یہ اس (موت) کی تمنا
کبھی بھی نہیں کریں گے - اور اللہ ظالموں کو جانتا
ھے (95) اور آپ ضرور ان (یہودیوں) کو لوگوں
میں سب سے بڑھ کر زندگی کا حریص پائیں گے ،
(بلکہ) مشرکوں سے بھی بڑھ کر ! اگر ان میں سے
کسی کو ھزار سال کی عمر بھی ھو جائے تو اتنی عمر
پا کر بھی یہ عذاب کو دور نہیں کر سکتے (یا اس
سے بچ نہیں سکتے) اللہ بلا شبہ دیکھ رھا ھے جو یہ
کرتے ھیں (96)

قُلْ إِنْ كانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خالِصَةً مِنْ
دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صادِقِينَ (94) وَلَنْ
يَتَمَنَّوْهُ أَبَداً بِما قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ (95)
وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَياةٍ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا
يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَما هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ
الْعَذابِ أَنْ يُعَمَّرَ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِما يَعْمَلُونَ (96)

[تفسیر اٰیۃ94تا96]

یثرب کے یہودیوں کے مطابق وہ ضرور جنت میں جائیں گے اور اگر انہیں جہنم میں بھی بھیجا گیا تو وہ وہاں سات دن سے زیادہ نہیں رہیں گے۔اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے کہا کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو اور تمہارا خود ساختہ خصوصیت کا نظریہ، حق ہے تو تم موت (یعنی ابدی زندگی) کیوں نہیں چاہتے؟

یرمیاہ نے اپنے زمانے کے یہودیوں کو نصیحت کی تھی (یرمیاہ 8:8): ‘‘تم کیسے کہہ سکتے ہو، ’ہم عقلمند ہیں، اور خداوند کی شریعت ہمارے ساتھ ہے‘؟ لیکن دیکھو، کاتبوں کے جھوٹے قلم نے اسے جھوٹ بنا دیا ہے’’۔

کہو : جو جبریل کا دشمن ہو ، تو وہ (جان لے کہ) اس (فرشتہ) نے ھی اس (کلام) کو (اے رسول) تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے اتارا ھے ، تصدیق کرتا ھے (اے اھل کتاب اس کی جو) تمہارے پاس ھے ، ھدایت و بشارت ھے مومنو کے لئے (97) اور جو اللہ ، اور فرشتوں اور رسولوں اور جبریل اور میکال سے دشمنی رکھے تو پس (جان لے کہ) اللہ کافروں کے لئے دشمن ھے (98) اور بے شک ہم نے تمہاری طرف روشن آیات نازل کیں ، اور ان کا کفر کوئی نہیں کرتا سوائے فاسقوں کے (99) جب بھی انہوں نے کوئی عہد کیا ، تو ان کے ایک گروہ نے شدت سے اس عہد کا رد کیا ، بلکہ ان کے اکثر مومن ھی نہیں (100) اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے رسول ، جو (کتاب) ان کے پاس ھے ، اس کی تصدیق کرتا آیا ، تو جن کو کتاب (توریت) دی گئی ھے ان میں سے ایک گروہ نے پیٹھ پیچھے ، شدت سے کتاب اللہ (قرآن) کو رد کیا ، گویا کہ وہ اس (تعلیم) کو جانتے ھی نہ ھوں (101)

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ (٩٧) مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ (٩٨) وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ (٩٩) أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَبَذَهُ فَرِيقٌ مِنْهُمْ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (١٠٠) وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (١٠١)

[تفسیر آیۃ 97 تا 101]

یہودی ورچوئل لائبریری میں ایک دلچسپ اقتباس موجود ہے [۱]

Their doctrine is that the fates of nations are determined by combats among the celestial "ministers" to whom they have been assigned and that (despite Deut. 32:9) Israel also has a "minister," Michael, who is assisted by another angel, Gabriel. In Job, the divine beings appear before God as a body, perhaps to report on the performance of their tasks and to obtain fresh orders; one of them is the Satan, who carries out his functions under God's directions (Job 1:6 ff.; 2:1 ff.).

یہود کا نظریہ یہ ہے کہ قوموں کی قسمت کا تعین آسمانی وزراء کے مابین لڑائیوں سے ہوتا ہے جن پر انہیں متعین کیا گیا ہے اور یہ کہ (استثنا 32:9 کے باوجود) اسرائیل کے پاس ایک وزیر میکائل بھی ہے، جس کی مدد ایک اور فرشتہ جبریل کرتا ہے۔ کتاب ایوب میں ہے کہ آسمانی ہستیاں خدا کے سامنے ایک جسم کے طور پر نمودار ہوتی ہیں، شاید اپنے کاموں کی انجام دہی کے بارے میں رپورٹ کرنے اور نئے احکامات حاصل کرنے کے لئے، ان میں سے ایک شیطان ہے، جو خدا کی ہدایات کے تحت اپنے کام انجام دیتا ہے (ایوب 1:6؛ 2:1)۔

[۱] http://www.jewishvirtuallibrary.org/jsource/Judaism/angels.html

یثرب کے یہودی فرشتوں کے بارے میں عجیب وغریب تصورات رکھتے تھے۔ان کے نزدیک جبرئیل یہودیوں کے دشمن ہیں۔اسباب النزول میں الواحدی کہتے ہیں کہ یہودی ربی عبداللہ بن صوریہ نے فرشتے کے بارے میں دریافت کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر آیا۔فرمایا: جبرائیل علیہ السلام۔اس نے جواب دیا: ''وہ ہمیشہ جنگ کے ساتھ اترتا ہے اور لڑتا ہے، وہ ہمارا دشمن ہے! اللہ تعالی نے ہمارے نبیوں پر بھیجا کہ نبوکدنصر ہمیں تباہ کردے گا۔اس لیے جب نبوکدنصر بچہ ہی تھا، ہم نے اپنے بہترین مجاہد کو بھیجا کہ وہ جائے اور اسے قتل کردے۔لیکن جبرئیل آگیا اور اس نے روک دیا، کہا: واپس جاؤ! اللہ نے اس کے ہاتھوں تم لوگوں کی تباہی کا حکم دے دیا ہے۔اسی وجہ سے ہم جبرائیل کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ایک اور روایت میں یہودیوں نے کہا: ''کیا تو نے کہا ہوتا کہ الوحی میکائیل لایا ہے تو ہم تیری پیروی کرتے کیونکہ وہ رحمت اور بارش کا فرشتہ ہے''

راقم کہتا ہے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ عرصہ دراز سے یہودی متضاد آسمانی ارباب پر عقیدہ رکھتے ہیں، جو ایک دوسرے سے آزادانہ طور پر کام کرتے ہیں اور ان کی قوتیں زمین کے معاملات میں مسلسل مداخلت کرتی رہتی ہیں۔یہ تحقیقات انگریزی میں اب چھپ چکی ہیں [1]

یہودی صحیفوں میں آسمانی قوتوں میں تضاد کی نشاندہی کی گئی ہے۔ایک اللہ الخالق ہے جو غیب میں ہے لیکن ایک ظاہر رب ہے، جو (بائبل کی گھڑی ہوئی آیات کے مطابق) موسی سے جلتے شجر میں کلام کرتا ہے، ان کے لئے توریت اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے، یہاں تک کہ تمام بنی اسرائیلی اس رب کو دیکھتے ہیں۔بائبل کے بعض اقتباسات میں اس طرح بتایا گیا ہے کہ ایک اللہ ہے جو غیب میں ہے اور ایک رب ہے جس کو انسان دیکھ سکتا ہے۔اسی طرح یہود نے آیات گھڑیں کہ ان کے نزدیک اللہ اور اس کا اسم اعظم، ایک دوسرے سے آزادانہ طور پر کام کررہے ہیں (کتاب پیدائش 19:24 باب۔کتاب آموس 4:11 باب)۔اسم اعظم فرشتوں کی طرح کام کرتا ہے اور نبیوں سے بات تک کرتا ہے۔غضب کا فرشتہ بھی اللہ تعالی کے حکم سے آزادانہ طور پر کام کررہا ہے، یہاں تک کہ یہ فرشتہ، موسیٰ اور مومنوں کو بھی قتل کرسکتا ہے اگر وہ اس کی پیروی نہ کریں (دیکھیے کتاب خروج 23 باب)۔اسم اعظم خود ایک فرشتے کے طور پر ظاہر ہوتا ہے جو، اللہ سے الگ حکم کرسکتا ہے۔یہاں تک کہ تابوت سکینہ تک میں قوت ہے کیونکہ یہ اصل میں اسم اعظم کا اوتار تھا (دیکھیں 2 سموئیل 1:6-باب 2)۔یہودیوں کے مطابق تابوت سکینہ میں سکینہ نامی ایک روح ہے جو قوت الٰہی شنویت (نسوانیت) ہے۔اسم اعظم کے ہونٹ ہیں یہ بول سکتا ہے (یسعیاہ 30:27 باب)۔یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے لئے خدا اور فرشتے سے الگ الگ برکتیں مانگی ہیں (پیدائش 14:48-16 باب)۔کتاب دانیال میں ہے کہ انسان جیسا (بار النعش) بادلوں پر آیا اور عتیق الایام یعنی قدیم زمانے کے رب (خدا) کے پاس پہنچا اور اس پر احوال الارض پیش کیا (دانیال 7:9-13 باب)۔خدا کا فرشتہ اور خود خدا بھی بیک وقت ظاہر ہوتے ہیں (کنگز 1:6-23 باب)۔بعد میں اس فرشتے کو بعض مقامات پر عرش الٰہی کے مقرب فرشتے کے طور پر شناخت کیا جاتا ہے اور یہودی متصوفانہ تحریروں میں بار النعش کو میٹاٹرون (ایک نامعلوم فرشتہ) کے طور پر شناخت کیا جاتا ہے۔

بائبل میں جبرئیل کو مائیکل کے مقابلے میں ایک کمزور فرشتہ کے طور پر دکھایا گیا ہے، یہاں تک کہ جبریل کو یہودیوں کے مخالفین اہل فارس تک کنٹرول کرسکتے ہیں۔دانیال کی کتاب (8:16 باب) میں ہے کہ ایک بظاہر انسانی شخص نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ خواب کی وضاحت کرے: اور میں نے دریائے الائی کے کناروں کے پاس ایک آدمی کی آواز سنی، اور اس نے پکارا:

---

[1] ایلن ایف سیگل، دو، آسمان میں طاقتیں: عیسائیت اور گنوسٹزم کے بارے میں ابتدائی ربانی رپورٹس، ای جے برل، لیڈن، نیدرلینڈز، 1977 اور بارکر، مارگریٹ. عظیم فرشتہ: اسرائیل کے دوسرے خدا کا مطالعہ. لوئس ویل، کے وائی: ویسٹ منسٹر / جان ناکس پبلشرز، 1992.
Two powers in Heaven
Alan F. Segal

’’جبریل! اس شخص کو خواب کی تعبیر سمجھا دے‘‘۔

یہاں کتاب دانیال میں کوئی وضاحت نہیں کہ یہ پکارنے والا کون تھا جو جبرئیل علیہ السلام تک کو حکم دے رہا تھا- یہاں تک کہ دانیال 10 باب: 13 میں کہا گیا ہے کہ جبرئیل کو فارسیوں نے 21 دن تک معلق کھڑا رکھا یہاں تک کہ ان کو میائیکل نے آ کر بچایا۔ لہذا ان کتب میں جبرئیل کو ایک کمزور فرشتہ بتایا گیا تھا جس کو مخالفین بنی اسرائیل کنٹرول کر سکتے ہیں، جبکہ میائیکل مضبوط ہے-

اس تناظر میں فرشتوں کے متضاد کرداروں پر عرب یہودیوں کا اعتقاد معنی خیز ہے۔ جبرئیل ان کے خلاف کام کر رہے ہیں جبکہ جبرئیل عربوں یعنی بنی اسمعیل کی حمایت کر رہا ہے۔ اسلامی روایات میں آیا ہے کہ یہودیوں نے یہ بات (کہ جبرئیل ہمارا دشمن ہے) اس وقت کہی جب انہیں محسوس ہوا کہ کوئی الٰہی قوت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے راز افشا کر رہی ہے- اوپر حوالہ جات سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے اس تصور کے پیچھے ان کا فرشتوں کے بارے میں بد عقیدہ کار فرما تھا

اور (یہود) لگے اس (علم) کے پیچھے جو شیاطین مملکت سلیمان کے حوالے سے پڑھتے تھے اور سلیمان نے تو کفر نہیں کیا، بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو سحر سکھاتے تھے اور جو بابل میں فرشتوں ہاروت وماروت پر نازل ہوا تھا تو (وہ بھی) اس میں سے کسی کو نہ سکھاتے تھے حتی کہ کہتے ہم فتنہ ہیں، کفر مت کر! لیکن وہ (یہودی) پھر بھی سیکھتے، تاکہ مرد و اسکی بیوی میں علیحدگی کرائیں اور وہ کوئی نقصان نہیں کر سکتے تھے الا یہ کہ اللہ کا اذن ہو- اور وہ ان سے (سحر) سیکھتے جو نہ فائدہ دے سکتا تھا نہ نقصان- اوروہ جانتے تھے کہ وہ کیا خرید رہے ہیں، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو گا اور بہت برا سودا کیا اگر ان کو پتا ہوتا- 102

اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگار ہوتے تو اللہ کی طرف سے بہتر اجر ہوتا اگر وہ جانتے 103

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ
سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ
وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ
مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا
مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ
أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ
عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا
شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (١٠٢) وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا
وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (١٠٣)

[تفسیر أیة 102 تا 103]

ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے جو بنی اسرائیل کو آزمائش میں ڈالنے کے لئے اللہ تعالی کی جانب سے بھیجے گئے تھے اور ہاروت اور ماروت (انسانی شکل میں) بابل پہنچ گئے، وہاں انہوں نے بابل کے کافروں کو جادو سکھایا اور اسی دوران دور غلامی میں بنی اسرائیل بھی جادو سیکھنے کی طرف راغب ہوئے- یہ نہ جانتے ہوئے کہ وہ فرشتے ہیں، بنی اسرائیل کے گمراہوں نے اس میں دلچسپی ظاہر کی- ہاروت اور ماروت نے بتایا کہ اس میں آزمائش ہو سکتی ہے لیکن اس کے باوجود بنی اسرائیل ان سے جادو سیکھا-

یہاں سورہ البقرہ میں بتایا گیا کہ بابل میں یہود کا ذوق شادی شدہ عورتوں کو حاصل کرنے کی طرف ہوا جس میں ان کو طلاق دلانے کے لئے سحر و جادو کیا جاتا— اگر سحر صرف نظر بندی ہوتا تو یہ ممکن نہ تھا لہذا اس کو ایک شیطانی عمل کہا جاتا ہے جس میں شریعت کی پابندی کو رد کیا جاتا ہے اور حسد انسان کو سحر کی طرف لے جاتا ہے- اس میں گرہ لگا کر پھونکا جاتا ہے (سورہ الفلق)

یہود مدینہ میں بھی سحر میں مبتلا تھے اور جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور قرآن میں سحر پر تنقید کا پتا چلا تو ان کی طرف سے یہ بحث شروع کی گئی کہ ہم کو تو سحر من جانب اللہ ملا ہے، اس کے فرشتوں نے اس کا علم دیا تھا- اس پر قرآن میں بتایا گیا کہ سحر تو شرک ہے اور جو بابل میں سکھایا گیا تھا وہ بھی آزمائشی تھا- یعنی بابل کی غلامی کے دور سے لے کر مدینہ تک میں یہود سحر میں مبتلا رہے اور اس کو اللہ کی جانب سے آیا ایک علم سمجھتے رہے تھے— مزید تفصیل سابقہ یہودی کعب الاحبار نے بتائی ہے کہ ان یہود کے کیا کیا تصورات تھے-

بعض مفسرین نے ہاروت اور ماروت سے متعلق ایک قصہ کو اپنی تفسیروں میں نقل کیا ہے لیکن یہ کہانی خالص افسانہ ہے اور اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا-

سابقہ یمنی یہودی کعب الاحبار ایک قصہ سناتے تھے جو تفسیر عبدالرزاق المتوفي 211 هجري کی ایک روایت میں بیان ہوا ہے

عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ—نا الثَّوْرِيُّ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ كَعْبٍ، قَالَ: «ذَكَرَتِ الْمَلَائِكَةُ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ، وَمَا يَأْتُونَ مِنَ الذُّنُوبِ» فَقِيلَ لَهُمْ: «اخْتَارُوا مَلَكَيْنِ، فَاخْتَارُوا هَارُوتَ وَمَارُوتَ» قَالَ: فَقَالَ لَهُمَا: «إِنِّي أُرْسِلُ رُسُلِي إِلَى النَّاسِ، وَلَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمَا رَسُولٌ، انْزِلَا وَلَا تُشْرِكَا بِي شَيْئًا، وَلَا تَزْنِيَا، وَلَا تَسْرِقَا» قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: قَالَ كَعْبٌ: «فَمَا اسْتَكْمَلَا يَوْمَهُمَا الَّذِي أُنْزِلَا فِيهِ حَتَّى عَمِلَا مَا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا»

کعب نے کہا: ذکر کیا فرشتوں کا ان کا جو نبی آدم پر نگہبان تھے اور جو ان کے گناہوں کے بارے میں ہے پس ان فرشتوں سے کہا گیا کہ چن لو فرشتوں کو انہوں نے ہاروت وماروت کو چنا اور ہاروت وماروت سے کہا میں اپنے سفیر بنی آدم کی طرف بھیج رہا ہوں اور میرے اور تمھارے درمیان کوئی اور نہیں ہو گا بنی آدم پر نازل ہو اور شرک نہ کرنا نہ زنا اور نہ چوری—ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کعب نے کہا انہوں نے وہ کام نہ کیا جس پر نازل کیا گیا تھا یہاں تک کہ حرام کام کیا

اسنادی حیثیت سے قطع نظر ان روایات میں یہود کی کتاب Book of Enoch یا Book of Jubilees کا قصہ نقل کیا گیا ہے ہبوط شدہ فرشتے Fallen Angels یا Watchers اپنے ہی ہبوط شدہ فرشتوں میں سے دو کو انسانوں کو سحر سکھانے بھیجتے ہیں۔ یہود کے مطابق انوخ اصلا ادریس علیہ السلام کا نام ہے

ایک روایت قتادہ بصری سے منسوب ہے

عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نا مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: «كَتَبَتِ الشَّيَاطِينُ كُتُبًا فِيهَا كُفْرٌ وَشِرْكٌ، ثُمَّ دَفَنَتْ تِلْكَ الْكُتُبَ تَحْتَ كُرْسِيِّ سُلَيْمَانَ، فَلَمَّا مَاتَ سُلَيْمَانُ اسْتَخْرَجَ النَّاسُ تِلْكَ الْكُتُبَ» فَقَالُوا: هَذَا عِلْمٌ كَتَمَنَاهُ سُلَيْمَانُ فَقَالَ اللَّهُ: وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ [البقرة:102]

شیاطین نے کتابیں لکھیں جس میں کفر و شرک تھا پھر ان کو سلیمان کے تخت کے نیچے چھپا دیا پھر جب سلیمان کی وفات ہوئی تو لوگوں نے ان کو نکالا اور کہا یہ وہ علم ہے جو سلیمان نے ہم سے چھپایا پس اللہ نے کہا وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ [البقرة:

ہاروت اور ماروت نام نہاد گرے ہوئے فرشتے Fallen angels نہیں تھے۔ اسلامی روایات میں ایسا کوئی تصور نہیں ہے۔ تمام فرشتے اللہ کی مرضی کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالی انسانیت کو اپنی مرضی کے مطابق آزما سکتا ہے۔

امام احمد اس قصے کو منکر کہتے تھے—الكتاب: أنيس الساري في تخريج وتحقيق الأحاديث التي ذكرها الحافظ ابن حجر العسقلاني في فتح الباري از آبو حذيفة، نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة الكويتي.

وقال أحمد بن حنبل: هذا منكر، إنما يروى عن كعب" المنتخب لابن قدامة ص 296

امام احمد نے کہا یہ منکر ہے اس کو کعب نے روایت کیا ہے

تفسیر ابن ابی حاتم کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَبِي ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ ثنا عُبَيْدُ اللَّهِ- يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو وَيُونُسَ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ مُجَاهِدٍ. قَالَ: كُنْتُ نَازِلا عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ قَالَ لِغُلامِهِ. انْظُرْ طَلَعَتِ الْحَمْرَاءُ لا مَرْحَبًا بِهَا وَلا أَهْلا وَلا حَيَّاهَا اللَّهُ هِيَ صَاحِبَةُ الْمَلَكَيْنِ- قَالَتِ الْمَلائِكَةُ: رَبِّ كَيْفَ تَدَعُ عُصَاةَ بَنِي آدَمَ وَهُمْ يَسْفِكُونَ الدَّمَ الْحَرَامَ، وَيَنْتَهِكُونَ مَحَارِمَكَ، وَيُفْسِدُونَ فِي الأَرْضِ؟ قَالَ: إِنِّي قَدِ ابْتَلَيْتُهُمْ فَلَعَلِّي إِنِ ابْتَلَيْتُكُمْ بِمِثْلِ الَّذِي ابْتَلَيْتُهُمْ بِهِ فَعَلْتُمْ كَالَّذِي يَفْعَلُونَ قَالُوا: لا. قَالَ: فَاخْتَارُوا مِنْ خِيَارِكُمُ اثْنَيْنِ، فَاخْتَارُوا هَارُوتَ وَمَارُوتَ فَقَالَ لَهُمَا إِنِّي مُهْبِطُكُمَا إِلَى الأَرْضِ وَعَاهِدٌ إِلَيْكُمَا أَنْ لا تُشْرِكَا وَلا تَزْنِيَا، وَلا تَخُونَا. فَأُهْبِطَا إِلَى الأَرْضِ، وَأَلْقَى عَلَيْهِمَا الشَّبَقَ وَأُهْبِطَتْ لَهُمَا الزُّهَرَةُ فِي أَحْسَنِ صُورَةِ امْرَأَةٍ فَتَعَرَّضَتْ

مجاہد کہتے ہیں ہم سفر میں آبن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے پس جب رات ہوئی انہوں نے لڑکے سے کہا دیکھو الْحَمْرَاءُ کا طلوع ہوا اس میں خوش آمدید نہیں ہے نہ اس کے اہل کے لئے... یہ ان فرشتوں کی ساتھی ہے- فرشتوں نے کہا اے رب ہم انسانوں کے گناہوں کو کیسے دور کریں وہ خون بہا رہے ہیں اور زمین پر فساد برپا کر رہے ہیں؟ کہا: بے شک میں ان کی آزمائش کروں گا جس طرح میں نے تم کو آزمائش میں ڈالا اور دیکھوں گا کیسا عمل کرتے ہیں؟... پس اپنے فرشتوں میں سے چنوں دو کو- انہوں نے ہاروت وماروت کو چنا ان سے کہا زمین پر ہبوط کرو اور تم پر عہد ہے نہ شرک کرنا نہ زنا اور نہ خیانت پس وہ زمین پر اترے اور ان پر شہوانیت القی کی گئی اور الزہرا کو بھی اترا یا ایک حسین عورت کی شکل میں اور ان کا دیکھنا ہوا [1]

سیارہ الزهراء یا Venus کو الْحَمْرَاءُ کہا گیا ہے یعنی سرخی مائل اور اس کو ایک عورت کہا گیا ہے جو مجسم ہوئی اور فرشتوں ہاروت وماروت کی آزمائش بنی خبر دی گئی کہ فرشتے انسانوں سے جلتے تھے اس تاک میں رہتے کہ اللہ تعالی کے سامنے ثابت کر سکیں کہ ہم نے جو پہلے کہا تھا کہ یہ انسان فسادی ہے اس کو صحیح ثابت کر سکیں- اس پر اللہ نے کہا کہ تم فرشتوں سے خود دو کو چنوں اور پھر وہ فرشتے کیا آزمائش بنتے وہ خود الزہرا پر عاشق ہو گئے

کتاب العلل از ابن ابی حاتم میں ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے اس روایت پر سوال کیا

---

[1] تذكرة الحفاظ از الذهبي کے مطابق مفسر مجاهد نے تحقیق کی

ذكر محمد بن حميد أخبرنا عبد الله بن عبد القدوس عن الأعمش قال: كان مجاهد لا يسمع بأعجوبة إلا ذهب لينظر إليها. ذهب الى حضرموت ليرى بئر برهوت وذهب الى بابل وعليه وال فقال له مجاهد: تعرض على هاروت وماروت فدعا رجلا من السحرة فقال: اذهب به فقال اليهودي بشرط ألا تدعو الله عندهما قال فذهب به الى قلعة فقطع منها حجرا ثم قال خذ برجلي فهوى به حتى انتهى الى جوبة فإذا هما معلقين منكسين كالجبلين فلما رأيتهما قلت سبحان الله خالقكما فاضطربا فكأن الجبال تدكدكت فغشي علي وعلى اليهودي ثم أفاق قبلى فقال قد أهلكت نفسك وأهلكتني. الأعمش نے کہا کہ مجاهد عجوبه بات نہیں سنتے یہاں تک کہ اس کو دیکھتے وہ حضر الموت گئے تاکہ برہوت کا کنواں دیکھیں اور بابل گئے وہاں افسر تھا اس سے کہا مجھ پر هاروت و ماروت کو پیش کرو پس جادو گروں کو بلایا گیا ان سے کہا کہ وہاں تک لے چلو ایک یہودی نے کہا اس شرط پر کہ وہاں هاروت و ماروت کے سامنے اللہ کو نہیں پکارو گے - پس وہ وہاں گئے قلعہ تک اس کا پتھر نکالا گیا پھر یہودی نے پیر سے پکڑا اور لے گیا جہاں دو پہاڑوں کی طرح هاروت و ماروت معلق تھے پس ان کو دیکھا (تو بے ساختہ مجاهد بولے) سبحان اللہ جس نے ان کو خلق کیا - اس پر وہ (فرشتے) هل گئے اور مجاهد اور یہودی غش کھا گئے پھرجب افاقہ ہوا تو یہودی بولا: تم نے تو اپنے آپ کو اور مجھے مروا هی دیا تھا

عجیب بات هے کہ امام الذهبي نے یہ قصہ بلا تنقید نقل کر دیا هے - سند میں عبد الله بن عبد القدوس هے جو مجروح هے - امام ابن معين کی اس پر جرح هے اور اس کو محدثین نے غیر ثقہ قرار دیا هے

وسألتُ أَبِي عَنْ حديثٍ رَوَاهُ معاذ بن خالد العسقلاني عَنْ زُهَيرٍ (1) بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ موسَى بْنِ جُبَيْرٍ (2)، عَنْ نَافِعٍ، عن عبد الله بْنِ عُمَرَ؛ أَنَّهُ سَمِعَ النبيَّ (ص) يقول: إِنَّ آدَمَ [لَمَّا] (3) أَهْبَطَهُ (4) اللهُ إِلَى الأَرْضِ، قَالَتِ المَلائِكَةُ: أَيْ رَبِّ! أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لاَ تَعْلَمُونَ (5)، قالوا: رَبَّنَا، نَحْنُ أَطْوَعُ لَكَ مِنْ بَنِي آدَمَ... وذَكَرَ الحديثَ: قِصَّةَ (6) هاروتَ وماروتَ؟

قَالَ أَبِي: هذا حديثٌ مُنكَرٌ

میرے باپ نے کہا یہ منکر ہے

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر کے ج10، ص 3241-3242 پر ایک واقعہ نقل کرتے ہیں

قَوْلُهُ تَعَالَى: وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ

18355 — وَبِسَنَدٍ قَوِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَرَادَ سُلَيْمَانُ عَلَيْهِ السَّلامُ أَنْ يَدْخُلَ الْخَلاءَ فَأَعْطَى الْجَرَادَةَ خَاتَمَهُ وَكَانَتِ امْرَأَتَهُ، وَكَانَتْ أَحَبَّ نِسَائِهِ إِلَيْهِ فَجَاءَ الشَّيْطَانُ فِي صُورَةِ سُلَيْمَانَ فَقَالَ لَهَا: هَاتِي خَاتَمِي فَأَعْطَتْهُ فَلَمَّا لَبِسَهُ دَانَتْ لَهُ الْجِنُّ وَالإِنْسُ وَالشَّيَاطِينُ، فَلَمَّا خَرَجَ سُلَيْمَانُ عَلَيْهِ السَّلامُ مِنَ الْخَلاءِ قَالَ لَهَا: هَاتِي خَاتَمِي فَقَالَتْ: قَدْ أَعْطَيْتُهُ سُلَيْمَانَ قَالَ: أَنَا سُلَيْمَانُ قَالَتْ: كَذَبْتَ لَسْتَ سُلَيْمَانَ فَجَعَلَ لا يَأْتِي أَحَدًا يَقُولُ: أَنَا سُلَيْمَانُ إِلا كَذَّبَهُ حَتَّى جَعَلَ الصِّبْيَانُ يَرْمُونَهُ بِالْحِجَارَةِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَرَفَ أَنَّهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَامَ الشَّيْطَانُ يَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ. فَلَمَّا أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يَرُدَّ عَلَى سليمان عليه السلام سلطانه أَلْقَى فِي قُلُوبِ النَّاسِ إِنْكَارَ ذَلِكَ الشَّيْطَانِ فَأَرْسَلُوا إِلَى نِسَاءِ «1» سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلامُ فَقَالُوا لَهُنَّ أَيَكُونُ من سليمان شيء؟ قلنا: نَعَمْ إِنَّهُ يَأْتِينَا وَنَحْنُ حُيَّضٌ، وَمَا كَانَ يَأْتِينَا قَبْلَ ذَلِكَ

قوی سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا گیا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام بیت الخلاء میں جاتے، اپنی انگوٹھی جرادہ کو دیتے، جو کہ ان کی بیوی تھی، اور سب سے عزیز تھی۔ شیطان سلیمان کی صورت میں اس کے پاس آیا، اور کہا کہ مجھے میری انگوٹھی دو۔ تو اس نے دے دی۔ جب اس نے پہن لی، تو سب جن وانس و شیطان اس کے قابو میں آ گئے۔ جب سلیمان علیہ السلام نکلے، تو اس سے کہا کہ مجھے انگوٹھی دو۔ اس نے کہا کہ وہ تو میں سلیمان کو دے چکی ہوں۔ آپ نے کہا کہ میں سلیمان ہوں۔ اس نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تم سلیمان نہیں۔ پس اس کے بعد ایسا کوئی نہیں تھا کہ جس سے انہوں نے کہا ہو کہ میں سلیمان ہوں، اور ان کی تکذیب نہ کی گئی ہو۔ یہاں تک کہ بچوں نے انہیں پتھروں سے مارا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ اللہ کا امر ہے۔ شیطان لوگوں میں حکومت کرنے لگا۔ جب اللہ نے اس بات کا ارادہ کیا کہ سلیمان کو ان کی سلطنت واپس کی جائے تو انہوں نے لوگوں کے دلوں میں القا کیا کہ اس شیطان کا انکار کریں۔ پس وہ ان کی بیویوں کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ آپ کو سلیمان میں کوئی چیز نظر آئی؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! اب وہ ہمارے پاس حیض کے دونوں میں بھی آتے ہیں، جب کہ پہلے ایسا نہیں تھا[1]

[1] یہاں اس پر قوی سند لکھا ہوا ہے راقم کہتا ہے
تفسیر ابن حاتم نو سو صفحات کی کتاب ہے اس میں کسی بھی روایت پر سند قوی یا ضعیف یا صحیح نہیں ملتا - یہ واحد روایت 18355 ہے جس پر وَبِسَنَدٍ قَوِيٍّ (سند قوی) ملتا ہے لیکن حیرت ہے کہ اس کی سند ابن ابی حاتم نے نہیں دی- لگتا ہے اس میں تصرف و تحریف ہوئی ہے سند غائب کر دی گئی اور روایت کو قوی لکھ دیا گیا

—اس کی سند ہے

ومن أنكرها أيضًا ما قال ابن أبي حاتم: حدثنا علي بن حسين، قال: حدثنا محمد بن العلاء وعثمان بن أبي شيبة وعلي بن محمد، قال: حدثنا أبو معاوية، قال: أخبرنا الأعمش، عن المنهال بن عمرو، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس -رضي الله عنهما- في قوله —تعالى-: وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ، قال: أراد سليمان -عليه الصلاة والسلام- أن يدخل الخلاء وكذا وكذا؛ ذكر الرواية التي سبق ذكرها

اس کی سند میں المنهال بن عمرو ہے جو ضعیف ہے

چوتھی صدی کے ہی ابن حبان اس روایت کو صحیح ابن حبان المتوفی 354ھ میں نقل کرتے ہیں

أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُوسَى بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: (إِنَّ آدَمَ لَمَّا أُهْبِطَ إِلَى الْأَرْضِ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: أَيْ رَبِّ! أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ [البقرة:30] قَالُوا: رَبَّنَا نَحْنُ أَطْوَعُ لَكَ مِنْ بَنِي آدَمَ قَالَ اللَّهُ لِمَلَائِكَتِهِ: هَلُمُّوا مَلَكَيْنِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَنَنْظُرَ كَيْفَ يَعْمَلَانِ قَالُوا: رَبَّنَا هَارُوتُ وَمَارُوتُ قَالَ: فَاهْبِطَا إِلَى الْأَرْضِ قَالَ: فَمُثِّلَتْ لَهُمُ الزُّهَرَةُ امْرَأَةً مِنْ أَحْسَنِ الْبَشَرِ فَجَاءَاهَا فَسَأَلَاهَا نَفْسَهَا فَقَالَتْ: لَا وَاللَّهِ حَتَّى تَكَلَّمَا بِهَذِهِ الْكَلِمَةِ مِنَ الْإِشْرَاكِ قَالَا: وَاللَّهِ لَا نُشْرِكُ بِاللَّهِ أَبَدًا فَذَهَبَتْ عَنْهُمَا ثُمَّ رَجَعَتْ بِصَبِيٍّ تَحْمِلُهُ فَسَأَلَاهَا نَفْسَهَا فَقَالَتْ: لَا وَاللَّهِ حَتَّى تَقْتُلَا هَذَا الصَّبِيَّ فَقَالَا: لَا وَاللَّهِ لَا نَقْتُلُهُ أَبَدًا فَذَهَبَتْ ثُمَّ رَجَعَتْ بِقَدَحٍ مِنْ خَمْرٍ تَحْمِلُهُ فَسَأَلَاهَا نَفْسَهَا فَقَالَتْ: لَا وَاللَّهِ حَتَّى تَشْرَبَا هَذَا الْخَمْرَ فَشَرِبَا فَسَكِرَا فَوَقَعَا عَلَيْهَا وَقَتَلَا الصَّبِيَّ فَلَمَّا أَفَاقَا قَالَتِ الْمَرْأَةُ: وَاللَّهِ مَا تَرَكْتُمَا مِنْ شَيْءٍ أَبَيْتُمَاهُ إِلَّا فَعَلْتُمَاهُ حِينَ سَكِرْتُمَا فَخُيِّرَا عِنْدَ ذَلِكَ بَيْنَ عَذَابِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ فَاخْتَارَا عَذَابَ الدُّنْيَا) قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: الزُّهَرَةُ هَذِهِ امْرَأَةٌ كَانَتْ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ، لَا أَنَّهَا الزُّهَرَةُ الَّتِي هِيَ فِي السَّمَاءِ، الَّتِي هِيَ مِنَ الْخُنَّسِ.

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمایا: جب آدم کا زمین کی طرف ہبوط ہوا فرشتوں نے کہا اے رب کیا اس کو خلیفہ کیا ہے کہ اس میں فساد کرے اور خون بہائے اور ہم آپ کی تعریف کرتے ہیں اور تقدس کرتے ہیں؟ فرمایا: میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے—فرشتوں نے کہا ہمارے رب ہم انسانوں سے بڑھ کر آپ کے اطاعت گزار ہیں اللہ تعالی نے فرشتوں سے کہا: فرشتوں کو لو پس دیکھیں یہ کیا عمل کرتے ہیں- فرشتوں نے کہا: آے رب ہاروت وماروت ہیں- حکم الہی ہوا: زمین کی طرف ہبوط کرو—وہاں الزہرا انسانوں میں سے ایک حسن عورت ان کو ورغلائے گی پس وہ ان فرشتوں کے پاس گئی اور نفس کے بارے میں سوال کیا (یعنی زنا کی ہاروت وماروت نے ترغیب دی) اور بولی: نہیں اللہ کی قسم میں نہیں کروں گی یہاں تک کہ تم شرکیہ کلمات ادا کرو—ہاروت وماروت نے کہا واللہ ہم یہ کلمات نہیں بولیں گے پس وہ لوٹ گئی ایک لڑکے کے ساتھ اور واپس انہوں نے نفس کا سوال کیا وہ بولی میں اس لڑکے کو مار ڈالوں گی فرشتوں نے کہا نہیں مار و وہ لوٹ گئی پھر آئی ایک قدح لے کر شراب کا اس پر سوال کیا فرشتوں نے کہا ہم نہیں پییں گے یہاں تک کہ وہ پی گئے پس وہ واقعہ ہوا (زنا) اور لڑکے کو قتل کیا—جب افاقہ ہوا عورت بولی اللہ کی قسم میں نے تم کو کہیں کا نہ چھوڑا گناہ میں کوئی چیز نہیں جو تم نہ کر بیٹھے ہو اور تم نے نہیں کیا جب تک شراب نہ پی لی… تم نے دنیا و آخرت میں سے دنیا کا عذاب چنا

ابو حاتم ابن حبان نے کہا الزہرہ یہ اس دور میں عورت تھی وہ وہ نہیں جو آسمان میں ہے جو الخنس ہے
ابن حبان نے اس روایت کو صحیح میں لکھا اس میں اختلاف صرف یہ کیا کہ الزہرہ کو ایک مسجم عورت کی بجائے ایک حقیقی عورت کہا

البدء والتاریخ از المطھر بن طاھر المقدسي (المتوفى: نحو 355ھ) قصة ھاروت وماروت، اختلفوا المسلمون [1] فيه اختلافا كثيرا
المقدسی نے تاریخ میں لکھا کہ مسلمانوں کا اس پر اختلاف ہے

یعنی ابن ابی حاتم اس کو منکر کہتے ہیں اور ابن حبان صحیح العلل دار قطنی از امام دار قطنی المتوفی ھ میں ہے

وَسُئِلَ عَنْ حَدِيثِ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عليه وسلم: أن آدم لما أهبطه الله إلى الأرض قالت الملائكة: أي رب: أتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء، قالوا: ربنا، نحن أطوع لك من بني آدم، قال الله للملائكة: هلموا ملكين... فذكر قصة هاروت وماروت. فقال: اختلف فيه على نافع:

فرواه موسى بن جبير، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَالَفَهُ موسى بْنُ عقبة، فرواه عن نافع، عن ابن عمر، عن كعب الأحبار، من رواية الثوري، عن موسى بن عقبة. وقال إبراهيم بن طهمان: عن موسى بن عقبة، عن سالم، عن أبيه، عن كعب. دار قطنی نے العلل میں اس کی اسناد نقل کیں لیکن رد نہیں کیا

افسوس پانچویں صدی ہجری میں امام حاکم المتوفی 405ھ مستدرک میں اس قصہ کو صحیح کہتے ہیں

آٹھویں صدی ہجری میں امام الذھبی سیر الاعلام النبلاء میں لکھتے ہیں

قُلْتُ: وَلِمُجَاهِدٍ أَقْوَالٌ وَغَرَائِبُ فِي العِلْمِ وَالتَّفْسِيْرِ تُسْتَنْكَرُ، وَبَلَغَنَا: أَنَّهُ ذَهَبَ إِلَى بَابِلَ، وَطَلَبَ مِنْ مُتَوَلِّيْهَا أَنْ يُوْقِفَهُ عَلَى هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ.
میں کہتا ہوں: مجاہد کے اقوال اور علم و تفسیر میں غریب باتیں ہیں جن کا انکار کیا جاتا ہے اور ہم تک پہنچا ہے کہ یہ بابل گئے اور وہاں کے متولی سے کہا کہ ہاروت و ماروت سے ملاو
لیکن الذھبی مستدرک حاکم کی تلخیص میں ہاروت و ماروت کے اس قصہ کو صحیح کہتے ہیں

أَخْبَرَنَا أَبُو زَكَرِيَّا الْعَنْبَرِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ، أَنْبَأَ إِسْحَاقُ، أَنْبَأَ حَكَّامُ بْنُ سَلْمٍ الرَّازِيُّ وَكَانَ ثِقَةً، ثنا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ [البقرة: 102] الْآيَةُ. قَالَ: "إِنَّ النَّاسَ بَعْدَ آدَمَ وَقَعُوا فِي الشِّرْكِ اتَّخَذُوا هَذِهِ الْأَصْنَامَ، وَعَبَدُوا غَيْرَ اللَّهِ"، قَالَ: فَجَعَلَتِ الْمَلَائِكَةُ يَدْعُونَ عَلَيْهِمْ وَيَقُولُونَ: رَبَّنَا خَلَقْتَ عِبَادَكَ فَأَحْسَنْتَ خَلْقَهُمْ، وَرَزَقْتَهُمْ فَأَحْسَنْتَ رِزْقَهُمْ، فَعَصَوْكَ وَعَبَدُوا غَيْرَكَ اللَّهُمَّ اللَّهُمَّ يَدْعُونَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ لَهُمُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّهُمْ فِي غَيْبٍ فَجَعَلُوا لَا يَعْذُرُونَهُمْ "فَقَالَ: اخْتَارُوا مِنْكُمُ اثْنَيْنِ أُهْبِطُهُمَا إِلَى الْأَرْضِ، فَآمُرُهُمَا وَأَنْهَاهُمَا" فَاخْتَارُوا هَارُوتَ وَمَارُوتَ — قَالَ: وَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ فِيهِمَا — وَقَالَ فِيهِ: فَلَمَّا شَرِبَا الْخَمْرَ وَانْتَشَيَا وَقَعَا بِالْمَرْأَةِ وَقَتَلَا النَّفْسَ، فَكَثُرَ اللَّغَطُ فِيمَا بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الْمَلَائِكَةِ فَنَظَرُوا إِلَيْهِمَا وَمَا يَعْمَلَانِ فَفِي ذَلِكَ أُنْزِلَتْ وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ، وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ [الشورى:

5]الآيَةُ. قَالَ: فَجَعَلَ بَعْدَ ذَلِكَ الْمَلَائِكَةُ يَعْذِرُونَ أَهْلَ الْأَرْضِ وَيَدْعُونَ لَهُمْ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ» [التعليق – من تلخيص الذهبي]
3655 – صحيح

نویں صدی ہجری میں هیثمی المتوفی 807 ہجری کتاب مجمع الزوائد میں لکھتے ہیں

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا – قَالَ: اسْمُ الْمَلَكَيْنِ اللَّذَيْنِ يَأْتِيَانِ فِي الْقَبْرِ مُنْكَرٌ وَنَكِيرٌ، وَكَانَ اسْمُ هَارُوتَ وَمَارُوتَ – وَهُمَا فِي السَّمَاءِ – عَزَرًا وَعَزِيزًا..
رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

اس کی اسناد حسن ہیں

ابن حجر المتوفي 852 هجري فتح الباری میں کہتے ہیں

قال الحافظ: وقصة هاروت وماروت جاءت بسند حسن من حديث ابن عمر في مسند أحمد

اور ہاروت وماروت کا قصہ حسن سند سے مسند احمد میں ہے ابن عمر کی سند سے

دسویں صدی ہجری میں کتاب التخريج الصغير والتحبير الكبير ابن المِبْرَد الحنبلي (المتوفى: 909هـ) کہتے ہیں

حديث: "هَارُوتَ وَمَارُوتَ" الإمام أحمد، وابن حبان، بسند صحيح.

ابن المبرد کے مطابق مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں اس کی سند صحیح ہے

الدرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة از عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ) کہتے ہیں

قصة هاروت وماروت. وفي مسند أحمد، وصحيح ابن حبان من حديث ابن عمر بسند صحيح.

قلت: لها طرق عديدة استوعبتها في التفسير المسند، وفي تخريج أحاديث الشفاء، انتهى.

قصہ ہاروت وماروت کا یہ مسند احمد صحیح ابن حبان میں ہے صحیح سند سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی

میں السیوطي کہتا ہوں اس کے بہت سے طرق مسند احمد کی تفسیر میں ہے اور احادیث کتاب الشفاء کی تخریج میں

کتاب تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة میں المؤلف: نور الدين، علي بن محمد بن علي بن عبد الرحمن ابن عراق الكناني (المتوفى: 963هـ) کہتے ہیں

"وَمن طَرِيقه (خطّ) من حَدِيث ابْن عمر، وَفِيه قصَّة لنافع مَعَ ابْن عمر وَلَا يَصح، فِيهِ الْفرج بن فضَالة، وسنيد ضعفه أَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيّ (تعقبه) الْحَافِظ ابْن حجر فِي القَوْل المسدد فَقَالَ: أخرجه أَحْمد فِي مُسْنده وَابْن حبَان فِي صَحِيحه من وَجه آخر، وَله طرق كَثِيرَة جمعتها فِي جُزْء مُفْرد يكَاد الْوَاقِف عَلَيْهَا لكثرتها وَقُوَّة مخارج أَكْثَرهَا يقطع بِوُقُوع هَذِه الْقِصَّة، انْتهى قَالَ السُّيُوطِيّ: وَجمعت أَنا طرقها فِي التَّفْسِير الْمسند وَفِي التَّفْسِير الْمَأْثُور فَجَاءَت نيفا وَعشْرين طَرِيقا مَا بَين مَرْفُوع وَمَوْقُوف، ولحديث ابْن عمر بِخُصُوصِهِ طرق متعدّدة.

اور جو طرق حدیث ابن عمر کا ہے اور اس میں نافع کا ابن عمر کے ساتھ کا قصہ ہے صحیح نہیں ہے اس میں فرج بن فضالہ ہے اور سنید ہے جس کی تضعیف کی ہے ابو داود نے اور نسائی نے اس کا تعقب کیا ہے ابن حجر نے کتاب القول لمسدد میں اور کہا ہے اس کی تخریج کی ہے احمد نے مسند میں ابن حبان نے صحیح میں دوسرے طرق سے اور اس کے کثیر طرق ہیں جو سب مل کر ایک جز بن جاتے ہیں اور واقف جان جاتا ہے اس کثرت پر اور مخارج کی قوت پر

...السُّيُوطِيّ نے کہا اور میں نے جمع کر دیا ہے اس کے طرق تفسیر میں اور... خاص کر ابن عمر کی حدیث کے تو بہت طرق ہیں

تذکرۃ الموضوعات میں محمد طاهر بن علي الصديقي الهندي الفَتَّنِي (المتوفى: 986ھ) لکھتے ہیں

قِصَّةُ هَارُوتَ وَمَارُوتَ مَعَ الزُّهرَةِ وَهُبُوطِهِ إِلَى الأَرْضِ امرأَةً حَسَنَةً حِين طغت الْمَلَائِكَة وَشُرْبهِمَا الْخمر وقتلهما النَّفس وزناهما» عَن ابْن عمر رَفعه وَفِيه مُوسَى ابْن جُبَير مُخْتَلف فِيهِ وَلَكِن قد توبع، وَلأبي نعيم عَن عَليّ قَالَ «لعن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم الزهرة وَقَالَ إِنَّهَا فتنت الْملكَيْنِ» وَقيل الصَّحِيح وَقفه على كَعْب وَكَذَا قَالَ الْبَيْهَقِيّ، وَفِي الْوَجِيز قصتهما فِي الْفرج بن فضَالة: ضَعِيف قلت قَالَ ابْن حجر لَهَا طرق كَثِيرَة يقطع بوقوعها لقُوَّة مخارجها.

قصہ ہاروت و ماروت کا الزہرا کے ساتھ اور ان کا زمین پر ہبوط کرنا ایک حسین عورت کے ساتھ اور فرشتوں کا بغاوت کرنا اور شراب پینا اور قتل نفس کرنا اور زنا کرنا جو ابن عمر سے مروی ہے ان تک جاتا ہے اور اس میں موسی بن جبیر ہے مختلف فیہ ہے لیکن اس کی متابعت کی ہے ابو نعیم نے علی کی روایت سے کہ اللہ کی لعنت ہو الزہرا پر اور کہا اس نے فرشتوں کو آزمائش میں ڈالا اور کہا ہے صحیح ہے کعب پر موقوف ہے اور اسی طرح کہا ہے البیہقی نے اور فرج کے قصہ پر کہا ضعیف ہے میں کہتا ہوں ابن حجر نے کہا ہے کہ اس کے طرق بہت سے ہیں

ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر، ج 7، ص 59-60 میں درج کیا ہے۔ سند کے بارے میں انہوں نے بھی یہی کہا ہے کہ

إِسْنَادهُ إِلَى ابن عباس رضي الله عنهما قَوِيٌّ، وَلَكِنَّ الظَّاهِرَ أَنَّهُ إِنَّمَا تَلَقَّاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما إِنْ صَحَّ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَفِيهِمْ طَائِفَةٌ لَا يعتقدون نبوة سليمان عليه الصلاة والسلام فَالظَّاهِرُ أَنَّهُمْ يَكْذِبُونَ عَلَيْهِ، وَلِهَذَا كَانَ فِي هَذَا السِّيَاقِ مُنْكَرَاتٌ مِنْ أَشَدِّهَا ذِكْرُ النِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَشْهُورَ عَنْ مجاهد وغير واحد من أئمة السلف أَنَّ ذَلِكَ الْجِنِّيَّ لَمْ يُسَلَّطْ عَلَى نِسَاءِ سليمان بل عصمهن الله عز وجل منه تشريفا وتكريما لنبيه عليه السلام. وَقَدْ رُوِيَتْ هَذِهِ الْقِصَّةُ مُطَوَّلَةً عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ السلف رضي الله عنهم كَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ وَجَمَاعَةٍ آخَرِينَ وَكُلُّهَا مُتَلَقَّاةٌ مِنْ قَصَصِ أَهْلِ الْكِتَابِ، والله سبحانه وتعالى أعلم بالصواب.

اس کی سند ابن عباس تک قوی ہے۔ لیکن بظاہر یہ ان کو اہل کتاب سے ملی جسے انہوں نے صحیح مانا۔ جب کہ ان میں ایک گروہ تھا جو کہ سلیمان کی نبوت کا منکر تھا۔ اور بظاہر ان کی تکذیب کرتا تھا۔ اور اس میں شدید منکر باتیں ہیں خاص کر بیویوں والی۔ اور مجاہد اور دیگر ائمہ سے مشہور ہے کہ جن ان کی بیویوں پر مسلط نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اللہ نے ان کی عصمت رکھی اور شرف و تکریم بخشا۔ اور یہ واقعہ سلف میں ایک جماعت نے نقل کیا جیسا کہ سعید بن مسیت، زید بن اسلم، اور بعد کی ایک جماعت نے بھی جن کو یہ اہل کتاب کے قصوں سے ملا

راقم کہتا ہے ابن کثیر کا قول باطل ہے یہ کام ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نہیں کہ اہل کتاب سے روایت کریں بلکہ اس میں جرح منہال بن عمرو پر ہے

چودھویں صدی ہجری میں کتاب التحریر والتنویر از محمد الطاهر بن محمد بن محمد الطاهر بن عاشور التونسي (المتوفى: 1393ھ) کے مطابق

وَلِأَهْلِ الْقِصَصِ هُنَا قِصَّةٌ خُرَافِيَّةٌ مِنْ مَوْضُوعَاتِ الْيَهُودِ فِي خُرَافَاتِهِمُ الْحَدِيثَةِ اعْتَادَ بَعْضُ الْمُفَسِّرِينَ ذِكْرَهَا مِنْهُمُ ابْنُ عَطِيَّةَ وَالْبَيْضَاوِيُّ وَأَشَارَ الْمُحَقِّقُونَ مِثْلُ الْبَيْضَاوِيِّ وَالْفَخْرِ وَابْنِ كَثِيرٍ وَالْقُرْطُبِيِّ وَابْنِ عَرَفَةَ إِلَى كَذِبِهَا وَأَنَّهَا مِنْ مَرْوِيَّاتِ كَعْبِ الْأَحْبَارِ وَقَدْ وَهِمَ فِيهَا بَعْضُ الْمُتَسَاهِلِينَ فِي الْحَدِيثِ فَنَسَبُوا رِوَايَتَهَا عَنِ النَّبِيءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ بِأَسَانِيدَ وَاهِيَةٍ وَالْعَجَبُ لِلْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى كَيْفَ أَخْرَجَهَا مُسْنَدَةً لِلنَّبِيءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَلَعَلَّهَا مُسُوسَةٌ عَلَى الْإِمَامِ أَحْمَدَ أَوْ أَنَّهُ غَرَّهُ فِيهَا ظَاهِرُ حَالِ رُوَاتِهَا مَعَ أَنَّ فِيهِمْ موسَى بْنَ جُبَيْرٍ وَهُوَ مُتَكَلَّمٌ فِيهِ اور اہل قصص کے لئے اس میں بہت سے یہودیوں کے گھڑے ہوئے قصے ہیں جس سے مفسرین دھوکہ کھا گئے ان میں ابن عطیہ اور بیضاوی ہیں اور محققین مثلا بیضاوی اور فخر الرازی اور ابن کثیر اور قرطبی اور ابن عرفہ نے ان کے کذب کی طرف اشارہ کیا ہے جو بے شک کعب الاحبار کی مرویات ہیں اور اس میں وہم ہے بعض متساھلین کا حدیث کے لئے تو انہوں نے ان قصوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے یا بعض اصحاب رسول کی طرف واہیات اسناد کے ساتھ اور عجیب بات ہے کہ امام احمد بن حنبل اللہ رحم کرے نے ان کو کیسے مسند میں لکھا اور ہو سکتا ہے وہ بہک گئے ہوں اس کے ظاہر حال پر اس میں موسی بن جبیر ہے اور متکلم فیہ ہے

یہ بھی لکھتے ہیں

وَ(هَارُوتَ وَمَارُوتَ) بَدَلٌ مِنَ (الْمَلَكَيْنِ) وَهُمَا اسْمَانِ كَلْدَانِيَّانِ دَخَلَهُمَا تَغْيِيرُ التَّعْرِيبِ لِإِجْرَائِهِمَا عَلَى خِفَّةِ الْأَوْزَانِ الْعَرَبِيَّةِ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ هَارُوتَ مُعَرَّبُ (هَارُوكَا) وَهُوَ اسْمُ الْقَمَرِ عِنْدَ الْكَلْدَانِيِّينَ وَأَنَّ مَارُوتَ مُعَرَّبُ (مَارُودَاخ) وَهُوَ اسْمُ الْمُشْتَرِي عِنْدَهُمْ وَكَانُوا يَعُدُّونَ الْكَوَاكِبَ السَّيَّارَةَ مِنَ الْمَعْبُودَاتِ الْمُقَدَّسَةِ الَّتِي هِيَ دُونَ الْآلِهَةِ لَا سِيَّمَا الْقَمَرِ فَإِنَّهُ أَشَدُّ الْكَوَاكِبِ تَأْثِيرًا عِنْدَهُمْ فِي هَذَا الْعَالَمِ وَهُوَ رَمْزُ الْأُنْثَى، وَكَذَلِكَ الْمُشْتَرِي فَهُوَ أَشْرَفُ الْكَوَاكِبِ السَّبْعَةِ عِنْدَهُمْ وَلَعَلَّهُ كَانَ رَمْزَ الذَّكَرِ عِنْدَهُمْ كَمَا كَانَ بَعْلٌ عِنْدَ الْكَنْعَانِيِّينَ الْفِنِيقِيِّينَ.

اور ہاروت و ماروت فرشتوں کا بدل ہیں اور یہ نام کلدانی کے ہیں ان کو شامل کیا گیا ہے تبدیل کر کے عربی وزن پر اور ظاہر ہے ہاروت معرب ہے ہاروکا کا جو چاند کا نام ہے کلدانیوں کے نزدیک اور ماروت معرب ہے ماروداخ کا جو مشتری کا نام ہے ان کے ہاں— اور یہ کواکب کو مقدس معبودات میں شمار کرتے تھے خاص طور پر چاند کو کیونکہ یہ کواکب میں سب سے بڑھ کر تاثیر رکھتا ہے ان کے نزدیک تمام عالم میں اور یہ رمز ہے مونث پر اور اسی طرح مشتری سات کواکب میں سب سے باعزت ہے جو اشارہ ہے مذکر پر ان کے نزدیک جیسا کہ بعل تھا فونشیوں اور کنعانیوں کے نزدیک صحیح ابن حبان کی تعلیق میں شعیب الأرنؤوط لکھتے ہیں

قلت: وقول الحافظ ابن حجر في ”القول المسدد“ 40-41 بأن: للحديث طرقاً كثيرة جمعتها في جزء مفرد يكاد الواقف عليه أن يقطع بوقوع هذه القصة لكثرة الطرق الواردة فيها وقوة مخارج أكثرها، خطأ مبين منه -رحمه الله- ردَّه عليه العلامة أحمد شاكر -رحمه الله- في تعليقه على ”المسند“ (6178) فقال: أمَّا هذا الذي جزم به الحافظ بصحة وقوع هذه القصة صحة قريبة من القطع لكثرة طرقها وقوة مخارج أكثرها، فلا، فإنها كلها طرق معلولة أو واهية إلى مخالفتها الواضحة للعقل، لا من جهة عصمة الملائكة القطعية فقط، بل من ناحية أن الكوكب الذي نراه صغيراً في عين الناظر قد يكون حجمه أضعاف حجم الكرة الأرضية بالآلاف المؤلفة من الأضعاف، فأنَّى يكون جسم المرأة الصغير إلى هذه الأجرام الفلكية الهائلة!

شعیب الأرنؤوط نے ابن حجر کی تصحیح کو ایک غلطی قرار دیا اور احمد شاکر نے بھی ابن حجر کی رائے کو رد کیا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (١٠٤) مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (١٠٥)	اے لوگوں جو ایمان لائے ہو مت بولو : راعنا بلکہ بولو انظرنا اور سن لو کافروں کے لیے درد ناک عذاب ہے (104) اہل کتاب میں سے جو کافر ھیں اور مشرکین ، یہ ہرگز پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر خیر نازل ہو- بے شک اللہ جس کو چاھتا ہے اپنی رحمت کے لیے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کرنے والا ہے (105)

[تفسیر اٰیۃ104تا105]

الواحدی نے اسباب النزول میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لفظ راعنا در اصل عبرانی زبان میں ایک برا لفظ تھا، لہذا جب بھی یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہیں تو وہ اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں اور آپس میں ہنستے تھے۔ صحابی رسول سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو جان لیا کیونکہ وہ عبرانی سے بخوبی واقف تھے۔ اکثر مسلمان مفسرین کا خیال ہے کہ یہ لفظ عربی ہے اور اس کا مطلب انہوں نے سمجھائے ہمارے چرواہے لیکن یہ محض قیاس آرائی ہے۔ حدیث رسول میں ہے کہ تمام انبیاء نے بکریاں چرائی ہیں اور خود بائبل میں موجود ہے کہ بعض انبیاء نے گلہ بانی بھی کی ہے–لفظ راعنا کی وضاحت John Medows Rodwell نے ترجمہ قرآن اور فٹ نوٹ میں لکھا The Koran میں کی کہ اصلا یہ عبرانی زبان میں طنزیہ لفظ ہے اور اس کا مطلب ہے "ہمارا بد شخص"- عربی میں لفظ انظرنا "ہم نے دیکھا" ایک طرح کا سلام بھی ہے، راعنا کی طرح اس سے منسلک کوئی برا معنی بھی نہیں

بائبل کی کتاب پیدائش باب 6 میں لفظ "راع" بدی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یثربی یہودی اس طرح کے الفاظ کو توڑ مروڑ کے بولتے تھے اور اپنی خفیہ زبان استعمال کر رہے تھے

هم جو آیت منسوخ کر دیتے ھیں یا بھلا دیتے ھیں تو هم اس پر اسی کے مثل یا بہتر آیت دے دیتے ھیں - کیا تم نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ ھر چیز پر قادر ہے (۱۰۶) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے لئے ھی ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاھی اور تمھارے لئے اللہ کے علاوہ کوئی ولی و مددگار نہیں (۱۰۷)	مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِها نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْها أَوْ مِثْلِها أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (106) أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّماواتِ وَالْأَرْضِ وَما لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلا نَصِيرٍ (107)

[تفسیر آیۃ 106 تا 107]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے یعنی سرور کائنات (کائنات کا بادشاہ)۔اس لقب کا استعمال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سراسر غلط اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے خلاف ہے۔اس طرح کا دوسرا لقب سرور الکونین (دو جہانوں کا رب) ہے یا، سرورعالم (دوجہانوں کا رب) ہیں۔

آج ہم اہل کتاب پر تنقید کرتے لیکن ہمیں اپنے آپ کو بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ بطور مسلمان ہم کیا کر رہے ہیں؟ کیا ہم غلو نہیں کر رہے جیسا کہ پچھلی امتوں نے کیا تھا؟ کیا ہم اپنے نبی کو ایسے لقب نہیں دے رہے جو غلط ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ”جس نے کہا کہ محمد، یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہیں وہ کذاب ہے“

اسی طرح ہم نے فرمان نبوی کارد کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار میری قبر پر مسجد نہ بنانا، بے شک اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کی ہے جنھوں نے اولیاء اور نبیوں کی قبروں کو بطور مسجد کے لیا“

قرآن میں ناسخ و منسوخ کا علم ہونا بہت اہم علم ہے-اس پر باقاعدہ کتب موجود ہیں-قرآن میں آخری سورت جس میں شرع کے احکام نازل ہوئے وہ سورہ المائدہ ہے اور اس کی کچھ آیات ناسخ ہیں جن سے سورہ البقرہ وغیرہ کی آیات منسوخ ہوتی ہیں-یہود کے نزدیک کتاب اللہ توریت میں کچھ بھی منسوخ نہیں ہے-اناجیل اربعہ میں ہم پاتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی یہود سے بحث ہوتی ہے جس میں وہ توریت کی آیات کی اصل تفسیر کرتے ہیں جبکہ یہود ان آیات کی معنوی تحریف کر رہے ہوتے ہیں-قرآن میں یہاں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ پچھلا حکم منسوخ کر سکتا ہے مثلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کا حکم مدینہ میں ملا اور وقتی حکم دیا گیا کہ حدود حرم میں بھی کفار سے لڑو (سورہ الحج)-بعد میں جب اسلام غالب ہو گیا تو کہا گیا کہ حدود حرم میں لڑنا روز ازل سے منع ہے لہذا واپس اسی حکم پر لوٹ جاؤ (سورہ التوبہ)-

اس طرح اللہ تعالیٰ وقتی حکم دے سکتا ہے، اور بعد میں اپنے حکم کو بدل بھی سکتا ہے—البتہ جب قرآن میں احکام سورہ المائدہ پر پورے ہوئے تو اب قیامت تک یہی شرع محمدی ہیں [1]

---

[1] صحیح بخاری کی حدیث 5037 ، 5038 ، 5042 میں ہے
حَدَّثَنَا رَبِيعُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَأُ فِي المَسْجِدِ، فَقَالَ: «يَرْحَمُهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا، آيَةً مِنْ سُورَةِ كَذَا» حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ هِشَامٍ، وَقَالَ: أَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُورَةِ كَذَا، تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ

مُسْهِرٍ، وَعَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامٍ
عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں قرات کرتے سنا- پس فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے مجھ کو فلاں فلاں آیات یاد دلا دیں

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَأُ فِي سُورَةٍ بِاللَّيْلِ، فَقَالَ: «يَرْحَمُهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا، آيَةً كُنْتُ أُنْسِيتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا»
عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو رات میں مسجد میں قرات کرتے سنا- پس فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے مجھ کو فلاں فلاں آیات یاد دلا دیں جو میں بھول چکا تھا فلاں فلاں سورت سے

حدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِئًا يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ فِي المَسْجِدِ، فَقَالَ: «يَرْحَمُهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً أَسْقَطْتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا
عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو رات میں مسجد میں قرات کرتے سنا- پس فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے مجھ کو فلاں فلاں آیات یاد دلا دیں جو میں بھول چکا تھا فلاں فلاں سورت سے

ھشام بن عروہ کی روایت کوفہ عراق والوں نے لی ھے جس میں ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیات بھول جاتے تھےاس روایت کو ھشام سے ان لوگوں نے لیا ھے
أَبُو الصَّلْت زَائِدَة بن قدامَة الثَّقَفِيّ الكوفى - عِيسَى بن يُونُس بن أبي إِسْحَاق عَمْرو السبيعِي الْهَمدَانِي الْكُوفِي - أبو أسامة حماد بن أسامة الكوفى - أبو الحسن على بن مسهر القرشى الكوفى - أبو محمد عبدة بن سليمان الكلابى الكوفى - أبو سفيان وكيع بن الجراح بن مليح الكوفى - أَبُو مُعَاوِيَة مُحَمَّد بن خَازِم الضَّرِير التَّمِيمِي السَّعْدِيّ الْكُوفِي - ابُو هِشَامٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ أ الهَمْدَانِيُّ الكوفى

عراق میں ھشام نے بعض روایات بیان کیں جن پر امام مالک کو بھی اعتراض رہا اگرچہ معلوم نہیں ان میں کون کون سی روایات تھیں اگر اس روایت میں صرف بھولنے کا ذکر ہوتا تو مسئلہ نہیں تھا لیکن اس میں بیان ہوا ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوحی کی وہ آیات بھول گئے جو اصحاب رسول قرات کرتے رھے یہاں تک کہ اپ نے جب سنا تو خوش ہوئے اور ان صحابی کو دعا دی -
روایت میں ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے آیات یاد دلا دیں جو میں بھول چکا تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ کوئی اس طرح نہ کہے کہ میں آیات بھول گیا بلکہ کہے بھلا دی گئیں -
صحيح البخاري: كِتَابُ فَضَائِلِ القُرْآنِ (بَابُ اسْتِذْكَارِ القُرْآنِ وَتَعَاهُدِهِ) صحیح بخاری: کتاب: قرآن کے فضائل کا بیان (باب: قرآن مجید کو ہمیشہ پڑھتے اور یاد کرتے رھنا) 5032 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِأَحَدِهِمْ أَنْ يَقُولَ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ نُسِّيَ وَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنْ النَّعَمِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ
ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا ، ان سے منصور نے ، ان سے ابو وائل نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت برا ھے کسی شخص کا یہ کہنا کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا بلکہ یوں (کہنا چاہیے) کہ مجھے بھلادیا گیا اور قرآن مجید کا پڑھنا جاری رکھو کیونکہ انسانوں کے دلوں سے دور ہوجانے میں وہ اونٹ کے بھاگنے سے بھی بڑھ کر ھے ۔

بھول جانا انبیاء کی بشریت ھے صحیح بخاری میں ھے رسول اللہ نماز پر بھولنے پر فرمایا
إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي
بے شک میں تمہارے جیسا بشر ہوں ، بھول جاتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو ، جب میں بھولوں تو یاد دلا دو

روایت کے الفاظ ہیں یرحمه الله لقد اذکرني کذا وکذا آية کنت انسيتها من سورة کذا وکذا
اللہ اس پر رحم کرے اس نے یاد کرا دیں وہ اور وہ آیات جن کو میں بھول گیا تھا اس اس سورت میں سے
المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم میں أبو العبَّاس لکھتے ہیں

قال ابن السيِّد البطليوسي : كذا وكذا : كناية عن الأعداد المعطوف بعضها على بعض ؛ من أحد وعشرين إلى تسعة وتسعين
ابن السيِّد البطليوسي نے کہا کذا وکذا یہ کنایہ ہے اعداد کی طرف گیارہ سے لے کر ننانوے تک

مزید لکھا
وإذا قال : له عندي كذا كذا درهمًا ؛ فهي كناية عن الأعداد ؛ من أحد عشر إلى تسعة عشر ، هذا اتفاق من الكوفيين والبصريين . وقال الكوفيون خاصة
اگر کہے میرے پاس کذا کذا درہم ہیں تو یہ اعداد پر کنایہ ہے اس میں گیارہ سے لے کر انیس تک ہے اس پر کوفیوں بصریوں کا اتفاق ہے اور یہ کہا ہے خاص کر کوفیوں نے

مزید کہا
فيكون قوله ـ صلى الله عليه وسلم ـ : ((كذا وكذا آية)) ؛ [أنه] أقل ما يحمل عليه إحدى وعشرون
رسول اللہ کا کہنا کذا وکذا آية تو یہ کم از کم گیارہ آیات تھیں-

عربی ادب کی اس بحث کا حاصل یہ ہوا کہ روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم از کم گیارہ آیات بھول گئے تھے اور یہ روایت کوفیوں کی بیان کردہ ہے

قَاضِی عِیَاض صحیح مسلم کی شرح میں کہتے ہیں
يجوز على النبي - عليه السلام - من النسيان
یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہے کہ بھول جائیں

اس کی مثال قَاضِی عِیَاض نے دی کہ نماز میں بھول گئے پھر سجدہ سہو کیا-قاضی کے مطابق صوفیاء اورالْأُصُولِيِّينَ میں أَبَا المظفر الاسفرايني کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھول و نسیان کو منسوب نہیں کیا جا سکتا - ابن حجر نے فتح الباری میں اس رائے کو قَوْلٌ ضَعِيفٌ قرار دیا ہے

بدر الدین العینی نے عمدة القاري شرح صحيح البخاري میں لکھا ہے
قيل: كَيفَ جَازَ نِسْيَان الْقُرْآن عَلَيْهِ. وَأجِيب: بِأَن النسْيَان لَيْسَ بِاخْتِيَارِهِ.
کہا جاتا ہے : کیسے جائز ہے قرآن میں بھول جانا ؟ اور جواب دیا گیا : کہ بھول جانے پر اختیار نہیں ہوتا

راقم کہتا ہے یہاں معاملہ الوحی کے بھول جانے کا ہے جو معمولی بات نہیں ہے - الوحی تو قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی ہے جس کو صرف اللہ ہی بھلا سکتا ہے
سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ہم اپ پر پڑھیں گے تو اپ بھول نہ سکیں گے سوائے وہ جو اللہ چاہے (سورہ الأعلى)

اللہ چاہے تو اپنے نبی کو آیات بھلا سکتا ہے لیکن اس آیت کا اس حدیث سے کیا جوڑ ہے ؟ اللہ جو آیات بھلا دیتا ہے وہ آیات وہ ہیں جو منسوخ کی گئی ہیں اور اس کے بدلے اس جیسی یا اس سے بہتر آیات دی گئی ہیں- شارحین کی اس روایت پر نکتہ سنجی ہے کہ یہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جان بوجھ کر نہیں نسیان کی وجہ سے بھولے ایسا متعدد نے کہا مثلافتح المنعم شرح صحيح مسلم المؤلف: الأستاذ الدكتور موسى شاهين

لاشين: كنت أسقطتها من سورة كذا أي كنت أسقطتها نسيانًا لا عمدًا،

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا
حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِئًا يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ فِي المَسْجِدِ، فَقَالَ: «يَرْحَمُهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً أَسْقَطْتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا
االله رحم کرے اس پر اس نے یاد دلا دیں وہ اور وہ آیات جو اس سورہ میں اور اس سورہ میں سے گر گئیں تھیں

گر گئیں یعنی منسوخ ہو گئیں تھیں - اگرچہ اس صریح بات کو تمام شارحین نے منسوخ آیات یا قرات قرار نہیں دیا ہے البتہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں ملا علی القاری نے کہا
وَيَكُونُ مَعْنَى قَوْلِهِ نَسِيَ، أَيْ نُسِخَتْ تِلَاوَتُهُ اور ممکن ہے کہ قول نبوی میں بھول گیا یعنی ان کی تلاوت منسوخ ہوئی تھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض آیات بھلا دی گئیں اس کا مطلب ہے کہ اس کے جیسی دوسری آیت دی یا حکم منسوخ ہوا بعض آیات ہیں جن کی قرات منسوخ ہوئی اور حکم باقی رہا مثلا رجم-بعض آیات ہیں جن کا حکم منسوخ ہوا اور قرآن میں موجود ہیں مثلا روزے کی چند آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ ان صحابی نے گر جانے والی آیات کی قرات کی سے معلوم ہوا کہ یہ شخص جس کا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اس کی قرات باطل تھی کیونکہ وہ منسوخ آیات کی قرات کر رہا تھا جو رسول اللہ بھول چکے تھے - اس شخص کو اصلاح کی ضرورت تھی - اس کو خبر کی جاتی کہ تو منسوخ آیات کی قرات کیوں کر رہا ہے ؟ لیکن ایسا روایت میں بیان نہیں ہوا کہ رسول اللہ نے اس کو طلب کر کے نئی آیات قرات کرنے کا حکم دیا یا خبر دی ہو کہ یہ قرات اب منسوخ ہوئی - دوسری طرف اگر یہ وہ آیات تھیں جن کا حکم منسوخ ہوا لیکن قرات باقی رہی تو ایسا ممکن نہیں کہ یہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلا دی گئی ہوں

ابن حجر نے فتح الباری میں کہا لَمْ أَقِفْ عَلَى تَعْيِينِ الْآيَاتِ الْمَذْكُورَةِ کون سی آیات تھیں ان کا تَعْيِينِ نہیں ہو سکا
راقم کہتا ہے اس روایت کی تہہ میں عجیب بات ہے جو غور کرے اس پر اس کی نکارت ظاہر ہو سکتی ہے

(اے مومنو) کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال کرو جیسا کہ اس سے قبل موسی سے کیے گئے اور جو ایمان کو کفر سے بدلے تو وہ سیدھے رستے سے ہٹ گیا (108) اکثر اہل کتاب کے دلوں میں حسد میں خواہش ہے کہ حق کی وضاحت ہو جانے کے بعد ، تم کو ایمان سے کفر پر پھیر دیں ؛ پس ان سے درگزر کرو، ان کو نظر انداز کرو حتی کہ اللہ کا حکم آئے - بلا شبہ اللہ ھر چیز پر قادر ہے (109) اور نماز قائم کرو ، زکوات دو اور جو تم اپنے نفس کے لئے خیر (نیک عمل) بھیج دو گے تو اس کو اللہ کے پاس پاؤ گے- بلا شبہ اللہ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو (110)	أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْئَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ (١٠٨) وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّاراً حَسَداً مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (١٠٩) وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (١١٠)

[تفسیر اٰیۃ108تا110]

عرب کے یہودی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح کے معجزات کا مطالبہ کر رہے تھے جو مصری غلامی والے بنی اسرائیل کے لئے کیے گئے تھے مثلا اللہ نے پہاڑ اٹھایا، انہیں تورات کو پکڑنے کا حکم دیا اور چٹان سے پانی لایا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا نئی نشانیاں دیکھ کر، وہ واقعی رسول اللہ کی پیروی کریں گے یا صرف نافرمانی ہی کرتے رہیں گے جیسا کہ انہوں نے موسیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے تقاضوں پر اپنی نشانیاں نہیں دہراتا۔

قرآن مجید نے مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ وہ مصر کے یہودیوں کی طرح برتاؤ نہ کریں جو موسیٰ علیہ السلام کی ناشکری کرتے تھے اور ان کی وفات کے بعد ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن نے مطالبہ کیا کہ مسلمان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر مشروط حمایت کا مظاہرہ کریں اور اس بات پر ایمان رکھیں کہ اسلام صحیح راستہ ہے۔ یہ حکم ان منافقین کے لیے لعنت تھا جو ظاہری طور پر مسلمان تھے لیکن سچے مومن نہیں تھے اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کے ساتھ اتحاد کیا تھا۔ دوسری طرف یہودی عرب، کافروں کے ساتھ مذاکرات کر رہے تھے۔ قدیم اصول کے مطابق میرے دشمن کا دشمن میرا دوست ہے۔ یثرب میں مسلمان اور یہودی برادریوں کے درمیان اختلافات وسیع ہو گئے تھے اور یہ بحث خیانت اور منفی پروپیگنڈے میں تبدیل ہو گئی تھی۔

ابن حزم کے مطابق سورہ توبہ کی آیت نمبر 29 سے سورہ بقرہ کی آیت 109 منسوخ ہو گئی ہے۔

وَقالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَنْ كانَ هُوداً أَوْ نَصارى تِلْكَ أَمانِيُّهُمْ قُلْ هاتُوا بُرْهانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صادِقِينَ (١١١)
بَلى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلا هُمْ يَحْزَنُونَ (١١٢)
وَقالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصارى عَلى شَيْءٍ وَقالَتِ النَّصارى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتابَ كَذلِكَ قالَ الَّذِينَ لا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيامَةِ فِيما كانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (١١٣)

اور (اهل کتاب) کہتے ہیں کہ جنت میں نہیں داخل ہو مگر وہ جو یہودی ہو یا نصرانی ہو ؛ یہ ان کی آرزوئیں ہیں ! کہو : اس پر دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو (111) ہاں ، جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ احسان کرنے والا بھی تھا تو بس اس کے لئے اجر ہے اس کے رب کے پاس ، نہ ان کو خوف ہو گا نہ وہ غم زدہ ہوں گے (112)
اور یہودی کہتے ہیں نصرانی کسی چیز پر نہیں ، اور نصرانی کہتے ہیں کہ یہودی کسی چیز پر نہیں ، اور یہ کتاب کی تلاوت کرتے ہیں - اسی طرح کا قول وہ بھی کہتے ہیں جو کوئی علم نہیں رکھتے - پس یہ جس پر اختلاف کر رہے ہیں ، اس کا فیصلہ ان سب کے درمیان اللہ روز قیامت کرے گا (113)

[تفسیر آیة 111تا113] یہودی ربی ابا ہو کے مطابق: ''اگر کوئی شخص کہے کہ میں رب ہوں تو وہ جھوٹا ہے۔ اگر وہ کہے کہ میں انسان کا بیٹا ہوں تو اس کے لیے مستقبل میں افسوس کی کوئی وجہ ہو گی۔ اور اگر وہ کہے کہ میں آسمان پر (جنت میں) جاؤں گا تو اس نے کہا ہے لیکن اپنے وعدے پر عمل نہیں کر سکے گا۔
یہودی ربی کے مطابق جنت کا دعوی کرنا ایک صحیح عادت نہیں البتہ ان ہدایات پر تمام یہود کا عمل نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اللہ کی سب سے پسندیدہ مخلوق سمجھتے ہیں

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا أُولَئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (١١٤)
وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (١١٥)

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مساجد میں اللہ کا نام لینے سے روکےاور ان (مساجد) کو خراب کرنے کی کوشش کرے ، ان کے لئے اور کچھ نہیں سوائے اس کے کہ ان (مسجدوں) میں ڈرتے ہوئے داخل ہوں ، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں عظیم عذاب ہے 114
اور اللہ ہی کے لئے ہے مشرق و مغرب ! پس جدھر بھی مڑو گے ، تو وہیں ، اللہ کا رخ ہے - بلا شبہ اللہ وسیع علم والا ہے 115

[تفسیر اٰیۃ114تا115]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ایک مسجد قبا (یثرب کے مضافات میں) اور دوسری مسجد یثرب (مسجد النبی) میں قائم کی تھی۔ مسلمان جو آس پاس کے علاقوں میں رہتے تھے انہوں نے بھی مساجد قائم کی تھیں۔ یہ آیت دراصل تمام مخالفین کے لئے ایک انتباہ ہے چاہے وہ یہودی ہوں، عیسائی ہوں، مشرک ہوں یا منافقین ہوں کہ مساجد کو تباہ نہیں کیا جانا چاہیئے۔

امام ابن حزم کے مطابق آیت 115 محکم ہے لیکن اس کا ایک حصہ جہاں بھی تم مڑتے ہو وہاں اللہ کا چہرہ ہے منسوخ کر دیا گیا ہے. اسی سورت کی آیت نمبر 144 سے، جس میں تحویل قبلہ کا حکم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شروع میں قبلہ کی اہمیت نہیں تھی جہاں بھی چہرہ ہو فرض نماز ہو جاتی تھی- پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کیا- اگرچہ نوافل میں اب بھی قبلہ کی ضرورت نہیں- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول بھی مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے سواری پر ہی نوافل ادا کرتے تھے، جس میں قبلہ رخ نہیں ہوا جا سکتا- رات کے نوافل سفر میں سواری پر ہی ادا کیے جاتے تھے- ان میں نہ قبلہ کی سمت کو برقرار رکھا جاتا تھا نہ سات اعضا پر سجدے سواری پر ممکن ہیں— بلکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ جاتے تھے تو یقیناً وہ سواری پر قبلہ کی مخالف سمت میں ہوتے تھے اور دوران نوافل سواری پر ہی سجدہ کرتے تھے جس میں صرف سر کو جھکا دینا ہی کافی ہے— یہاں رکوع ذرا سے جھکنا ہو گا اور سجدہ اس میں تھوڑا اور زائد ہو گا

اسلام میں فرض نماز قبلہ رخ ہو کر پڑھنے کا حکم ہے اور ان کو سواری سے اتر کر پڑھا جائے گا اور سات اعضا پر ہی سجدہ کرنا ہو گا ورنہ نماز نہ ہو گی لیکن رات کے نوافل کو سواری پر ہی پڑھا گیا ہے اور دوران سفر قبلہ رخ نہیں کیا جاتا تھا— صحیح بخاری میں ہے باب: سواری پر نفلی نماز (جیسے تہجد وغیرہ) ادا کرنا، چاہیے سواری کا منہ کسی بھی سمت ہو۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز سوار ہونے کی حالت میں ہی پڑھ لیتے تھے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی بجائے کسی اور سمت جاتے ہوتے۔

باب: نفل نماز کا گدھے پر سواری کی حالت میں پڑھنا

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے گدھے پر سوار ہو کر نماز پڑھی اور ان کا منہ قبلہ کے بائیں طرف تھا (جب وہ نماز پڑھ چکے) تو پوچھا گیا

کہ آپ نے خلاف قبلہ نماز پڑھی ہے ؟انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں (کبھی) ایسا نہ کرنا۔

سنن دار قطنی کتاب الصلاۃ باب الاجتھاد فی القبلۃ وجواز التحری فی ذلک، ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل للالبانی حدیث 291 ہے

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آسمان پر (گہرے) بادل چھا گئے تو قبلے کے بارے میں ہمارا اختلاف ہو گیا۔ ہم نے درست سمت معلوم کرنے کی کوشش کی پھر (ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے مطابق) الگ الگ سمت میں نماز پڑھ کر نشان لگا دیا تاکہ صبح معلوم ہو جائے کہ (اس نے) نماز قبلہ رخ پڑھی ہے یا نہیں۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہم نے قبلے کی سمت نماز ادا نہیں کی تھی۔ یہ واقعہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو انہوں نے ہمیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا اور فرمایا قد أجزأت صلاتكم تمہاری نماز ہو گئی

قرآن سورہ ال عمران میں اللہ تعالی نے خبر دی کہ اس قرآن میں دو طرح کی آیات ہیں- آیات محکمات و آیت متشابھات- محکم وہ آیت ہے جو اپنے متن میں بالکل واضح ہے انسان اس کو سمجھ جاتا ہے—متشابہ آیات وہ ہیں جو متن میں ہم پر واضح نہیں ہو سکتیں مثلا اللہ تعالی کا عرش پر مستوی ہونے کے مراد ہے یا آسمان کی ساخت کیا ہے کس طرح سات آسمان ہیں، عرش کس مٹیریل کا بنا ہوا ہے—اللہ تعالی کے چہرے کا کیا مطلب ہے وغیرہ—

توحید کے مضامین قرآن میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں لیکن قرن دوم کے آغاز پر عراق و شام میں جھم بن صفوان نامی ایک شخص کا عقیدہ لوگ اختیار کر رہے تھے جس کے مطابق اللہ تعالی اس کائنات میں ہر مقام پر موجود ہے- یہ موقف وحدت الوجود کے نام سے صوفی فرقوں (یعنی دیو بندی و بریلوی وغیر ہم) میں مقبول ہے کہ تمام کائنات اللہ تعالی ہی ہے- خالق و مخلوق میں کوئی دوئی و فرق نہیں ہے- کتب صوفیاء میں اس بات کو پلٹ پلٹ کر لاتعداد حکایتوں کی صورت سمجھایا گیا ہے- دوسری طرف قرن سوم تک جا کر بہت سی روایات جمع ہو چکی تھیں جن میں رب العالمین کے جسم کی بات کی گئی تھی مثلا اللہ تعالی کے اعضا کا ذکر ان روایات میں موجود ہے- ان روایات پر بغداد میں مناظرے ہوتے تھے اور محدثین کا ایک گروہ کہتا تھا عرش عظیم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھایا جائے گا- امام مالک فرماتے تھے کہ اس قسم کی روایات جن میں اللہ تعالی کے چہرے کو آدم علیہ السلام سے ملایا گیا ہو ان کو روایت مت کرو، نہ یہ روایت کرو کہ اللہ تعالی کا عرش سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت پر ڈگمگا گیا- نہ عرش پر سوال کرو -اللہ تعالی عرش پر ہے لیکن کس طرح؟ اس میں سوال بدعت ہے- یہ موقف تفویض کہلاتا ہے کہ ہم ان آیات کو متشابھات سمجھ کر ایمان لاتے ہیں اور تاویل اللہ کو سونپتے ہیں- اسماء وصفات کی بحث میں ان محدثین کو المفوضہ کہا جاتا ہے

تیسری طرف ایک گروہ گیا جس کو الحشویہ یا المجسمیہ کہا جاتا ہے—ان کا موقف ہے کہ اللہ تعالی کے اعضا ہیں بس انسان سے سائز میں بڑے ہیں کیونکہ قرآن میں ہے لیس کمثلہ شی اللہ کے جیسا کوئی نہیں- یہ موقف آجکل اہل حدیث وسلفی و وہابی فرقوں کا ہے- ان کے نزدیک عرش واللہ تعالی سے متعلق آیات متشابھات نہیں ہیں- اسی طرح ان کے نزدیک قرآن و حدیث میں اگر کسی مقام پر ضمیر اللہ کی طرف ہو تو اس آیت و حدیث کا ظاہری مطلب لیا جائے گا- اس طرح ان کے نزدیک ہر روز ذات باری تعالی آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے کیونکہ یہ حدیث میں ہے- آسمان دنیا اس طرح اللہ تعالی میں جذب ہو جاتا ہے- اس حلولی عقیدے کو اختیار کر کے یہ لوگ جھمیوں سے کم نہ ہوئے- اس گروہ میں امام احمد کے بیٹے، ابو بکر الخلال، ابن تیمیہ وابن قیم وغیرہ ہیں— سلفی و وہابی فرقوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن میں ایسی آیات نہیں ہو سکتیں جن کا صحیح علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو— ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ بھی متشابہ نہیں تھا— یہ موقف محض لفاظی سے قائم کیا گیا ہے اور احادیث رسول میں اسکی دلیل بھی نہیں ہے— ظاہر ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش و آسمان کی ہر بات کا علم ہوتا تو ان پر علم چھپانا منع تھا— انبیاء کتم علم نہیں کرتے جو بھی علم

ان تک آتا ہے اس کو امت کو دینا ان پر لازم ہے—لہذا صحیح عقیدہ یہی ہے کہ آیات متشابہات کا علم خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں تھا-
سلفی تنظیموں نے یہ موقف اس لئے اپنایا کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کا معبود ایک انسانی شکل والا ہے بس سائز میں انسان سے بڑا ہے—ان کا موقف ہے کہ قرآن وحدیث میں جب بھی اللہ تعالی سے متعلق کچھ بیان ہو گا تو اس کو اس کی اصل پر لیا جائے گا— لیکن اس آیت پر آ کر ان کی تھیوری فیل ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں ہے کہ زمین پر اللہ کا چہرہ ہر رخ میں ہے—اس آیت کی صحیح تفسیر یہی ہے کہ اللہ ہر جانب سے اس زمین کو دیکھ رہا ہے وہ اس زمین میں انسانوں کے ساتھ موجود نہیں ہے بلکہ اپنے علم کی وجہ سے وہ ہر انسان کو جانتا ہے اور ان کے عمل سے واقف ہے-
چوتھا موقف ان علماء کا ہے جو متکلمین تھے اور امام ابو الحسن اشعری کے مذھب پر ہیں کہ اللہ تعالی سے متعلق آیات متشابھات ہیں اور احادیث کی تاویل کی جائے گی مثلا روز اللہ تعالی آسمان دنیا نازل نہیں ہوتے بلکہ ان کی رحمت نازل ہوتی ہے- مخالفین کی جانب سے ان علماء کو موولہ یعنی تاویل کرنے والے کہا جاتا ہے—ان میں امام بیہقی، ابن جوزی، ابن حجر عسقلانی، نووی وغیرہ ہیں- راقم کی تحقیق کے مطابق آیات قرانی کے حوالے سے المفوضہ کا موقف یعنی امام مالک کا موقف درست ہے اور اسماء وصفات میں احادیث کی تاویل کے حوالے سے اشاعرہ کا منہج درست ہے
امام بخاری نے صحیح البخاری میں (رواية النسفي) سورہ قصص کی تفسیر میں لکھا ہے
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ [القصص:88]: "إِلَّا مُلْكَهُ، وَيُقَالُ: إِلَّا مَا أُرِيدَ بِهِ وَجْهُ اللَّهِ"
ہر چیز ہلاک ہو جائے گی سوائے اس کے چہرے کے—سوائے اس کی بادشاہت کے اور کہتے ہیں سوائے اس کے جو اللہ کی رضا کے لئے ہوں
دوسری طرف جب وجہ اللہ کی بات اتی ہے تو سلفی لوگ مثلا ابن تیمیہ وغیرہ کہتے ہیں
یہاں چہرہ سے مراد قبلہ ہے کیونکہ لغت عرب میں چہرہ سے مراد جہت ہوتی ہے کہتے ہیں میں نے اس الوجھ کا قصد کیا اور پھر اس رخ میں سفر کیا یعنی اس جہت میں اور یہ بہت مشہور ہے پس الوجہ سے مراد جہت ہے
راقم کہتا ہے یہ قول خود ان لوگوں کے اصول کے خلاف ہے کہ اگر ضمیر آیت میں اللہ کی طرف جا رہی ہو تو اس کی تاویل نہیں کی جائے گی اس کو ظاہر پر لیا جائے گا
ابن تیمیہ جان چھڑانے کے لئے دعوی کیا کہ وَلَيْسَتْ هَذِهِ الْآيَةُ مِنْ آيَاتِ الصِّفَاتِ یہ آیت صفت نہیں ہے (مجموع الفتاوی) یعنی چہرہ اللہ کی صفت اس آیت سے ثابت نہیں ہے

اور انہوں نے کہا : اللہ نے بیٹا لیا ! پاک ہے وہ بلکہ اس کے لئے تو ہے جو آسمانوں و زمین میں ہے - ہر کوئی اس کے آگے سر تسلیم خم ہے (116) آسمانوں و زمین کو شروع کرنے والا ، اور جب وہ کسی کام کا فیصلہ دے دے تو بس وہ کہتا ہے : " (کن) ہو جا `` اور وہ ہو جاتی ہے (117)	وَقالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَداً سُبْحانَهُ بَلْ لَهُ ما فِي السَّماواتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَهُ قانِتُونَ (١١٦) بَدِيعُ السَّماواتِ وَالْأَرْضِ وَإِذا قَضى أَمْراً فَإِنَّما يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (١١٧)

[تفسیر اٰیة116تا117]

قرآن سورہ المائدہ میں ہے کہ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ

اور یہود نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانیوں نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے—یہ (بکواس) اقوال ان کے منہ سے نکل رہے ہیں

عزیر معرب نام ہے عزرا یا عسدرس نام کا، جیسے موسیٰ عربی میں ہے اور موشے عبرانی میں- مغربی محقق گورڈن ڈارنیل نیوبی نے کہا

We can deduce that the inhabitants of Hijaz during Muhammad's time knew portions, at least, of 3 Enoch in association with the Jews. The angels over which Metatron becomes chief are identified in the Enoch traditions as the sons of God, the Bene Elohim, the Watchers, the fallen ones as the causer of the flood. In 1 Enoch, and 4 Ezra, the term Son of God can be applied to the Messiah, but most often it is applied to the righteous men, of whom Jewish tradition holds there to be no more righteous than the ones God elected to translate to heaven alive. It is easy, then, to imagine that among the Jews of the Hijaz who were apparently involved in mystical speculations associated with the Merkabah, Ezra, because of the traditions of his translation, because of his piety, and particularly because he was equated with Enoch as the Scribe of God, could be termed one of the Bene Elohim. And, of course, he would fit the description of religious leader (one of the Ahbar of the Qur'an 9:31) whom the Jews had exalted [1].

”ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے میں حجاز کے یہودی باشندے کم از کم انوخ 3 کے کچھ حصوں کو جانتے تھے۔ وہ فرشتے جن پر میٹاٹرون سردار تھا، انوخ کی کتاب میں ان کی شناخت رب تعالی کے بیٹے، بنی ایلوہیم، نگہبان فرشتوں کے طور پر کی گئی ہے۔ کتاب انوخ اول اور کتاب عذرا چہارم میں بنی ایلوہیم کو مسیح پر لگایا گیا ہے، بلکہ اکثر اس کو نیک لوگوں پر بولا گیا ہے جو یہودی روایات کے مطابق وہ انہی کی طرح متقی تھے جس کو آسمان کی جانب اٹھایا گیا اور وہ آسمان پر زندہ ہے. لہٰذا یہ تصور کرنا آسان ہے کہ حجاز کے یہود مرقبہ یا مرکب سے متعلق پر اسرار قیاس آرائیوں میں ملوث تھے اور پھر اسی میں عذرا کاتب کو انہوں نے بنی الوھم میں قرار دیا- اور قرانی تفصیل کہ احبار سے اس کی شخصیت لگا کھاتی ہے جن

[1] A History of The Jews of Arabia by Gordon Darnell Newby, University Of South Carolina Press, p. 59, 1988

کو یہود نے چڑھایا"

یہودیوں کی طرف سے عزیر کو چڑھانے کے پیچھے کیا محرکات تھے؟اس کی ایک وجہ راقم کے نزدیک عبرانی زبان سے متعلق ہے- عبرانی کے دو رسم الخط تھے۔ایک رسم الخط معدوم ہو چکا ہے اور اسے آئیوری یا پیلیو عبرانی یعنی قدیم عبرانی کہا جاتا ہے۔۔آئیوری کو مقدس عبرانی رسم الخط کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں اصل تورات لکھی گئی تھی۔آج جو رسم الخط استعمال ہوتا ہے اسے آشوری یا آشوری رسم الخط کہا جاتا ہے۔عزیر کو اس وقت عزت ملی جب اس نے توریت کے متن کو قدیم عبرانی سے آشوری رسم الخط میں تبدیل کیا-

Mar Zutra or, some say, Mar Ukba said: Originally the Torah was given to Israel in Ivri (Paleo-Hebrew) letters and in the sacred Hebrew language. Later, in the times of Ezra, the Torah was given in Ashuri script and aramaic language. Finally, they selected for Israel the Ashuri script and hebrew language, leaving the original Hebrew characters and Aramaic language for the ignorant people. Rebbe Yose said: Why is it called Ashuri (Assyrian) script? Because they brought it with them from Assyria [1].

مار زترا یا بعض کا کہنا ہے کہ مار عقبہ نے کہا: اصل میں تورات اسرائیل کو ایوری (قدیم عبرانی) حروف میں اور مقدس عبرانی زبان میں دی گئی تھی۔ بعد میں عزیر کے زمانے میں تورات آشوری رسم الخط اور آرامی زبان میں دی گئی۔آخر میں، انہوں نے اسرائیل کے لئے آشوری رسم الخط اور عبرانی زبان کا انتخاب کیا، اور جاہل لوگوں کی وجہ سے اصل عبرانی حروف اور آرامی زبان چھوڑ دی۔ ربی یوسے نے کہا: اسے آشوری (آشوری) رسم الخط کیوں کہا جاتا ہے؟ کیونکہ وہ اسے آشوریہ سے اپنے ساتھ لائے تھے۔

بنی ایلوھیم کا مطلب ہے اللہ کے بیٹے-اور یہ کفریہ ٹائٹل یہ فرشتوں اور مسیح اور عزیر کے لئے یہود نے استعمال کیا-اس حوالے یہودی صوفیوں نے کشف کیے اور ان کی اس تعظیم کو اپنے کشف و مراقبوں سے جانا- جس شخص نے عاشوری رسم الخط میں تورات لکھی وہ عزیر تھا۔عرب کے یہودیوں نے عزیر کو اس قدر بلند کر دیا تھا کہ وہ اسے خدا کا بیٹا بھی کہہ کر پکارتے تھے۔اس سوال کا جواب ابھی باقی ہے کہ عزیر جو نہ تو کاہن تھا اور نہ ہی نبی بلکہ فارس سے تعلق رکھنے والا محض ایک بیورو کریٹ یا سکریٹری تھا، اس کو تورات کے بارے میں اس وقت کیسے پتہ چلا جب نبو کد نضر نے ہیکل کو بھی جلا دیا تھا اور تمام کاہنوں اور اشرافیہ کو غلام بنا دیا تھا۔اس سوال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ عزیر روح قدیس یا روح القدس کے زیر اثر تھا۔حاقودیش (روح القدس) کا یہودی تصور اسلام سے الگ ہے-اسلام میں روح القدس فرشتہ جبریل کا نام ہے جبکہ یہودیت میں اللہ تعالی کی ایک روح بھی کہا جاتا ہے۔تاہم یہود نے دعوی کیا کہ روح حاقودیش (روح القدس) کے زیر اثر عزیر کو الوہی متن اشوری میں ملا-

عزیر کو ایک نبی کے طور پر بائبل کی کتابوں یا قرآن میں بھی بیان نہیں کیا گیا ہے-مسلمان مفسرین نے اپنے تئیں محض یہ سوچا کہ نصرانی، عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں اور چونکہ وہ رسول اللہ تھے، لہذا عزیر بھی اغلبا کوئی رسول ہی ہو گا-اس طرح مفسرین نے عزیر کے نام کے ساتھ علیہ السلام کا لاحقہ تفسیروں میں لگا دیا-جبکہ اس پر کوئی دلیل نہیں تھی کہ عزیر، اللہ کا رسول تھا بلکہ اس کے بر عکس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ عزیر نبی تھا یا نہیں

[1] Babylonian Talmud (Sanhedrin 21b)

راقم کہتا ہے کہ تحقیق سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں ہے بلکہ محض ایک Redactor تھا جس نے بہت سی یہودی تحریرات کو جو باہم متخالف بھی تھیں ان کو اصل توریت کے آگے پیچھے ملا دیا اور اس طرح ایک نئی کتاب کو توریت کا نام دیا جس کے متن میں اضافہ تھا اور رسم الخط بھی اصلی عبرانی پر نہ تھا- بعد میں رومی دور میں اس کتاب کا ترجمہ یونانی کیا گیا تو اس کو Septuagint کہا گیا

مزید وضاحت کتاب Esdras عسدراس سے ہوتی ہے- عزرا (یا عسدراس یونانی میں) سے وابستہ چار کتابیں تھیں- انہیں 1-2-3، اور 4 ایسڈراس کہا جاتا ہے. دلچسپ بات یہ ہے کہ 1 اور 2 عسدراس آجکل بائبل میں عزرا اور نحمیاہ کی کتاب کے نام سے مشہور ہیں، جبکہ دیگر دو کتب عسدراس 3 اور 4 کو 1 اور 2 عسدراس کے نام سے اب جانا جاتا ہے- اس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف سے 1 عسدراس اور 2 عسدراس کو مستند سمجھا جاتا ہے- بعض نے تیسری کتاب کو 1 عسدراس (یا کچھ نے اسے 3 عسدراس) اور چوتھی کتاب کو 2 عسدراس کہا (لیکن کچھ نے اسے 4 عسدراس کہا)- رومن کتھولک عیسائیوں نے ان کو گھڑی ہوئی کتب کہا کیونکہ ان کے مطابق روح ہا کودیش یا روح القدس عزیر میں جا رہی ہے- 2 عسدراس (یا 4 اعسدراس) بتاتا ہے کہ روح القدس عزرا میں چلی گئی- نصرانیوں کے نزدیک اس طرح عزیر الوہی بن جاتا ہے لہذا انہوں نے ان کتب کا رد کیا

Esdras2 باب 14 میں ہے

Behold, Lord, I will go, as thou hast commanded me, and reprove the people which are present: but they that shall be born afterwards, who shall admonish them? thus the world is set in darkness, and they that dwell therein are without light. For thy law is burnt, therefore no man knoweth the things that are done of thee, or the work that shall begin. But if I have found grace before thee, send the Holy Ghost into me, and I shall write all that hath been done in the world since the beginning, which were written in thy law, that men may find thy path, and that they which will live in the latter days may live. And he answered me, saying, Go thy way, gather the people together, and say unto them, that they seek thee not for forty days.

عسدراس یہودی، پروٹسٹنٹ، کیتھولک، یا آرتھوڈوکس چرچ میں آجکل مستند کتب نہیں سمجھی جاتیں تاہم جارجیائی مشرقی چرچ اس کتاب کو آج بھی مستند مانتا ہے- اسی طرح یثرب کے یہود بھی اغلبا اس کو مستند متن کے طور پر لیتے ہوں گے جو عزیر کو ابن اللہ بنا رہے تھے-
غور کرنے والوں کے لئے اہم سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ بائبل میں کوئی ایسا مستند حوالہ موجود ہے جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ کہاں سے عزیر کو توریت کا عاشوری رسم الخط ملا؟ عسدراس یا عزرا یا عزیر موجودہ روایت کے مطابق محض ایک سیاست دان تھے- راقم کہتا ہے عزیر نے فارسیوں کے ذوق کے مطابق کتاب اللہ کو تبدیل کیا اور اپنے دور کی زبان میں تورات کو تبدیل کیا اس کو فارسی سوچ پر ڈھالا-

اور جو کچھ نہیں جانتے انہوں نے کہا : اللہ ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا ہم پر نشانیاں کیوں نہیں آتیں ؟ اسی طرح کی بات ان سے قبل لوگوں نے بھی کی تھی - ان کے دل ایک سے ھیں ، بے شک ہم نے اپنی نشانیاں واضح کر دی ھیں یقین رکھنے والوں کے لئے
(118) ہم نے تم کو بھیجا ھے حق کے ساتھ ، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر ، اور تم سے جہنمیوں پر سوال نہیں کیا جائے گا
(119) اور تم سے یہود و نصاری راضی نہ ہوں گے حتی کہ تم ان کی ملت کی اتباع کرو - کہو : ھدایت تو وہ ھے جو اللہ کی ھدایت ھے - اور اگر تمہارے پاس جو علم آ گیا ھے اس کے بعد ان کی خواھشات کی اتباع کی تو پھر اللہ کی طرف سے نہ تمہارا کوئی دوست ہو گا نہ مددگار
(120) وہ جن کو ہم نے کتاب دی وہ حق تلاوت کے ساتھ اس کتاب کو پڑھتے ھیں ، یہ وہ ھیں جو ایمان لائے ھیں اور جو کفر کرے وہی نقصان میں ھیں
(121)

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (١١٨) إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ (١١٩) وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (١٢٠) الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (١٢١)

[تفسیر آیۃ 118 تا 121]

ملت سے مراد کسی مذہب یا گروہ کے مخصوص رسم و رواج یا رسومات ہیں جو انہیں باقی مذاھب سے الگ کرتی ہیں۔ کچھ مذہبی نشانات یا لباس یا بالوں کے اسٹائل سبھی اس کے تحت آتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے طریقے بتائے تھے جن کے ذریعے مسلمان دوسرے ادیان یا ملتوں سے ممتاز کر سکتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کا دین میں اپنا راستہ ہے اور یہ وہ نہیں جس پر ابراہیم علیہ السلام چل رہے تھے کیونکہ ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی تھے۔[١]

[١] وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ، فَهُوَ مِنْهُمْ جس نے کسی قوم کی مشابہت لی وہ انہی میں سے ھے
یہ روایت صحیح بخاری و مسلم میں نہیں اور اس کی ایک بھی سند صحیح نہیں ھے- شعيب الأرناؤوط: إسناده ضعيف. کہتے ھیں امام احمد کے استاد امام دحیم کہتے ھیں هَذَا الحديثُ ليسَ بشيءٍ یہ حدیث کوئی چیز نہیں
اس میں محدثین عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ پر جرح کرتے ھیں اس کی ایک منفرد سند مسند البزار میں ھے جس میں علی بن غراب ھے جو ضعیف ھے اس کے علاوہ ھشام بن حسان بصری ھے جو ضعیف ھے اور ابن سیرین سے روایت کرتا ھے لہذا اس روایت کی ایک بھی سند مناسب نہیں

يَابَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (١٢٢) وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ (١٢٣) وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (١٢٤)

اے بنی اسرائیل ! یاد کرو میری نعمت جو میں نے تم پر کی اور میں نے تم کو عالمین پر فضیلت دی (122) اور ڈرو اس دن سے جب کوئی متنفس کسی دوسرے نفس کے لئے کسی چیز میں کام نہ آئے گا ، اور نہ تاوان قبول ہو گا ، اور نہ کسی کی سفارش فائدہ دے گی اور نہ ھی ان کی مدد کی جائے گی (123) اور جب ابراھیم کے رب نے کلمات (القا شدہ احکام)سے اس کی آزمائش کی ، تو اس نے ان کو پورا کیا - (ھم نے) فرمایا : میں تم لوگوں کا قائد بناؤں گا -(ابراھیم) بولے : اور میری نسل ؟ فرمایا : میرا عھد (تیری نسل کے) ظالموں کے لئے نہیں (124)

[تفسیر آیۃ122تا124]

اردو میں عربی زبان کے لفظ امام کے لئے قریب ترین ترجمہ قائد ہے اس کو انگریزی میں لیڈر کہتے ہیں-اردو میں لفظ امام نماز کی امامت کرنے والے تک محدود ہے لیکن عربی لغت میں یہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سے موجود ہے اور اس کا وہی مطلب لیا جائے گا جو قریش کی عربی میں مشرکین مکہ کو معلوم ہو کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے-اس بنا پر امام کا ترجمہ اردو میں قائد کیا گیا ہے

اور جب ہم نے البیت اللہ کو کر دیا لوگوں کے واپس آنے اور امن کا مقام اور (حکم دیا) مقام ابراهیم کو نماز کی جگہ کے طور پر لو اور ہم نے عہد کیا ابراهیم و اسماعیل سے کہ میرے (اس) گھر کو پاک و مطہر رکھنا طواف کرنے والوں کے لئے ، اعتکاف کرنے والوں کے لئے ، رکوع کرنے والوں کے لئے اور سجدے کرنے والوں کے لیے (125)
اور جب ابراهیم نے کہا : اے رب اس کو امن کا شہر کر اور اس کے بسنے والے جو اللہ پر یوم آخرت پر ایمان رکھیں انہیں پھلوں کا رزق دے - (ہم نے) فرمایا : جو کفر کرے گا اس کو بھی ہم تھوڑا فائدہ دیں گے ، پھر اس کو آگ کے عذاب کی طرف گھسیٹیں گے اور وہ لوٹنے کا برا مقام ہے (126)

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (125) وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (126)

[تفسیر اٰیۃ 125 تا 126]

جب ابراہیم علیہ السلام بکہ (مکہ) کی چٹیل وریتلی وادی میں ہاجر سلام اللہ علیہا کو چھوڑ کر چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے کعبہ کے قریب پانی زمزم کو ظاہر کیا- اس وقت کعبہ طوفان ریت میں چھپا ہوا تھا۔ زمزم کے پانی کے باعث ہاجر اور اسماعیل زندہ رہے۔ اتفاقا عربوں کا قبیلہ جرہم وہاں قریب سے گزر رہا تھا اور اس نے پرندوں کو وادی کی طرف (پانی کے لیے) اڑتے ہوئے دیکھا۔ وہ متجسس ہو گئے اور پانی کی تلاش میں جب وہاں پہنچے تو ہاجر علیہ السلام کو وہاں پایا۔ جرہم والوں نے ان سے وہاں آباد ہونے کی اجازت مانگی جس کی انہوں نے اجازت دی لیکن کہا کہ پانی ان کے کنٹرول میں ہی رہے گا [1] -

آیات میں موجود ہے کہ ابراہیم و اسمعیل نے کعبہ کی بنیادوں کو بلند کیا نہ کہ نئے سرے سے اس کی بنیاد رکھی — بنیاد تو آدم علیہ السلام اس کی رکھ چکے تھے

مکہ کو حرم اللہ تعالی نے قرار دیا ہے اس کی وجہ سے سال کے چار ماہ حرمت والے ہیں اس دن سے جس دن زمین و آسمان بنے- قرآن میں سورہ توبہ اٰیۃ ہے

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ

[1] عرب مورخین کے مطابق قبیلہ جرھم ارم بن سام بن نوح کے زمانے سے عربی بول رہا ہے۔ ہاجر علیھا السلام کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام عربوں کے ساتھ بڑے ہوئے اور انہوں نے جرھم قبیلے سے عربی سیکھی اور عرب قبیلے میں شادی کی (صحیح بخاری)۔ اس طرح ابراهیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام عربوں کے رشتہ دار بن گئے اور ان کی نسل میں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیدا ہوئے ۔

اللہ کے نزدیک مہینے بارہ ہیں جو کتاب اللہ میں ہیں، اس روز سے جب زمیں و آسمان خلق ہوئے، ان میں سے چار حرمت والے ہیں

صحیح مسلم میں ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

اس شہر مکہ کو اللہ نے حرم قرار دیا اس روز جب آسمان و زمین خلق ہوئے

مستدرک حاکم کی روایت ہے جس کو حاکم اور الذھبی مسلم کی شرط پر کہتے ہیں

حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّيْرَفِيُّ، بِمَرْوَ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ مُلَاعِبِ بْنِ حَيَّانَ، ثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ، قَالَا: ثنا إِسْرَائِيلُ، ثنا خَالِدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عَرْعَرَةَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا [آل عمران: 96] أَهُوَ أَوَّلُ بَيْتٍ بُنِيَ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنَّهُ أَوَّلُ بَيْتٍ وُضِعَ فِيهِ الْبَرَكَةُ وَالْهُدَى، وَمَقَامُ إِبْرَاهِيمَ، وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا، وَإِنْ شِئْتَ أَنْبَأْتُكَ كَيْفَ بَنَاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، إِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَى إِبْرَاهِيمَ أَنِ ابْنِ لِي بَيْتًا فِي الْأَرْضِ فَضَاقَ بِهِ ذَرْعًا، فَأَرْسَلَ اللهُ إِلَيْهِ السَّكِينَةَ، وَهِيَ رِيحٌ خَجُوجٌ، لَهَا رَأْسٌ، فَاتَّبَعَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ حَتَّى انْتَهَتْ، ثُمَّ تَطَوَّقَتْ إِلَى مَوْضِعِ الْبَيْتِ تَطَوُّقَ الْحَيَّةِ، فَبَنَى إِبْرَاهِيمُ فَكَانَ يَبْنِي هُوَ سَاقًا كُلَّ يَوْمٍ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَكَانَ الْحَجَرِ، قَالَ لِابْنِهِ: أَبْغِنِي حَجَرًا فَالْتَمَسَ ثَمَّةَ حَجَرًا حَتَّى أَتَاهُ بِهِ، فَوَجَدَ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ قَدْ رُكِّبَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُهُ: مِنْ أَيْنَ لَكَ هَذَا؟ قَالَ: جَاءَ بِهِ مَنْ لَمْ يَتَّكِلْ عَلَى بِنَائِكَ جَاءَ بِهِ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ فَأَتَمَّهُ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ»

خالد بن عرعرة کہتے ہیں کہ ایک شخص نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكً میں کیا یہ زمین پر بننے والا پہلا گھر ہے؟ علی نے کہا نہیں لیکن پہلے گھر میں برکت اور ہدایت ہے اور مقام ابراہیم ہے جو اس میں داخل ہوا امن میں ہے اور اگر چاہو تو میں تمہیں خبر دوں کہ اللہ نے یہ کیسے بنوایا بے شک اللہ نے ابراہیم پر الہام کیا کہ زمین پر میرے لئے گھر بناو پس ان کا دل تنگ ہوا پس اللہ نے سکینہ کو بھیجا جو ایک تند و تیز ہوا تھی جس کا سر بھی تھا پس اس کے پیچھے ابراہیم کا ایک ساتھی لگا یہاں تک کہ وہ رک گئی اور بیت اللہ کا ایک زندہ کی طرح طواف کرنے لگی پس ابراہیم اس مقام پر روز بیت اللہ بناتے یہاں تک کہ (بنیاد کھودتے ہوئے) کہ ایک (بڑے) پتھر تک پہنچ گئے پس انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا یہ پتھر دو اور انہوں نے اس کو اٹھایا تو اس کے نیچے حجر الاسود تھا- ابراہیم نے اس کو نصب کر دیا تھا تو ان کے بیٹے نے کہا یہ آپ کو کہاں سے ملا؟ یہ ان سے ملا جن تک تمہاری نگاہ نہیں جاتی—جبریل آسمان سے لائے اور یہ پورا کیا [1]

---

[1] عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کلام ہے کہ حجر اسود کا نہ فائدہ ہے نہ نقصان ہے محض سنت کی وجہ سے چھوا جاتا ہے - ان روایات کا متن مضطرب ہے

حدثنا محمد بن كثير أخبرنا سفيان عن الأعمش عن إبراهيم عن عابس بن ربيعة عن عمر رضي الله عنه أنه جاء إلى الحجر الأسود فقبله فقال إني أعلم أنك حجر لا تضر ولا تنفع ولولا أني رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يقبلك ما قبلتك

عمر حجر اسود تک گئے اس کو چوما پھر کہا میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نقصان دے سکتا ہے نہ فائدہ دے سکتا ہے اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھ کو چوم رہے ہیں تو میں بھی نہ چومتا

اس میں چومنے کا ذکر ہے

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ: «أَمَا وَاللَّهِ،

یہ روایت تفسیر طبری میں بھی نقل ہوئی ہے-اس روایت میں سکینہ کا ذکر ہے-

ابراہیم علیہ السلام کے دور میں قبلہ کا کوئی تصور نہیں تھا-عبادت کے لئے مشرق و مغرب میں کہیں بھی رخ کیا جا سکتا تھا البتہ جب ابرہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تو آپ علیہ السلام، مقام ابراہیم کے پاس کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جس کا رخ بیت المقدس کی مخالف سمت میں ہوتا تھا

مقام ابراہیم کا مصلی کرنے کا مطلب ہے کہ امام کعبہ کے سامنے جنوب مغرب میں رخ کرے اور یروشلم کو قبلہ نہ کرے بلکہ اس کی مخالف سمت میں نماز پڑھنے کے مقام کو لے-آجکل مقام ابراہیم کعبہ سے دور ہے لیکن مورخین کے مطابق دور نبوی میں اس چٹان کو کعبہ کی دیوار سے ملا کر رکھا گیا تھا-کعبہ کا دروازہ شمال و مشرق میں جو دیوار ہے اس میں ہے-مقام ابراہیم کو مصلی بنانے کا حکم اصل میں امام کے لئے ہے کہ وہ مقام ابراہیم کے پاس کھڑا ہو گا-کعبہ کی اس دیوار کی طرف جہاں پر دروازہ ہے یعنی امام کا منہ جنوب مغرب کے بیچ میں ہو گا-یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اگر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تو انہوں نے بیت المقدس کی طرف رخ نہیں کیا-

اس آیت میں جعل کا لفظ ہے جس کا مطلب بنایا ہوتا ہے یا مقرر کرنا یعنی اس مقام کو اللہ نے بیت اللہ کے طور پر مقرر کیا ہے-یہی حکم بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا، تحویل قبلہ میں اس کا ذکر کیا گیا کہ اب بنی اسرائیل کے قبلہ کی طرف نہیں بلکہ اس کی مخالف سمت میں رخ کرو-مقام ابراہیم کو مقام ابراہیم اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس چٹان پر ان کے پیر کا نشان معجزاتی انداز موجود تھا-روایات اہل بیت ہیں جو بتاتی ہیں کہ یہ نشان اس وقت بنا جب ابراہیم ایک موقعہ پر اسمٰعیل سے ملنے آئے ان کی بہو ملی اس سے بات ہوئی تو ابراہیم نے زمین پر قدم نہیں رکھا اور کہا میں اسمٰعیل کے

إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ»، فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ: «فَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ المُشْرِكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ»، ثُمَّ قَالَ: «شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلاَ نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ» , (خ) 1605

عمر حجر اسود سے بولے و اللہ میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نقصان دے سکتا ہے نہ فائدہ دے سکتا ہے اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھ کو چھو رہے ہیں تو میں بھی نہ چھوتا- پھر اس کو چھوا …

اس میں چھونے کا ذکر ہے

مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ، وَيَقُولُ: "إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَكِنِّي رَأَيْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَ حَفِيًّا

میں نے عمر کو دیکھا حجر اسود کو چوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نقصان دے سکتا ہے نہ فائدہ دے سکتا ہے لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تجھ پر مہربانی کرتے تھے

الفاظ مبہم ہیں- اس روایت کے متن میں اضطراب ہے اگرچہ اسناد صحیح ہیں

بعض میں ہے کہ نبی نے اگر نہ چوما ہوتا،اور بعض میں ہے استلام یا نہ چھوا ہوتا اور بعض میں مبہم الفاظ ہیں کہ عمر نے کہا نبی تجھ پر مہربانی کرتے

سنن ابو داود میں ہے

حدَّثنا مُصرِّفُ بن عمرو الياميُّ، حدَّثنا يونسُ - يعني ابنَ بُكير - حدَّثنا ابن إسحاق، حدَّثني محمدُ بن جعفر بن الزبير، عن عُبيد الله بن عبد الله ابن أبي ثورعن صفيةَ بنتِ شيبة، قالت: لما اطمأنَّ رسولُ الله - صلَّى الله عليه وسلم - بمكة عام الفتح طَافَ على بعيرٍ يستلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ في يده، قالت: وأنا أنظُرُ إليه

لئے آیا ہوں- بہو نے کہا کہ آپ اگر زمین پر قدم نہیں رکھیں تو کم از کم چٹان پر رکھیں میں یہاں آپ کے پیر دھو دیتی ہوں- اس وقت اللہ کے حکم سے یہ نشان چٹان پر بن گیا تا کہ اسمعیل کے لئے نشانی بن جائے کہ واقعی ابراہیم یہاں تک آئے تھے- اسمعیل سے ملے بغیر ابراہیم واپس چلے گئے اسواقعہ کا ذکر صحیحین میں نہیں ہے لیکن تاریخ طبری میں ہے انْزِلْ حَتَّى أَغْسِلَ رَأْسَكَ، فَلَمْ يَنْزِلْ، فَجَاءَتْهُ بِالْمَقَامِ فَوَضَعَتْهُ عَنْ شِقِّهِ الأَيْمَنِ، فَوَضَعَ قَدَمَهُ عَلَيْهِ فَبَقِيَ أَثَرُ قَدَمِهِ عَلَيْهِ

اسمعیل کي دوسري بيوي نے ابراہیم سے کہا سواري سے اتريے اور سر دھو ليں لیکن ابراہیم نہ اترے اور مقام تک آئے ہے اس...پر ان کے قدم کا اثر رہ گیا

صحیح بخاری میں اس حکایت کا کچھ حصہ ہے کہ ابراہیم نے جاتے جاتے کہا اسمعیل کو کہنا چوکھٹ باقی رکھو یعنی اس بہو کو نکاح میں رکھو-

اس چٹان کو کعبہ کی دیوار سے ملا کر باب کعبہ کے ساتھ رکھا جاتا تھا- اللہ تعالی نے حکم دیا کہ اس دیوار کی طرف منہ کر کے امام کھڑا ہو گا جس میں کعبہ کا دروازہ ہے

کعبہ کے حقیقی مقام کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سکینہ کو بھیجا، ایک سنسناتی ہوئی ہوا تھی جو انسان کی طرح لگ رہی تھی اور ابراہیم علیہ السلام نے اس کا تعاقب کیا یہاں تک کہ ہوا نے کعبہ کا طواف شروع کر دیا۔ ابراہیم اور اسماعیل نے وہاں کھدائی شروع کی یہاں تک کہ انہیں حجر مل گیا، حجر اس وقت سفید تھا سیاہ پتھر یا حجر الاسود نہ تھا- یہ آسمان سے اتارا گیا تھا تا کہ آدم علیہ السلام کو بیت اللہ کا مقام دکھائے۔ اس پتھر کو رکن بھی کہا جاتا ہے۔

اہل کتاب کی ایک کتاب جوبلیز باب 22 میں بتایا گیا ہے کہ اللہ نے ابراہیم کو ایک گھر تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے جسے ابراہیم کا گھر کہا جائے گا۔

This house have I built for myself that I might put my name upon it in Earth: (it is given to you and to your seed forever), and it will be named the house of Abraham; it is given to you and to your seed forever; for you will build my house and establish my name before YAHWEH forever: your seed and your name will stand throughout all generations of Earth

یہ گھر میں نے اپنے لئے بنایا ہے تا کہ میں اس پر زمین میں اپنا نام رکھ سکوں (یہ تمہیں اور تمہاری اولاد کو ہمیشہ کے لئے دیا گیا ہے) اور اس کا نام بیت ابراہیم رکھا جائے گا۔ یہ تمہیں اور تمہاری اولاد کو ہمیشہ کے لیے دیا جاتا ہے۔ کیونکہ تم میرا بیت تعمیر کرو گے اور میرا نام ہمیشہ کے لئے یھوی (اللہ تعالی) کے سامنے قائم کرو گے۔ تیری نسل اور تیرا نام زمین کی تمام نسلوں میں قائم رہے گا۔

یہ گھر یروشلم سے بہت دور ہونا چاہئے، کیونکہ ابراہیم کی موت کے بعد، اسماعیل کو بیت ابراہیم میں معجزانہ طور پر آہوں و سسکیوں کے ذریعے ابراہیم کی موت کے بارے میں پتہ چلا (جوبلیز کی کتاب، باب 22)

And the voices were heard in the house of Abraham, and Ishmael his son arose, and went to Abraham his father, and wept over Abraham his father, he and all the house of Abraham, and they wept with a great weeping.

یہ گھر یروشلم سے بہت دور ہونا چاہئے، کیونکہ ابراہیم کی موت کے بعد، اسماعیل کو بیت ابراہیم میں معجزانہ طور پر آہوں و سسکیوں کے ذریعے ابراہیم

کی موت کے بارے میں پتہ چلا (جوبلیز کی کتاب، باب 22)-

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم عرب میں اہل کتاب، بیت اللہ کی حرمت سے واقف تھے۔ عرب میں یہود کے بہت سے فرقے تھے- مدینہ کے یہودی اور یمنی یہود میں فرق تھا- یمنی یہود کے مطابق کعبہ بیت اللہ وبیت یھوی ہے اور ایام جاہلیت میں وہ اس کا غلاف ہر سال یمن سے قریش کو بھیجتے تھے جس کو دس محرم کو کعبہ پر ڈالا جاتا تھا- لیکن بعثت نبوی پر یثربی یہود نے اس کا سراسر انکار کر دیا کہ ابراہیم علیہ السلام کبھی عرب میں تشریف بھی لائے-

بحر مردار کے طومار کے مطابق ابراہیم نے عرب کا سفر کیا ہے لیکن موجودہ یہودی کتب میں اس چیز کو نکال دیا گیا ہے

Dead Sea scrolls also reveal Abraham's travel east to the Euphrates and the Persian Gulf region, then around the coast of Arabia to the Red Sea, and finally to the Sinai desert and then to his home. (Geza Vermes, The Complete Dead Sea Scrolls, Genesis Apocryphon 448–459)

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (127) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (128) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (129)

اور جب ابراھیم اوپر اٹھا رہا تھا البیت کو بنیادوں سے اور اسماعیل بھی ، (تو انہوں نے دعا کی) اے ھمارے رب اس تعمیر کو ھماری طرف سے قبول کر - بے شک تو سننے والا جاننے والا ھے (127) اے ھمارے رب ھم کو اپنے لئے فرمابردار بنا ، اور ھم کو اس گھر کے مناسک (رسوم) سکھا اور ھماری توبہ قبول کر بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ھے (128) اے ھمارے رب اور ان میں اپنا رسول بھیج جو ان پر تیری آیات تلاوت کرے اور ان کو کتاب و حکمت کا علم دے اور ان کو پاک کرے بے شک تو غلبے والا حکمت والا ھے (129)

[تفسیر آیۃ 127 تا 129]

ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کی تعمیر کی - وہ جانتے تھے کہ یہ بیت بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی نے اسے پہاڑوں کے درمیان ایک خشک وادی میں تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے- ابتداء میں وہ نہیں جانتے کہ وہاں کیا رسومات ادا کرنے کی ضرورت ہے اس لیے انہوں نے دعا کی کہ وہ رسوم عبادات یا مناسک سیکھنا چاہتے ہیں- اللہ تعالی کے رسل علم غیب سے عاری تھے ورنہ ان کو یہ دعا کرنے کی ضرورت نہ تھی-

خانہ کعبہ کے ارد گرد ایک خاص احاطہ ہے جسے حرم قرار دیا گیا ہے اور اگر کوئی مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہے جو مکہ مکرمہ کا غیر مقامی ہو تو اسے خصوصی لباس پہننا ضروری ہے- حدود حرم کا آغاز میقات سے ہوتا ہے اور خصوصی لباس کو احرام کہا جاتا ہے

وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ (١٣٠) إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (١٣١) وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَابَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (١٣٢) أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (١٣٣) تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (١٣٤)

اور کون ہے جو ملت ابراهیم سے کراهت کرتے ہوئے ہٹ جائے سوائے اس کے کہ وہ اپنے آپ میں بیوقوف ہو - اور بے شک هم نے ابراهیم کو چن لیا دنیا میں اور بلا شبہ یہ آخرت میں صالحین میں ہے (130) جب کہا اس کے رب نے اس (ابراهیم) کو: مسلم ہو جا! بولا میں فرمابردار (مسلم) ہوا عالمین کے رب کا (131) اور اسی کی وصیت کی ابراهیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب کو - اے بچوں! بے شک اللہ نے تمہارے لئے الدین کو چن لیا ہے پس تم کو موت نہ آئے الا یہ کہ تم مسلم ہو (132) (اے اهل کتاب) کیا تم دیکھ رہے تھے، جب یعقوب کی موت آن پہنچی اور اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: میرے بعد کس کی عبادت کرو گے ؟ بولے هم آپ کے الہ کی عبادت کریں گے اور آپ کے اجداد ابراهیم و اسماعیل و اسحاق کے الہ کی عبادت کریں گے، ایک الہ کی اور هم اس کے مطیع هیں (133) یہ ایک امت تھی جو گذر گئی، ان کے لیے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا، اور تم سے سوال نہ ہو گا کہ انہوں نے کیا کیا (134)

[تفسیر آیۃ 130 تا 134]

یہاں ابراھیم علیہ السلام کے حوالے سے یہود و نصاری کے عقائد کا رد کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی نے کسی خاندان کو فضیلت دی ہے - خبر کی گئی کہ ایسا نہیں ہے اللہ نے حنیف ابراھیم اور متقیوں کو فضیلت دی ہے جن کا تعلق کسی فرقے سے نہیں تھا

اور (اہل کتاب) کہتے ھیں : یہودی ھو یا نصرانی تو ہدایت یافتہ ھو گے - کہو : بلکہ ابراھیم حنیف کی ملت ، اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا (135) کہو : ھم اللہ پر ایمان لائے اور جو ھماری طرف نازل کیا گیا اور جو ابراھیم و اسماعیل پر ، اسحاق پر ، یعقوب پر اور اسباط پر نازل ھوا ، اور جو موسی و عیسیٰ کو دیا گیا اور جو نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا - ھم ان میں کسی ایک کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ھم اسی رب کے مسلم ھیں (136) پس اگر یہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ھو تو یہ ھدایت پا گئے ورنہ اگر یہ منہ موڑیں تو یہ مخالفانہ ضد کر رھے ھیں ، پس اللہ ان کے لئے کافی ھے اور وہ سننے والا جاننے والا ھے (137)	وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (١٣٥) قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (١٣٦) فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (١٣٧)

[تفسیر آیۃ 135 تا 137]

عربی میں سبط کا مطلب ہے کہ بیٹے جو خاص اولاد سمجھے جاتے ہیں، ان میں پوتے، نواسے شامل ہیں البتہ دیگر رشتہ دار کزن مراد نہیں ہیں - عربی لغت تاج العروس میں سبط پر ہے کلامَ الأئمَّةِ صَرِيحٌ فِي أنَّه يَشْمَلُ وَلدَ الابنِ والابنَة ائمہ لغت کے مطابق سبط میں شامل ہیں پوتے و نواسے - یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں سے بنی اسرائیل بنے - یہاں اسباط ہے یعنی دو سے زائد جمع کا صغیہ استعمال ہوا ہے - قرآن میں ہے

وقطعناهم اثنتي عشرة أسباطا أمما ہم نے ان کو بارہ اسباط و قبائل میں تقسیم کر دیا

یعنی ان خاص اولاد کی نسل میں سے بارہ قبائل نکالے گئے -

صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ (١٣٨)	اللہ تعالیٰ کا صِبْغَةَ (حاصل کرو)! اور (کہو) اللہ کے صِبْغَةَ سے بہتر کیا ہو سکتا ہے اور ہم اسی کے بندے ہیں (138)

[تفسیر اٰیة138]

یہاں استعمال ہونے والا لفظ صِبْغَةَ ہے جس کا مطلب رنگ ہے، جو عام طور پر دوا میں بھی استعمال ہوتا ہے، لیکن قدیم عرب میں عیسائی بپتسمہ کی رسم میں رنگین پانی کا استعمال کرتے تھے۔ ملاحظہ کریں تفسیر القرطبیؒ (جلد 2، صفحہ 144)

وَأَصْلُ ذَلِكَ أَنَّ النَّصَارَى كَانُوا يَصْبُغُونَ أَوْلَادَهُمْ فِي الْمَاءِ، وَهُوَ الَّذِي يُسَمُّونَهُ الْمَعْمُودِيَّةَ، وَيَقُولُونَ: هَذَا تَطْهِيرٌ لَهُمْ

اور اس لفظ کی اصل یہ ہے کہ عیسائی اپنے بچوں کو پانی سے رنگتے ہیں جسے الْمَعْمُودِيَّةَ کہا جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ان کے لئے طہارت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی لفظ کا استعمال کیا اور تبدیلی کے عمل کو اپنا رنگ قرار دین دیا یعنی مسلمان اس کے دین کو اختیار کرتا ہے۔

قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ (١٣٩) أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَى قُلْ أَأَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللَّهُ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (١٤٠) تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (١٤١)

کہو: کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑا کرو گے؟ اور وہ ہمارا رب اور تمہارا رب ہے اور ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور ہم مخلص لوگوں میں سے ہیں (139) کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل، اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے؟ کہو : کیا تم جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو گواھی چھپائے ، وہ جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے ؟ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔ (140) یہ امت تھی جو گذر گئی ، ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کار گزاری کی اور تم سے ان کے عمل پر سوال نہ کیا جائے گا (141)

[تفسیر آیۃ 139 تا 141]

صحیح حدیث میں ہے

اہل کتاب (یہودی) عبرانی زبان میں تورات پڑھا کرتے تھے اور مسلمانوں کو عربی میں اس کی وضاحت کیا کرتے تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب پر ایمان نہ لاؤ اور نہ ہی ان کا انکار کرو بلکہ یہ کہو کہ ہم اللہ پر اور اس پر ایمان لائے جو ہم پر وحی کی گئی ہے۔ (136.2)

لوگوں میں احمق (اب) کہیں گے : کس وجہ سے یہ اپنے اس قبلے سے پلٹ گئے جس پر یہ تھے ؟ کہہ (دینا): اللہ ہی کے ہیں مشرق و مغرب ۔ وہ جسے چاھتا ھے سیدھے رستے کی طرف ھدایت دیتا ھے۔ 142 اور اس طرح ھم نے تم کو درمیانی امت کر دیا ھے کہ تم لوگوں پر گواہ ھو اور رسول تم پر گواہ ھو - اور ھم نے جو قبلہ کیا تھا جس پر تم تھے تو وہ صرف اس لئے تھا کہ ھم جان لیں کہ کون رسو ل کی پیروی کر رھا ھے اور کون ھے جو اپنی ایڑھیوں پر پلٹ گیا ھے اور یہ بہت بڑی (آزمائش) تھی سوائے ان کے جن کو اللہ نے ھدایت دی اور اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہ کرے گا ، اللہ انسانوں پر ترس کھانے والا رحم کرنے والا ھے 143

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (١٤٢) وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ (١٤٣)

[تفسیر اٰیۃ142]

یثرب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی ماہ تک یروشلم کو بطور قبلہ لیا۔ یہ ایک طرح سے اتمام حجت تھا جو اللہ تعالی نے کیا کہ یہود کو بتا دیا کہ اس نے وہ رسول بھیج دیا ہے جس کا ذکر توریت میں ہے اور اس نے قبلہ بھی یروشلم کو لیا ہے یعنی ملت موسی کا قبلہ لیا ہے —کعبہ قبلہ اول تھا—مکی دور میں اسی کی طرف منہ کر کے نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے—پھر ہجرت مدینہ کے بعد یروشلم کو چند ماہ وقتی قبلہ مقرر کر دیا گیا تا کہ یہود یثرب پر اتمام حجت ہو جائے-جب یہود ایمان نہ لائے اور اپنے مولویوں کی تقلید میں لگے رہے تو ان کے علماء کا رد کیا گیا—ان کو کتاب اللہ کو بیچنے والے قرار دیا گیا اور اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قبلہ واپس کعبہ کو مقرر کر دیا۔-یثرب میں مسلمان نماز میں یروشلم کو قبلہ کرنے شمال کی طرف رخ کر رہے تھے۔البتہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں شمال اور جنوب کے الفاظ کی بجائے مشرق اور مغرب کے الفاظ کو استعمال کیا ہے۔-دانیال کی کتاب باب 6 میں کہا گیا ہے کہ بابل میں رہتے ہوئے یروشلم (مشرق) کی طرف دعا کرتا تھا۔یہودیوں نے اپنے قبلہ کو عبرانی میں میزرہ کہتے ہیں جس کا مطلب مشرق ہے ۔اس طرح میزرہ یا مشرق یہودیوں میں نماز کی سمت یا قبلہ کا لفظ بن گیا

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سولہ یا سترہ مہینے نماز پڑھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کعبہ (مکہ مکرمہ) کی طرف رخ کرنا پسند تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آیت 144 نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو قبلہ لیا-اور لوگوں میں سے احمقوں نے کہا: کس چیز نے انہیں ان کے اس قبلہ سے ہٹا دیا ہے جس کو پہلے قبلہ لے رہے تھے ؟.....(اللہ تعالی نے آیت 2:142)نازل کی۔ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور باہر نکلا اور اپنے علاقے میں گیا۔اس نے بعض انصار کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے عصر کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو پکارا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ چنانچہ سب لوگوں نے اپنے منہ کعبہ کی طرف موڑ لیے۔

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا
وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ
مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ (١٤٤) وَلَئِنْ أَتَيْتَ
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ
قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ
مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ (١٤٥)

بے شک هم نے دیکھا تمہارا چہرہ آسمان کی طرف پلٹنا - لو اب هم تمہارا قبلہ پلٹ رہے هیں جس پر تم راضی هو! پس چہرہ کر لو مسجد الحرام کے رخ پر ، اور جہاں کہیں بھی هو اپنا چہرہ مسجد الحرام کی طرف کرو - اور جن کو هم نے کتاب دی وہ جانتے هیں کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ غافل نہیں جو تم کرتے هو (144) اور اگر تم اهل کتاب کے لئے هر نشانی لے آؤ ، تو بھی یہ تمہاری قبلے کی اتباع کرنے والے نہیں ، اور نہ هی تم ان کے قبلے کی اتباع کرنے والے هو ، اور نہ ان (اهل کتاب) کے بعض ، اپنے هی بعض (اهل کتاب) کے قبلے پر چلیں گے - اور علم آ جانے کے بعد اگر تم نے انکی خواهشات کی اتباع کی تو تم ظلم کرنے والوں میں سے هو ! (145)

[تفسیر أیۃ144تا145]

یہاں اہل کتاب سے مراد وہ سب ہیں جو سابقہ آسمانی کتب مثلاً زبور یا توریت یا انجیل کو منزل من اللہ مانتے ہیں-ان میں یہودی، نصرانی، صابئ/الصابئین/الصابئون وغیرہ آتے ہیں-الصابئین زبور کو منزل من اللہ کتاب مانتے ہیں اور ان کا قبلہ قطب شمالی ہے-یہود کا یروشلم ہے اور نصرانیوں کے ہاں مشرق ہے-نصرانی کلیساؤں میں پادری ایک محراب کے نیچے کھڑا ہوتا ہے اور اس محراب کو ایپس Apse کہتے ہیں اور یہ محراب ان کے قبلہ کا رخ بتاتی ہے-بہت سے قدیم مسیحی گرجا گھروں میں، ایپس عمارت کے مشرق کی جانب پر واقع ہے، جو طلوع ہوتے سورج کی سمت اور نئی زندگی کی امید کی علامت ہے۔ شروع کے نصرانی کلیساؤں میں ایپس اکثر یروشلم کی جانب تھیں، جو ابتداء میں عیسائیوں کا روحانی مرکز تھا۔ مشہور کیتھولک گرجا گھروں میں، خاص طور پر جو قرون وسطی اور نشاۃ ثانیہ کے ادوار میں تعمیر کیے گئے تھے، ایپس یا محراب عام طور پر کلیسا کے مشرقی جانب واقع ہوتا ہے، جس کا رخ طلوع ہوتے سورج کی طرف ہوتا ہے۔ طلوع آفتاب کی سمت، نئی زندگی کی امید سمجھی جاتی تھی اور۔ کیتھولک گرجا گھروں مثلاً ویٹیکن سٹی میں سینٹ پیٹرز بیسلیکا میں محراب کا رخ مشرق کی طرف ہے

مشرقی آرتھوڈوکس کے کلیساؤں مثلاً آیا صوفیہ استنبول، ترکی وغیرہ بھی ایپس کا رخ مشرق کی طرف ہے-تاہم، اب گرجا گھروں میں، خاص طور پر وہ جو مغربی تعمیراتی انداز سے متاثر ہیں یا عملی رکاوٹوں کی وجہ سے، ایپس ہمیشہ مشرق کی سمت میں نہیں ہیں۔-اس طرح قطب شمالی، مشرق اور یروشلم یہ تین قبلے ہیں جو اہل کتاب استعمال کرتے ہیں

اس طرح اہل کتاب خود ایک دوسرے کے قبلوں کو عبادت کے وقت نہیں لیتے کہ یہودی مشرق کی طرف رخ کر لیں یا قطب شمالی کو قبلہ کر لیں-
اس طرح ان میں آپس میں قبلوں پر اختلافات موجود ہیں-

جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس (مسجد الحرام) کو جانتے ہیں جس طرح یہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (146) یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے پس شک کرنے والوں میں مت ہونا (147)	الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (١٤٦) الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (١٤٧)

[تفسیر اٰیۃ146تا147]

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ یہودی اور عیسائی کعبہ کو پہچانتے ہیں- یعنی ان کے احبار اور رھبان نے انا میں قبلہ کو قبول نہیں کیا- اہل کتاب بیت اللہ کو اپنی کتاب جوبلی اور بائبل کی وجہ سے جانتے ہیں- یہود عرب جانتے تھے کہ جلد ہی اسماعیل علیہ السلام کے رشتہ دار عربوں میں سے ایک نبی نمودار ہونے والا ہے لیکن جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے انکار کر دیا- جزیرہ العرب میں یہود کے مختلف فرقے تھے- یہودی محققین کے مطابق یثرب والے تلمود پر چلتے تھے- دوسری طرف یمن میں بھی یہودی آباد تھے- یمنی یہود کے نزدیک ضروری نہیں تھا کہ بنی اسحاق میں ہی انبیاء ورسل آئیں بلکہ یمنی یہود کا موقف تھا کہ غیر بنی اسرائیل میں بھی انبیاء آ سکتے ہیں- یہی وجہ ہے قرن اول میں اسلام میں داخل ہونے والے اکثر یہودی یمن کے تھے جبکہ یثرب و خیبر کے یہودی باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لینے کے ان پر ایمان لا کر نہیں دیے- یمنی یہود کا یثربی یہود سے اختلاف بیت اللہ پر بھی تھا- کعبہ کا غلاف ہر سال یمنی یہود بنا کر قریش کو بھیجتے تھے جس کو محرم میں کعبہ پر ڈالا جاتا تھا- اس کے برعکس یثربی یہود کعبہ کو الوہی عبادت گاہ ماننے سے ہی انکاری تھے- یمنی کب یہود ہوئے اس کا مکمل علم نہیں ہے بعض بنی اسرائیلی روایات کے مطابق یہ ملکہ سبا کے دور سے اس میں آباد تھے اور بعض میں ہے کہ یہ حشر اول کے بعد یمن میں جا بسے اور بعض روایات میں ہے کہ یمن کی مملکت حمیر کے ایک مشرک بادشاہ التبع نے قبل بعثت نبوی یہودیت کو بطور مذھب اختیار کیا تھا [1] - بہر حال جو واضح ہے وہ یہ ہے کہ کعبہ بہت سے اہل کتاب یہود کے نزدیک بیت اللہ تھا، لائق احترام تھا، ابراہیم کا تعمیر کردہ تھا اور یہاں تک کہ اس کا غلاف سینا بھی نیکی تھا-

---

[1] مملکت حمیر قدیم یمن میں ایک حکومت رھی جس نے ایک وقت میں تمام یمن اور حضر الموت پر حکومت کی

Himyarite Kingdom or Himyar

مملکت حمیر کا آغاز ۱۱۰ قبل مسیح سے ہوا- مملکت سبا پر ۲۵ بعد مسیح میں اس نے قبضہ کیا، مملکت قتبان پر ۲۰۰ بعد مسیح میں اور قریب ۳۰۰ بعد مسیح میں حضر الموت پر انہوں نے قبضہ کیا - یہ تمام علاقے قدیم یمن میں تھے- تیسری صدی بعد مسیح میں اس میں مملکت السبئیون بھی شامل ہو گئی- یہ ابتداء میں مشرک قبائلی مملکت تھی جو حجاز تک اثر و رسوخ رکھتی تھی- اسی کے آس پاس دور میں سمندر پار افریقہ میں ایک ممکت اکثوم نے عیسائی مذھب اختیار کیا-

مملکت حمیر کے ایک بادشاہ أبو كرب أسعد يا أسعد أبو كُرَيْب بن مَلْكيكرب یا اسعد الکامل یا التبع نے حمیر پر ۳۹۰ سے ۴۲۰ ع تک حکومت کی- کہتے ھیں اس نے یثرب پر حملہ کیا تا کہ وھاں بڑھتے ہوئے عیسائی بازنیطی اثر کو ختم کرے- اس جنگ میں یہودیوں نے بھی مملکت حمیر کا ساتھ دیا - لیکن التبع وھاں بیمار ہو گیا حتی کہ کسی چیز سے شفا یاب نہ ہو سکا- یہ ایک مشرک تھا لیکن یثرب کے یہودیوں احبار نے اس کو جھاڑا اور یہ ٹھیک ہو گیا- اس سے متاثر ہو کر اس نے یہودی مذھب قبول کیا - اس طرح مملکت حمیر ایک یہودی ریاست بن گئی- اس کی قوم کا قرآن میں ذکر ہے

اللہ تعالی کہتا ہے : أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ الدخان ۳۷ میں کیا یہ (مشرکین مکہ) بہتر ھیں یا تبع کی قوم اور

اور ہر ایک (ملت) کے لئے ایک سمت (قبلہ)ہے
جس کی طرف وہ پلٹ رہا ہے پس نیکی کی طرف
دوڑو۔ تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تم سب تک پہنچ
جائے گا، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ 148
اور جہاں کہیں بھی جاؤ اپنا چہرہ مسجد الحرام کی
طرف موڑ لو ، کیونکہ یہی تمہارے رب کی طرف
سے حق ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے
بے خبر نہیں 149 اور جہاں کہیں بھی جاؤ اپنا
چہرہ مسجد الحرام کی طرف موڑ لو ، اور جہاں
کہیں بھی ہو اپنا چہرہ مسجد الحرام کی طرف موڑ
لو تاکہ لوگوں کے پاس تمہارے خلاف کوئی حجت
و دلیل نہ ہو سوائے ان لوگوں کے جو ان میں ظلم
کرنے والے ہیں، ان سے مت ڈرو، مجھ سے ڈرو
تاکہ میں اپنی نعمتوں کو پورا کروں اور تم ہدایت پاؤ
150

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا
يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (١٤٨)
وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (١٤٩)
وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ
عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي
وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (١٥٠)

[تفسیر آیۃ 148 تا 150]

جو ان سے قبل گزرے جن کو ہم نے ہلاک کیا یہ سب مجرم تھے اور كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ . وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ . وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ سورہ ق ١٢ سے ١٤ میں ان (مشرکین مکہ) سے قبل قوم نوح اور اصحاب الرس اور ثمود اور عاد اور فرعون اور قوم لوط اور أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ اور قَوْمُ تُبَّعٍ کو ہلاک کیا سب نے رسولوں کا انکار کیا پس ان پر وَعِيدِ ثبت ہوئی

ابو داود کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا أدري تبع لعيناً كان أم لا میں نہیں جانتا کہ تبع، مردود ہے یا نہیں

یعنی تبع کے اس تبدیلی ایمان میں وہ صحیح تھا یا نہیں اس کی خبر نہیں دی گئی لیکن اس کی قوم کو برا کہا گیا ہے۔ کعب الاحبار کا قول ہے ذم اللہ تعالی قومه ولم يذمه اللہ نے اس کو برا نہیں کہا اس کی قوم کو کہا ہے

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (١٥١) فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (١٥٢) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (١٥٣)

چونکہ ہم نے (مومنو) تمھاری طرف ایک رسول بھیج دیا ہے ، جو تم پر ھماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے کہ تمہیں پاک کر دے اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ سکھا رہا ہے جو تم نہیں جانتے تھے 151 لہذا تم میرا ذکر کرو ، میں تمھارا ذکر کروں گا اور میرا شکر کرو اور کفر نہ کرو 152 اے لوگوں جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز سے مدد لو ، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے 153

[تفسیر اٰیۃ151تا153]

یثرب کے یہودی عربی بولتے تھے اور عربی نام رکھتے تھے اور صدیوں سے عرب میں رہ رہے تھے۔ صرف ان کے احبار ربی عبرانی بولتے تھے اور عوام کے لئے اس کا ترجمہ عربی میں کرتے تھے۔ یثرب کے یہود اس زمانے میں سب سے اہم یہودی برادری تھی جو خوشحال تھی اور سیاسی طور پر طاقتور بھی تھی۔ بابلی یعنی عراقی، فارسی اور یمنی یہودی اس وقت بازنطینیوں اور فارسیوں کے درمیان جنگ کی وجہ سے مشکلات کا شکار تھے۔ اس کے مقابلے میں یثرب اور خیبر یہود کے ثقافتی مراکز تھے۔ جب قومیں ایک دوسرے پر حملہ کر رہی تھیں تو یہودی نبی کے ظہور کی توقع کر رہے تھے۔ یہ پیشن گوئی پوری ہوئی لیکن یہود نے انکار کر دیا۔ اس کے برعکس مشرکین اور بعض اہل کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (١٥٤) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ (١٥٥) الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (١٥٦) أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ (١٥٧)

جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ان کے بارے میں یہ مت کہو : مر (کھپ) گئے ! بلکہ وہ تو زندہ ھیں لیکن تم کو اس کا شعور نہیں (154) اور بے شک ھم خوف ، بھوک ، مال و جان و پھلوں کے نقصان جیسی چیزوں سے تمہیں آزمائیں گے (155) جن کو مصیبت پہنچی وہ کہتے ھیں : (انا للہ و انا الیہ راجعون) ھم اللہ کے لئے ھیں اور ھم اسی کی طرف واپس جائیں گے (156) ان پر ان کے رب کی سلامتی و رحمت ھے اور یہی ھدایت والے ھیں (157)

[تفسیر اٗیۃ154تا157]

یہ قول منافقین کا تھا کہ ہائے بیچارے شہداء مر کھپ گئے -اللہ تعالی نے مومنو کو دلاسہ دیا اور حقیقت حال کی خبر دی کہ وہ تو اللہ کے پاس پہنچ گئے ہیں راقم کہتا ہے شعور کا تعلق روح سے ہے اور مردہ کا جسد بے جان ہے. آدم میں زندگی نفخ روح سے آئی اور قبض روح سے چلی گئی- صحیح مسلم میں ہے مسروق کہتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ ابن مسعود سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھو۔ بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور ان کے پاس رزق ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روحیں سبز پرندوں میں ہیں، ان کے لئے عرش رحمان سے فانوس لٹکے ہوئے ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں اور پھر فانوسوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ ان کے رب نے ان سے پوچھا اور کہا: کیا تم کچھ چاہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے ! ہم جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں۔ ان کے رب نے ان سے تین بار یہی سوال کیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ رب تعالی ان سے مسلسل پوچھ رہا ہے تو انہوں نے کہا، اے رب، ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں واپس آ جائیں یہاں تک کہ ہم دوبارہ تیری راہ میں قتل ہوں۔ جب رب نے دیکھا کہ انہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے تو اس نے ان سے پوچھنا بند کر دیا۔

صحیح مسلم کی اس روایت پر متعدد علماء نے دلیل لی کہ اصل میں آیات میں کہا گیا ہے کہ اللہ کی رہ میں مرنے والے جنگ میں لڑنے پر معدوم نہیں ہوتے بلکہ جنت میں ان کی ارواح پہنچ جاتیں ہیں -ابن جوزی صید الخاطر میں لکھتے ہیں

: وقوله ’’فِي حَوَاصِلِ طَيْرٍ خُضْرٍ ‘‘ دليل على أن النفوس لا تنال لذة إلا بواسطة، إن كانت تلك اللذة لذة مطعم أو مشرب، فأما لذات المعارف والعلوم، فيجوز أن تنالها بذاتها مع عدم الوسائط

اور قول کہ (شہداء کی ارواح) سبز پرندوں کے پیٹوں میں (ہیں) تو یہ دلیل ہے کہ بے شک ارواح لذّت نہیں لیتیں الا یہ کہ کوئی واسطہ ہو اگر یہ لذّت کھانے پینے کی ہو، لیکن اگر یہ معارف و معرفت کی لذتیں ہوں تو جائز ہے کہ یہ لذّتیں واسطے کے بغیر لی جائیں

ابن عقیل کی رائے کا ذکر ابن الجوزی نے تلبیس ابلیس میں کیا ہے کہ

فإنه لما ورد النعيم والعذاب للميت علم أن الإضافة حصلت إلى الأجساد والقبور تعريفا كأنه يقول صاحب هذا القبر الروح التي كانت في هذا الجسد منعمة بنعيم الجنة معذبة بعذاب النار

پس یہ جو آیا ہے میت پر نعمت اور عذاب کا تو جان لو کہ (القبر کا) اضافہ سے تعریفا (نہ کہ حقیقا) قبروں اور اجساد کی طرف (اشارہ) ملتا ہے جیسے کہا جائے کہ صاحب القبر کی روح کو جو اس جسد میں تھی جنت کی نعمتوں سے عیش میں (یا) آگ کے عذاب سے تکلیف میں

أبو الوفاء علي بن عقيل بن محمد بن عقيل المتوفي 512ھ حنبلی عالم تھے اپنی کتاب الفنون میں لکھتے ہیں

لأنه قد ثبت في الخبر الصحيح، من عدة اسانيد، أالأروح تجعل في أطيار. وإذا ثبت ذلك كون أجسادهم في الأرض بالية خالية من الأرواح، ثبت أن ينعم ويعذب الأرواح في غير أجسادها الأول، كما جعل أجساد الأرواح أطيارا ليست تلك الأجساد. وهذا نوع تناسخ. وعلى القول بالتناسخ مذاهب عدة من مذاهب الأوائل، ومذاهب أرباب الأديان لكن المعول على ما ورد به النقل من نقل الأرواح إلى الأطيار، مع تحققنا أن جواهر أجسادم التي عملوا بها الأعمال بالية في الأرض. نحن إنما تمنع التناسخ بالآراء؛ فأما بالروايات، فلا

بلاشبہ خبر صحیح سے ثابت ہے جس کی بہت سی سندیں ہیں کہ ارواح کے لئے پرندے بنائے گئے ہیں اور جب یہ ثابت تو اس کے ساتھ (معلوم ہے کہ) ان کے اجسام (عنصری) بھی تھے جو زمین میں ہیں، گلنے والے، جو روحوں سے خالی ہیں اور یہ ثابت ہے کہ ارواح کو نعمت وعذاب ملتا ہے پہلے (عنصری) جسموں سے الگ، (برزخی) جسموں میں کہ ان کی ارواح کے لئے پرندوں کے بدن ہیں جو ان جسموں میں نہیں جن میں یہ روحیں پہلے تھیں- اور یہ ایک نوع کا تناسخ ہے اور اس قول تناسخ پر بہت سے پچھلے مذاهب بھی ہیں اور دیگر ادیان والے بھی- لیکن معول (مُعْتَمَد قول) وہ ہے جو نقل (احادیث) سے وارد ہو گیا ہے کہ ارواح کو پرندوں میں منتقل کر دیا جاتا ہے ہماری تحقیق ہے کہ وہ اجسام جن سے دنیا میں اعمال کیے ان کے جواہر زمین میں گل سڑ گئے (یعنی جسد عنصری برباد ہو گئے)- اور ہم (علماء) تناسخ کو آراء کی بنیاد پر لینے سے منع کرتے ہیں لیکن اگر روایات میں آ گیا تو پھر منع نہیں کریں گے

ابن رجب الحنبلی الجامع لتفسير الإمام ابن رجب الحنبلي میں لکھتے ہیں کہ

وممن رجَّح هذا القولَ — أعني السؤالَ والنعيمَ والعذابَ للروح خاصةً — من أصحابِنا ابنُ عقيلٍ وأبو الفرج ابن الجوزيّ. في بعضِ تصانيفِهما. واستدلَّ ابنُ عقيلٍ بأنَّ أرواحَ المؤمنينَ تنعمُ في حواصلِ طيرٍ خضرٍ، وأرواحَ الكافرينَ تعذَّبُ في حواصلِ طيرٍ سودٍ، وهذه الأجسادُ تَبلى فدلَّ ذلك على أنَّ الأرواحَ تعذَّبُ وتنعمُ في أجسادٍ أخرَ...

اور جو اس قول کی طرف گئے ہیں یعنی کہ سوال و جواب راحت وعذاب صرف روح سے ہوتا ہے ان میں ہمارے اصحاب ابن عقیل اور أبو الفرج ابن الجوزيّ ہیں اپنی بعض تصنیف میں اور ابن عقیل نے استدلال کیا ہے کہ مومنین کی ارواح سبز پرندوں میں نعمتیں پاتی ہیں اور کافروں کی ارواح کو کالے پرندوں میں عذاب ہوتا ہے اور یہ اجساد (جو دنیاوی قبر میں ہیں) تو گل سڑ جاتے ہیں پس یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ارواح کو عذاب و راحت دوسرے جسموں میں ملتی ہے

ابن أبي العز الحنفي الدمشقي (المتوفى: 792) شرح العقيدة الطحاوية میں لکھتے ہیں

فَإِنَّهُمْ لَمَّا بَذَلُوا أَبْدَانَهُمْ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى أَتْلَفَهَا أَعْدَاؤُهُ فِيهِ، أَعَاضَهُمْ مِنْهَا فِي الْبَرْزَخِ أَبْدَانًا خَيْرًا مِنْهَا، تَكُونُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيَكُونُ تَنَعُّمُهَا بِوَاسِطَةِ تِلْكَ الْأَبْدَانِ، أَكْمَلَ مِنْ تَنَعُّمِ الْأَرْوَاحِ الْمُجَرَّدَةِ عَنْهَا

پس جب انہوں (شہداء) نے اپنے جسم اللہ کے لئے لگا دیے حتیٰ کہ ان کے دشمنوں نے ان پر زخم لگانے، ان کو البرزخ میں اس سے بہتر جسم دیے گئے جو قیامت تک ہونگے، اور وہ نعمتیں ان بدنوں سے حاصل کریں گے، جو مجرد ارواح سے حاصل کرنے سے زیادہ کامل شکل ہے

اس طرح معلوم ہوا کہ صحیح عقیدہ ہے کہ شہداء کی ارواح جنت میں ہیں- دوسری طرف اہل کتاب کا عقیدہ تھا کہ ان کے مردے قبروں میں زندہ ہیں -

بنی اسرائیل قبروں کی تعظیم کرنے کے عمل میں مشغول رہتے تھے (1 سموئیل باب 28)۔ انہیں بائبل میں خاص طور پر متنبہ کیا گیا تھا کہ وہ مرنے والوں کو نذر و نیاز پیش نہ کریں (استثنا باب 18 اور 26) اور نہ ہی مستقبل کو جاننے کی کوشش میں مردوں سے سوال کریں (یسعیاہ باب 8 یسعیاہ 65)۔ اس طرح کے اعمال پر انبیائے کرام نے ان کو سنگین نتائج کی خبر دی اور ان کو گناہ کبیرہ کہا اور اللہ سے بغاوت قرار دیا- ان واضح انتباہوں کے باوجود یہودیوں کی روایات کی کتاب تلمود (200-600 عیسوی) میں ایسی متعدد مثالیں درج ہیں جہاں لوگ قبروں پر جاتے تھے اور یہاں تک کہ مردہ افراد سے بات بھی کرتے تھے۔ عیسائیوں کا بھی اسی طرح کا عقیدہ تھا کہ شہید ان کی قبروں میں زندہ ہیں۔ ہوئلینڈ نے کہا

One of the most significant development in late antique Christianity was the breaking down of barrier between heaven and earth, between the divine and corporeal. And the best evidence for this conjunction was to be found at the spot where rested the body of a martyr. As the inscription stated on the grave of Saint Martin at Tours: “He is fully here, present and made plain in miracles of every kind”. The belief in the intercessionary power of a saint’s relic gave rise to an architecture of the dead, for Christians “filled the whole earth with tombs and sepulchers,” and also to a literature of dead, as stories circulating about posthumous wonders worked at the shrine of its holy occupant were gathered and set down[1].

قدیم نصرانیت کی ایک اہم بات تھی کہ ان میں آسمان و زمین کی، الوہی و جسمانی برزخ ٹوٹ چکی تھی اور اس کا سب سے بہتر ثبوت تھا کہ وہ مقام جہاں کسی شہید کا جسم ہو وہاں یہ (الوہیت و جسم) مل جاتے تھے—لہذا ٹورس کے ولی کے کتبہ پر لکھا ہے وہ یہاں پورے موجود ہیں ہر طرح کے معجزات کے ساتھ—اولیاء اللہ کی ان باقیات سے وسیلہ کے عقیدہ نے نصرانیت میں مردوں سے متعلق پوری ایک عمارت کھڑی کر دی، جس سے زمین کی قبریں اور مقابر بھر گئے اور الموتی پر تحاریر اور حکایات پھیل گئیں اور جمع کی گئیں کہ کس طرح اس صاحب قبر کے مزار سے بعد الموت کرامتیں ظاہر ہوئیں

[1] Seeing Islam as other saw it by Robert G. Hoyland

بے شک صفا و مروہ اللہ کے شعائر (نشان و یادگار) ھیں پس جو البیت کا حج کرے یا عمرہ اس پر کوئی الزام جرم نہیں کہ وہ ان (چٹانوں) کے درمیان پھرے (سعی کرے) ، اور جو نفلی نیکی کرے تو پس اللہ قدردان ھے، جانتا ھے 158 بے شک جنھوں نے بعد اس کے کہ الکتاب میں لوگوں کے لئے وضاحت کر دی گئی تھی ، واضح آیات کو جن کو ھم نے نازل کیا اور ہدایت کو چھپایا ، ان پر اللہ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت 159 سوائے اس کے کہ یہ توبہ کریں اور اصلاح کریں اور واضح کریں ! پس ان کی توبہ کو قبول کیا جائے گا اور میں توبہ قبول کرنے والا رحیم ہوں 160	إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ (١٥٨) إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ (١٥٩) إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (١٦٠)

[تفسیر آیۃ 158 تا 160]

اللہ تعالی نے صفا و مروہ کو اللہ کے شعائر (نشان و یادگار) قرار دیا ہے کیونکہ ازل میں جب اللہ اس کائنات کو بنا رہا تھا تو اس نے ان چٹانوں کو بھی بنایا اور انہوں نے دیکھا کہ بیت اللہ کو ان کے قریب بنایا جا رہا ہے لہذا یہ شعائر (نشان و یادگار) قرار پائیں۔
ایام جاہلیت میں صفا و مروہ پر اساف اور نائل کے بیت رکھے ہوئے تھے – یہ دونوں تانبے کے بت تھے اور قصہ مشہور تھا کہ یہ دونوں بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اللہ تعالی نے اپنی قدرت سے ان کو تانبے میں بدل دیا۔ جب مشرکوں نے ان کو کعبہ میں دیکھا تو اس کو من جانب اللہ آئی ایک نشانی سمجھا کہ یقیناً یہ اللہ کا حکم ہے کہ ان کو سفارشی الہ کے طور پر لیا جائے، لہذا روایات کے مطابق جب مشرک کعبہ میں داخل ہوئے تو ان کو دیکھا اور بولے

لَوْلَا أَنَّ اللهَ رَضِيَ أَنْ يُعْبَدَ هذَانِ الْإِنْسَانَانِ لَمَا نَكَسَهُمَا نُحَاسًا — اللہ ان دونوں انسانوں کی عبادت سے راضی ہے تبھی یہ تانبہ بن گئے

لہذا انہوں نے ان دونوں تانبے کے بتوں کو نکالا اور لا کر صفا و مروہ پر نصب کر دیا۔ یہ واقعہ ایک معمہ تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور حدیث رسول میں میں بتایا گیا کہ یہ دونوں بت اس لئے بنے تھے کہ انہوں نے کعبہ میں زنا کا ارادہ کیا تھا لہذا عذاب کا شکار ہوئے (مسند البزار)۔ مسند الرویانی کی روایت میں ہے کہ یہ دونوں قریشی تھے طواف کر رہے تھے ان دونوں نے خلوت گاہ کے لئے کعبہ کو لیا جسے ہی ایک نے دوسرے پر ہاتھ رکھا اللہ نے ان دونوں کو تانبے میں بدل دیا [1]

[1] روایت بیان کی جاتی ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نائلہ جو عربوں کی دیوی تھی اس کو ایک عورت کہا۔ کتاب أخبار مكة وما جاء فيها من الأثار از الأزرقي کے مطابق رسول اللہ نے فرمایا

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ان دو گروہوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو زمانہ جاہلیت میں صفا اور مروہ کے درمیان طواف سے اجتناب کرتے تھے اور وہ جو سعی کرنے کو برا نہ جانتے تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے بھی ان کے درمیان سعی سے اجتناب کیا کیونکہ ان کے نزدیک اللہ تعالی نے تو خانہ کعبہ کے طواف کا حکم دیا تھا- اشکال یہ تھا کہ سعی جو صفا و مروہ کے درمیان کی جاتی ہے کیا یہ سنت ابراہیمی ہے یا عمل جاہلیت ہے— حدیث صحیح بخاری میں مزید وضاحت کی گئی کہ یہ سنت ہاجر علیھا السلام ہے جب وہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑیں- اسی دوڑ کی یاد میں اللہ تعالی نے اس عمل کو اپنی عبادت قرار دیا- ساتھ ہی معلوم ہوا کہ غیر نبی کا عمل بھی اللہ کے ہاں درجہ قبولیت پا سکتا ہے

تِلْكَ نَائِلَةُ، قَدْ أَيِسَتْ أَنْ تُعْبَدَ بِبِلَادِكُمْ أَبَدًا
یہ نائلہ اس سے مایوس ہے کہ اس شہر (مکہ) میں واپس اس کی پوجا ہو
گویا نائلہ کوئی زندہ جن ہے اس روایت کی سند میں مجھول راوی ہیں سند ہے حَدَّثَنِي جَدِّي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِدْرِيسَ، عَنِ الْوَاقِدِيِّ، عَنْ أَشْيَاخِهِ یعنی واقدی اپنے بعض شیوخ سے روایت کرتے ہیں الذھبی کتاب تاریخ الاسلام میں ج ۲ ص٥٥٤ پر اس روایت کو مُنْقَطِعٌ کہتے ہیں

دلائل النبوہ بیہقی میں ہے
حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَفَّانَ الْعَامِرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَيَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ، قَالَ: كَانَ صَنَمٌ مِنْ نُحَاسٍ، يُقَالُ لَهُ: إِسَافٌ، أَوْ نَائِلَةُ، يَتَمَسَّحُ بِهِ الْمُشْرِكُونَ إِذَا طَافُوا، فَطَافَ رَسُولُ اللَّهِ وَطُفْتُ مَعَهُ، فَلَمَّا مَرَرْتُ مَسَحْتُ بِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ : " لا تَمَسَّهُ "، قَالَ زَيْدٌ فَطُفْتُ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: لأَمَسَّنَّهُ حَتَّى أَنْظُرَ مَا يَكُونُ، فَمَسَحْتُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ : " أَلَمْ تُنْهَ؟ "
زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ نے کہا ایک بت تانبہ کا تھا جس کو اساف کہا جاتا تھا یا نائلہ اس کو مشرک چھوتے جب طواف کرتے- پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا اور میں بھی (بچپن میں) ساتھ تھا پس جب اس کے پاس گزرا تو میں نے اس کو مسح کیا - رسول اللہ نے کہا اس کو مسح مت کر- زید نے کہا میں نے دل میں سوچا میں اس کو مسح کرتا ہوں دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے پس میں نے اس کو مسح کیا- رسول اللہ نے کہا میں نے کیا منع نہیں کیا تھا؟

سند میں أبا سلمة بن عبد الرحمن بن عوف ہے جس سے محمد بن عمرو بن علقمة بن وقاص نے روایت کو لیا ہے-محمد بن عمرو بن علقمة بن وقاص پر محدثین کی جرح ہے اس سے شواھد میں روایت لی گئی ہے الذھبی نے کتاب ديوان الضعفاء والمتروكين وخلق من المجهولين وثقات فيهم لين میں کہا حسن الحديث، متهم من صحح حديثه قابل الزام ہے وہ جو اس کی حدیث کو صحیح کرے

بے شک جنھوں نے کفر کیا اور مر گئے کہ وہ کافر ھی تھے ، ان پر اللہ کی ، اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ھے ! 161 اسی لعنت ابدی میں رھیں گے ! ان پر عذاب کم نہ ھو گا اور نہ ان پر نظر ڈالی جائے گی 162 اور تمھارا الہ : ایک الہ ھے ، کوئی الہ نہیں سوائے اسی کے جو الرحمان الرحیم ھے 163	إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (١٦١) خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ (١٦٢) وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ (١٦٣)

[تفسیر اٰیة161تا163]

یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔جو لوگ حالت کفر میں مر گئے وہ دوزخ میں رہیں گے۔یہی ان کا آخری ٹھکانہ ہو گا کیونکہ انہوں نے کلام اللہ اور حکمت کی آیتوں کو جھٹلایا۔دھریے کفار ہیں۔اگنوسٹک آجکل وہ کہلاتے ہیں جن کے نزدیک رب تعالی خالق کائنات تو ہے لیکن وہ انسان کو بھول چکا ہے۔لہذا اگنوسٹک بھی اسی زمرے سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ایک رب تعالی ہے لیکن وہ اسے علم سے عاری سمجھتے رہے کہ اس کو اب زمین کا علم نہیں ہے۔یہ لوگ وجود باری کو تو مانتے تھے کہ وہی الخالق ہے جس نے زمین کو پیدا کیا ہے لیکن اس رب کے حوالے سے شک میں رہے کہ اس رب کو اپنی تخلیق یعنی انسانوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔اگنوسٹک کے نزدیک اگر رب تعالی نے پرواہ کی ہوتی تو اس نے انسانیت کے لئے آسمانی ہدایت بھیجی ہوتی۔ اگنوسٹک لوگوں نے الوہی ہدایت یعنی کتب اللہ کا انکار کیا اور خود کو کفار کے زمرے میں شامل کر دیا۔
اللہ تعالی نے فرمایا کہ تمہارا الہ ایک ہی الہ ہے اس کے سوا کوئی الہ نہیں جو نہایت مہربان ہے۔الہ سے مراد وہ ہستی ہے جس کو خالق سمجھا جاتا ہے نافع و مشکل کشا سمجھا جاتا ہے۔جس کو تمام فوائد ونقصان کا منبع سمجھا جاتا ہے لھذا اس کو خوف وامید کے ساتھ پکارا جاتا ہے اور عبادت کی جاتی ہے۔توریت میں اسی ایمان وکلمہ توحید کی پکار ہے

Hear O Yisrael: Yahweh our Elohim is one Yahweh

سن اے اسرائیل! یھوی ہمارا ایلوھیم صرف ایک یہوی ہے

یہوی یا ایلوھیم اصلا الہ کے عبرانی میں الفاظ ہیں

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور دن و رات کے بدلنے میں اور کشتی میں جو سمندر میں تیر رھی ھے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ھیں ، اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے گرایا جس سے زمین مرنے کے بعد جی اٹھی، اور چلنے والے جانداروں کے زمین میں پھیل جانے پر ، اور ھواؤں کی گردش میں اور آسمان و زمین کے درمیان بادلوں کے حکم الہی کے تابع ھونے میں، عقلمندوں کے لئے آیات (نشانیاں) ھیں (164) اور لوگوں میں ھیں جنھوں نے اللہ کے ھم پلہ کر لئے ھیں ، جن سے یہ محبت کرتے ھیں جس طرح اللہ سے کی جائے - اور مومن تو سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرتے ھیں - اور جب ظالم عذاب کو دیکھیں گے تو (وہ جان لیں گے کہ) قوت تمام اللہ ھی کی ھے اور اللہ شدید عذاب دیتا ھے (165) جب متبعین سے بیزار ھوں گے وہ جن کی یہ اتباع کر رھے تھے اور عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے درمیان تعلقات کٹ جائیں گے (166) اور متبعین کہیں گے کاش ھم واپس جائیں اور ان سے بیزار ھوں جس طرح یہ ھم سے بیزار ھوئے ھیں - اس طرح اللہ ان کو ان کے اعمال دکھائے گا ، حسرتیں بنا کر اور یہ آگ سے نکل نہ پائیں گے (167)

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (١٦٤) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ (١٦٥) إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ (١٦٦) وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ (١٦٧)

[تفسیر آیۃ164تا167]

قرآن اللہ تعالی نے قریش کی عربی میں نازل کیا ہے یعنی جو مشرکین عرب کو بھی سمجھ آئے- یہاں عربی کا لفظ آیت استعمال ہوا ہے- لفظ آیت کے قرآن میں کئی مطلب ہیں- یہ معمول کی بات، علامت، نشان، دلیل نبوت، معجزہ یا امر خرق عادت وغیرہ سب کے لئے استعمال ہوا ہے یہ علامت کے لئے آتا ہے-

قولہ تعالی: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ البقرة:248.

ان کے نبی نے کہا کہ اس کی مملکت کی علامت یہ ہے کہ اس میں تابوت تم کو واپس ملے گا جس میں تمھارے رب کی طرف سے سکون ہے

یہ عبرت کے لئے بھی استعمال ہوا ہے-
والآية كذلك العبرة، كما قال تعالى: لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ (7) يوسف: 7، أي أمور وعبر مختلفة.
یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصے میں سائل کے لئے نشان (عبرت) ہے
اسی طرح فرعون کا مردہ بدن بعد والوں کے لئے آیت (نشان عبرت) بنادیا گیا- اللہ نے کہا: فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً سوره یونس

یہ معجزہ کے لئے بھی ہے-
وتطلق الآية على المعجزة، قال تعالى: وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ (50) المؤمنون: 50.
اور ہم نے ابن مریم اور اس کے بیٹے کو نشانی بنادیا
یعنی مریم بن شوہر کے ماں بن گئیں اور عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہو گئے— یہ اہل کتاب مومنوں کے لئے حیرت کی وجہ تھی کہ یہ ناممکن کام کیسے ہوا-
آیت کا لفظ زمینی عجائب کے لئے بھی ہے

وآيات الله أي: عجائبه: وهي الآيات الكونية والدلائل، المقصودة في قوله تعالى: وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَابَّةٍ آيَاتٌ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (4) الجاثية: 4، وقوله

سبحانه: سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ فصلت: 53.
اور عربی میں یہ جماعت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے ويراد بها الجماعة: يقال: خرج القوم بآيتهم أي: بجماعاتهم
آیت مطلب نشان، علامات، عجائب ہیں— متاخرین نے اس کا ایک نام معجزہ بھی کر دیا ہے اور اردو میں یہ اکثر استعمال ہوتا ہے- یہاں اللہ تعالیٰ نے ان قدرتی عوامل کا ذکر کیا ہے جو انسان کے مشاہدے میں ہیں— دن نکلنا، سورج چڑھنا، زمین کا اگانا، ہواؤں کا رخ بدلنا یہ تمام اللہ تعالیٰ نے آیات قرار دی ہیں یعنی ایک سلیم الفطرت انسان جب ان تمام عوامل پر غور کرتا ہے تو وہ یہی نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے کام ہیں
اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ (الرّوم-22)
اور اس کی نشانیوں آیات میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور زبانوں اور رنگوں کا اختلاف
معلوم ہوا کہ ہر فرد ہر انسان اللہ کی آیت و نشانی ہے کہ وہ الگ الگ رنگ کے ہیں الگ الگ زبان بولتے ہیں— یہ زبان و رنگ بدلنا صرف قدرت الٰہی کا کرشمہ ہے- اس مقام پر لفظ آيَاتِهِ استعمال ہوا ہے اور اس کا مطلب یہاں معجزہ نہیں ہے بلکہ علامت توحید مراد ہے—

وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ (الرّوم-23)
اور اس کی آیات میں سے تمہارا سونا دن و رات میں
یہاں ہر روز انسان جو سوتا ہے اس کو نشانی یا آیت کہا گیا ہے— یہ عموم ہے

وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ (الشوری-32)
اور اس کی نشانیوں میں سے ہے سمندر میں کشتی جیسے ہو عظیم پہاڑ
یہاں انسان کی خود ساختہ تخلیق کردہ کشتی کو آیت کہا گیا ہے یعنی یہ علم من جانب اللہ آیا ہے

حدیث میں ہے: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَةٌ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ
سورج اور چاند کا گرہن اللہ کی آیات میں سے ایک ہے

حدیث میں ہے: آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ
منافق کی تین آیات (نشانیاں) ہیں بات کرے تو جھوٹ بولے وعدہ کرے تو خلافی کرے اور امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے

حدیث میں ہے: آيَةُ الإِيمَانِ حُبُّ الأَنْصَارِ، وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الأَنْصَارِ
ایمان کی آیت انصار سے محبت کرنا ہے اور منافق کی آیت انصار سے بغض کرنا ہے

وہ آیات جو صرف انبیاء کو ملتی ہیں ان کو معجزات کہا جاتا ہے اور ان کا شمار خصوص میں کیا جاتا ہے -امر خَرْق العادۃ کا لفظ تفاسیر میں چھٹی صدی ہجری سے پہلے نہیں ملتا اور معجزہ کا لفظ تفاسیر میں چوتھی صدی ہجری سے قبل نہیں ملتا-امر خرق عادت یا معجزہ کے الفاظ متکلمین نے ایجاد کیے ہیں تا کہ عام آیت یعنی نشانی کو انبیاء کے حسی معجزات سے الگ کر کے عوام کو سمجھایا جا سکے -ساری مخلوقات اور اللہ کا بنایا ہوا سارا نظام، سارا سسٹم اللہ کی خالقیت، الوہیت، ربوبیت اور قدرت کی نشانیاں ہیں- یہ اصطلاحاً آیات کونیہ ہیں- معجزات بھی اللہ کی قدرت، الوہیت و ربوبیت کی نشانیاں ہیں اس لیے قرآن میں ان کو آیات ہی کہا گیا ہے- مگر ہر آیت اصطلاحی معجزہ نہیں- معجزہ کی اصطلاحی تعریف وہ کام وہ معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ کسی نبی کی نبوت کی تائید میں خرق عادت یعنی معمول کے خلاف ظاہر کرتا ہے- اس لئے بسا اوقات معجزہ کی بجائے امر خارق للعادۃ بھی کہہ دیا جاتا ہے- یعنی وہ نشانیاں جو خرق عادت اللہ کی طرف سے ظاہر ہوئیں وہ معجزات ہیں- چنانچہ ہر معجزہ نشانی تو ہے مگر قرآن و حدیث میں وارد لفظ آیت کا ترجمہ ہمیشہ معجزہ نہیں ہے-
شرح مشکل آثار میں امام طحاوی کہتے ہیں
فَكَانَتْ آيَةً مُعْجِزَةً لَمْ يُرَ مِثْلُهَا قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا
آیت، مُعْجِزَةً ہے جب اس میں وہ ہو جو نہ پہلے کبھی دیکھا گیا ہو نہ بعد میں
راغب اصفہانی تفسیر میں لکھتے ہیں
المعجزات التي أتى بها الأنبياء- عليهم السلام- ضربان: حسي وعقلي: فالحسي: ما يدرك بالبصر، كناقة صالح، وطوفان نوح، ونار ابراهيم وعصى موسى- عليهم السلام- والعقلي: ما يدرك بالبصيرة، كالإخبار عن الغيب تعريضاً وتصريحاً، والإتيان بحقائق العلوم التي حصلت عن غير تعلم
معجزات جو انبیاء علیہم السلام لے کر آتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں: حسی اور عقلی: حسی وہ ہیں وہ ہیں جن کو آنکھ سے دیکھا جاتا ہے، جیسے صالح کی اونٹنی، طوفان نوح، ابراہیم کی آگ، موسی کا عصا- علیہم السلام- اور عقلی وہ ہیں جن کا ادراک بصیرت سے ہوتا ہے، جیسے غیب کی خبریں وضاحت و صراحت کے ساتھ- اور حقائق کے علوم جو بغیر سیکھے حاصل ہوں
مزید کہتے ہیں
وأكثر معجزات هذه الأمة عقلياً
اور اس کے امت کے لئے اکثر معجزات عقلی ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کفار پر مٹی پھینکی اور وہ بکھر گیا بھاگ گیا— اللہ تعالیٰ نے تبصرہ میں فرمایا

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی
وہ مٹی تم نے نہیں پھینکی، جب پھینکی تھی بلکہ وہ اللہ نے پھینکی تھی

رسول اللہ صلی اللہ کا یہ معجزہ تھا کہ مسلمانوں نے دیکھا کہ انہوں نے مٹی پھینکی اور کافر بھاگ گئے لیکن اللہ نے اس عمل کو اپنی طرف منسوب کیا– اس طرح ہم کو تعلیم دی گئی کہ معجزات انبیاء اصل میں سب اللہ کے حکم سے ہو رہے ہیں بظاہر تو لگ رہا ہے موسی نے عصا مارا لیکن اصل میں موسی کا اس میں کوئی کمال نہیں اللہ کی جانب سے سمندر کو حکم ملا اور وہ پھٹ گیا [1]

انبیاء کی نبوت کی نشانیوں (دلائل النبوہ) میں سے غیب کی خبر بھی ہے یعنی انہوں نے کہا ایسا ہو رہا ہے اور تحقیق پر معلوم ہوا کہ ایسا ہی تھا جیسا انہوں نے کہا تو یہ نشانی ہے- اردو میں اس کو بعض اوقات معجزہ لکھ دیا جاتا ہے لیکن ہم کو اس کو اصطلاحی معجزے سے الگ کر کے سمجھنا ہو گا- انبیاء کو خبریں الوحی سے ملتی ہیں چاہے متلو ہو یا غیر متلو اور اس کی لاتعداد امثال ہیں کہ خبر من جانب اللہ دی گئی لیکن وہ عادت جاری کے تحت اسباب کے اندر پوری ہوئی- اس کا خرق عادت ہونا ''ضروری'' نہیں ہے- حاطب رضی اللہ عنہ والا واقعہ موجود ہے- خبر غیب سے ملی کہ عورت خط لے کر مدینہ سے نکل گئی ہے اور وہ عورت پکڑی گئی- عورت کا وجود معجزاتی نہیں تھا نہ خط بذات خود معجزہ تھا- معجزہ تھا تو صرف اس خبر کا ملنا اور خط کا برآمد ہونا- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ جنگ یرموک میں ایک کے بعد ایک سپہ سالار شہید ہو رہے ہیں- خبر کا ملنا معجزہ ہے لیکن جنگ میں شہید ہونا معجزہ نہیں ہے- اسی طرح بئر معونۃ کا واقعہ ہے کفار نے گھیر کر اصحاب رسول کو دھوکہ سے قتل کیا- خبر مدینہ میں غیب سے ملی- سوال ہے کفار نے معجزہ کیا جو قتل کیا؟ معجزہ یہ ہوا کہ قتل کی خبر رسول اللہ کو مل گئی- اصحاب رسول کا قتل خرق عادت نہیں ہوا عادت جاری کے تحت ہوا کہ تلوار کی ضرب سے خون نکلا– بلڈ پریشر کم ہوا اور جام شہادت نوش کیا

صحیح بخاری میں حدیث ہے:

حدثنا عبد العزيز بن عبد الله، حدثنا الليث، عن سعيد، عن ابيه، عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: ما من الانبياء نبي إلا اعطي من الآيات ما مثله، او من او آمن عليه البشر، وإنما كان الذي اوتيت وحيا اوحاه الله إلي، فارجو اني اكثرهم تابعا يوم القيامة

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء میں سے کوئی نبی ایسا نہیں جن کو نشانیاں نہ دی گئی ہوں جن کے مطابق ان پر ایمان لایا گیا یا انسان ایمان لائے اور مجھے جو دیا گیا ہے وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف کی (یعنی قرآن)، پس میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن شمار میں تمام انبیاء سے زیادہ پیروی کرنے والے میرے ہوں گے

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ پچھلے انبیاء کے معجزات ان کے دور میں تھے لیکن مجھے قرآن ملا ہے جو قیامت تک رہے گا اور اس کی عظمت، اس کی آیات کی ترتیب اور اس کے اعجاز کی بنا پر لوگ میرے بعد بھی ایمان لاتے رہیں گے- یعنی قرآن اللہ کی نشانی رہے گا اگرچہ یہ حسی معجزات کی طرح

[1] یہ تو بنیادی بحث ہے جو کام صرف اللہ ہی کر سکتا ہو کوئی اور نہیں کوئی حکم صرف اللہ ہی کر سکتا ہو کوئی اور نہیں تو وہ غیر اللہ کی صفت نہیں ہے - بحث اس پر ہے کہ معجزہ میں کیا ہوا ؟ تو ظاہر ہے معجزہ اللہ کے امر و حکم سے ہوا - اس کے نتیجے میں اگر کچھ نیا خلق ہوا تو وہ مخلوق ہے مثلا موسی کا عصا سانپ بن گیا تو سانپ مخلوق ہے - لیکن سانپ معجزہ نہیں ہے - لاٹھی کا سانپ میں کے وجود میں بدلنا معجزہ ہے - یہی اللہ کی نشانی ہے کہ اس نے حکم دیا اور لکڑی ایک زندہ شی میں بدل گئی اینڈ پروڈکٹ سانپ ہے لیکن ہم اینڈ پروڈکٹ کو نہیں دیکھ رہے ہم تو اس کمال کو معجزہ کہتے ہیں یا process کو معجزہ کہتے ہیں

نہیں ہے-اسی بنا پر محدثین نے اور متکلمین نے کبھی بھی قرآن کو مخلوق کی مد میں نہیں لیا بلکہ ہمیشہ اس کو کلام اللہ اور علم اللہ کہا ہے
بعض لوگوں نے معجزات کو انبیاء کو قوتوں کی طرح بیان کیا اور سمجھا اور اس میں گمراہی کا شکار ہوئے مثلا نصاری نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو معجزات کرتے دیکھا تو اس کو عیسیٰ کی قوت سمجھا-قرآن میں عیسیٰ علیہ السلام کو ملنے والی آیات کا ذکر سورہ ال عمران آیت میں ہے

وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (49)

اور اس کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا (اور وہ کہے گا) بے شک میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس آیات لے کر آیا ہوں، میں تمہیں مٹی سے ایک پرندہ کی شکل بنا دیتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑتا پرندہ ہو جاتا ہے، اور (مادر زاد پیدائشی) اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں، اور تمہیں بتا دیتا ہوں جو کھا کر آؤ اور جو اپنے گھروں میں رکھ کر آؤ، (بے شک) اس میں تمہارے لیے آیات ہیں اگر تم مومن ہو۔

یہ الفاظ عیسیٰ کا کلام ہیں یہود سے-مدعا یہی ہے کہ جو بھی معجزات ہیں وہ اللہ کے اذن سے ہوئے-مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کے مخالف اللہ کے وجود کو تو تسلیم کر رہے ہوتے ہیں لیکن مخالفین ان (انبیاء) کو اللہ کا پیغمبر تسلیم نہیں کرتے-کسی بھی نبی کو معجزہ ملنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کو قوت دی گئی ہے بلکہ ہمیشہ اذن اللہ کا ذکر ہوتا ہے-شروع کے بعض نصرانی اس کو قوت ہی سمجھتے تھے ان کے نزدیک عیسیٰ انسان تھا لیکن اللہ نے اس کو adopt کر لیا—اس طرح اللہ نے اپنے متبنی بیٹے کو یہ قوتیں عطا کر دیں سورہ ال عمران میں اس کا رد کیا گیا کہ عیسیٰ کا یہ سب کرنا اللہ کے اذن سے ہوا-مردے کو صرف اللہ ہی زندہ کر سکتا ہے لیکن اللہ کے حکم سے عیسیٰ نے بھی کیا لہذا نصرانی کہتے ہیں کہ چونکہ ایسا رب تعالی ہی کر سکتا ہے اس بنا پر وہ اس کو عیسیٰ کی الوہیت کی نشانی قرار دیتے ہیں-قرآن میں اس کا رد کیا گیا اور عیسیٰ کا کلام نقل کیا گیا کہ میں نے یہ سب اللہ کے اذن سے کیا ہے-

اسی طرح قرآن سورہ الانبیاء آیت 81 میں سلیمان علیہ السلام کے حوالے سے الفاظ ہیں
وسلیمن الریح عاصفة تجري بامره...اور سلیمان کے لئے ہوا چلتی ان کے حکم سے
اس آیت میں سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بتایا جا رہا ہے-فعل کی نسبت سلیمان کی طرف ہے کیونکہ ان کے حکم پر ہوا چلتی-یہ نہایت اہم بات ہے کہ اللہ تعالی ہی ہوا کو چلاتا ہے اس کی گردش کو اپنی نشانی کہتا ہے اور جب وہ اسی طرح کی آیت نبی و رسول کے ذریعے عوام الناس کو دکھاتا ہے تو مقصد یہی ہے کہ عوام الناس اس کو اللہ کا کرشمہ سمجھے نہ کہ اس گردش ہوا کو قوت النبی سمجھ بیٹھیں-یہ گمراہی ہو گی اگر ہوا کی گردش کنڑول کرنے کو سلیمان کا عمل سمجھا جائے-اللہ تعالی نے کہا کہ حکم سلیمان پر ہوا چلتی یعنی وقتی طور پر یروشلم کے آس پاس کی ہوا ان کے حکم کی پابند کر دی گئی نہ کہ تمام عالم کی ہوا-یہاں ظاہر ہے سلیمان علیہ السلام کی نگاہ کی حدود میں جو تھا اسی حد تک کی ہوا ان کے حکم کی تابع ہوئی ہو گی-خیال رہے کہ صفات الہیہ، انبیاء کو نہیں دی جاتیں—اللہ اپنے اذن پر انبیا کو مطلع کرتا ہے کہ وہ اس کا نام لے کر فلاں فلاں کام کریں گے تو اللہ اس چیز کو پورا کر دے گا—اللہ اپنے نبیوں کی اس طرح مدد کرتا ہے—اس عمل کو اردو میں انبیاء کو معجزہ دینا کہا جاتا ہے

اے لوگوں زمین میں سے حلال و پاک کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو ، وہ تمہارا کھلا دشمن ھے (168) وہ تم کو برائی و فحش کا حکم کرتا ھے اور اس کا کہ اللہ پر وہ بولو جس کا تم کو علم بھی نہیں ھے (169) اور جب ان سے کہا جاتا ھے کہ اس پر چلو جو اللہ نے نازل کیا ھے تو کہتے ھیں :" بلکہ ھم تو اس پر چلیں گے جس پر ھم نے اپنے آباؤاجداد کو پایا`` ، اگرچہ ان کے آباؤاجداد نہ کسی چیز کی عقل رکھتے تھے نہ وہ ھدایت پر تھے (170) اور کافروں کی مثال اس ریوڑ کی سی ھے جس کو ھانکا جا رھا ھو ، اور وہ سوائے ھانکنے والے کی پکار و آواز کے کچھ نہ سنتا ھو - بہرے، گونگے ، اندھے پس یہ کچھ عقل نہیں رکھتے (171) ! اے مومنو ھم نے جو پاک رزق دیا ھے اس میں سے کھاؤ ، اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ھو (172) بے شک ھم نے تم پر حرام کیا مردار ، اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا ذکر یا نداء و پکار دے دی گئی ھو ، تو جس کو مجبور کیا گیا ھو ، (اور وہ) بلا رغبت و بلا حد سے نکلے (کچھ کھا لے)تو اس پر کوئی گناہ نہیں ، بلا شبہ اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ھے (173)

يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ (١٦٨) إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (١٦٩) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ (١٧٠) وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (١٧١) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (١٧٢) إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (١٧٣)

[تفسیر آیۃ 173]

یہاں آیت میں وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ کہا گیا ہے اور اھل سے مراد با آواز بلند پکارنا یا ذکر کرنا ہے - اللہ تعالی نے اس کھانے کو حرام کیا جو اگرچہ تمام حلال چیزوں سے بنا ہو مگر اگر اس پر غیر اللہ کی پکار دے دی گئی ہے تو یہ حرام ہے — غیر اللہ سے مراد وہ تمام ہیں جن کو مخلوق اپنا سفارشی یا رب سمجھ کر پکارتی ہے - اس میں انبیاء اولیاء، بت سب آ جاتے ہیں — مشرکین مکہ نے کعبہ میں ابراھیم و اسمعیل علیہما السلام کی شکلیں بھی بنا رکھی تھیں اور ان کو بھی سفارشی سمجھا جاتا تھا — مشرک ان کو نیک لوگ سمجھتے تھے کیونکہ ان کے ہاں نبوت پر کوئی عقیدہ نہیں تھا - اکثر اس آیت کے مفہوم کو بدلا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ انبیاء غیر اللہ میں نہیں آتے — لیکن یہاں ہم دیکھ سکتے ہیں آیت میں ایسا کچھ نہیں ہے کہ اس میں غیر اللہ سے مراد محض بت و اصنام لئے

جائیں جبکہ معلوم ہے کہ یہ مدنی سورت ہے اور یہود میں فرشتوں کا،انبیاء کا وسیلہ پکڑنا عام تھا

نذر کا مطلب ہوتا ہے کہ اس برزگ سے اس رزق کو منسوب کیا جائے وہاں برزخ میں یا عالم ارواح میں ان برزگ کی روح کو بھی یہ رزق ملے گا وہ کھا کر خوش ہوں گے اور ان کی روح اللہ کے حضور ان افراد کے لئے سفارش کرے گی-اس کے پیچھے ایک پورا تصور ہے کہ روح کے علم میں اتا ہے کہ کس نے نیاز دی پھر وہ روح سفارش کرتی ہے سروس چارج لینے کے بعد-اس سے وسیلہ کا عقیدہ جڑا ہے-ہمارے نزدیک وسیلہ حرام ہے اور اس سے منسلک اس نذر و نیاز کا عقیدہ بھی غلط ہے-اسی عقیدے کے تحت مشرکین مکہ بھی قربانی کرتے تھے کہ تین دیویاں لات عزی اور منات پر اور پھر کہتے یہ بگلے بن کر آسمان پر جاتی ہیں سفارش کرنے قریب قریب یہی تصور اہل بدعت کا بھی ہے-نذر و نیار کا مقام بزرگ کی قبر کے پاس ہوتا ہے اس کی وجہ ہے کہ صاحب قبر کو معلوم ہوتا ہے باہر کیا ہو رہا ہے کون لنگر تقسیم کر رہا ہے–اگر قبر دور ہو تو بھی روح کے علم میں اتا ہے کس نے نیاز دی مثلا شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے والد شاہ عبد الرحیم کا واقعہ بیان کیا: میرے والد نے مجھے خبر دی کہ میں عید میلاد النبی کے روز کھانا پکوایا کرتا تھا-ایک سال تنگدست تھا کہ میرے پاس کچھ نہ تھا مگر صرف بھنے ہوئے چنے تھے- میں نے وہی چنے تقسیم کر دیئے- رات کو رسول اللہ کی زیارت سے مشرف ہوا اور کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ کے سامنے وہی چنے رکھے ہیں اور آپ خوش ہیں (در ثمین ص 8) یعنی چنوں پر نیاز دی ان کو باثار رسول اللہ کے علم میں آیا کہ دہلی کا ایک شخص ایسا کرتا ہے-رسول اللہ نے صرف وہ چنے کھائے جبکہ ان کے سآمنے بے شمار کھانے تھے
سنن ترمذی میں ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَارَقَ الرُّوحُ الجَسَدَ وَهُوَ بَرِيءٌ [ص:139] مِنْ ثَلَاثٍ: الكَنْزِ، وَالغُلُولِ، وَالدَّيْنِ دَخَلَ الجَنَّةَ "هَكَذَا قَالَ سَعِيدٌ: الكَنْزُ، وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ فِي حَدِيثِهِ: الكِبْرُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ مَعْدَانَ وَرِوَايَةُ سَعِيدٍ أَصَحُّ

ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جس کی روح جسم سے الگ ہوئی اور وہ تین چیزوں سے بَرِيءٌ تھا خزانہ، غنیمت میں خیانت، اور قرض سے تو وہ جنت میں داخل ہوا— ترمذی نے کہا سعید نے روایت میں خزانہ بولا ہے اور... سعید کی سند سے روایت اصح ہے لہذا انبیاء و اولیاء اللہ، ائمہ شیعہ وغیرہ کی نذر و نیاز کرنا حرام ہے اور جو کر رہا ہے اس کو صحیح عقیدے کی تلقین کرنا ضروری ہے-ارواح ایک بار جسم سے نکل جائیں تو ان کو برزخ میں روک لیا جاتا ہے جو عالم بالا میں ہے اور واپس زمین پر جسموں میں لوٹایا نہیں جاتا-قرآن میں اس پر امسک کا لفظ ہے یعنی جس کی موت ہو جاتی ہے اس کی روح کو روک لیا جاتا ہے، عود روح نہیں ہوتا-اب جب بزرگ قبور میں زندہ ہی نہیں تو ان کو کیا خبر کہ قبر پر کون آیا کون گیا؟ جوابا کہا جاتا ہے کہ شہداء تو قبروں میں زندہ ہیں لیکن اس کی دلیل جب مانگی جاتی ہے تو قرآن کی سورہ بقرہ وال عمران کی آیات سناتے ہیں جس میں ہے کہ شہداء اللہ کے پاس زندہ ہیں اور اللہ تعالی اپنی مخلوق سے جدا ہے- متکلمین بائن من خلقہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ اللہ تعالی مخلوق سے الگ ہے-دوم ارواح شہداء تو جنتوں میں ہیں اور معلوم ہے کہ جنتوں کی وسعت زمین و آسمانوں سے بڑھ کر ہے لہذا شہداء کسی طور پر بھی زمین میں زندہ نہیں ہیں
موت پر روح کا توفی (یعنی پکڑنا اور قبضہ میں لینا) کیا جاتا ہے اس عمل میں روح یا نفس کو جسم سے نکال لیا جاتا ہے-قرآن میں توفی کے ساتھ ساتھ اخراج بھی کہا گیا ہے—روح جسم سے مکمل الگ ہو جاتی ہے—قرآن میں امساک روح کا ذکر ہے کہ جس پر موت حکم لگتا ہے وہ مر جاتا ہے اور اس کی

روح کو روک لیا جاتا ہے یعنی اخراج کے بعد واپس جسد میں نہیں ڈالا جاتا- راغب الأصفھانی (المتوفی: 502ھ) اپنی کتاب المفردات في غريب القرآن میں لکھتے ہیں کہ

:وقوله كُلُّ نَفْسٍ ذائِقَةُ الْمَوْتِ [آل عمران/185] فعبارة عن زوال القوّة الحيوانيّة وإبانة الرُّوح عن الجسد

اور (اللہ تعالیٰ کا) قول: كُلُّ نَفْسٍ ذائِقَةُ الْمَوْتِ [آل عمران/185] پس یہ عبارت ہے قوت حیوانی کے زوال اور روح کی جسد سے علیحدگی سے

صحيح البخاري: كِتَابُ الذَّبَائِحِ وَالصَّيْدِ (بَابُ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَالأَصْنَامِ) صحیح بخاری: کتاب: ذبیح اور شکار کے بیان میں (باب: وہ جانور جن کو تھانوں اور بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو ان کا کھانا حرام ہے)5499

حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ المُخْتَارِ، أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ يُحَدِّثُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ بِأَسْفَلِ بَلْدَحٍ، وَذَاكَ قَبْلَ أَنْ يُنْزَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الوَحْيُ، فَقَدَّمَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُفْرَةً فِيهَا لَحْمٌ، فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا، ثُمَّ قَالَ: «إِنِّي لاَ آكُلُ مِمَّا تَذْبَحُونَ عَلَى أَنْصَابِكُمْ، وَلاَ آكُلُ إِلَّا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ

ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز یعنی ابن المختار نے بیان کیا، انہیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زید بن عمرو بن نوفل سے مقام بلد کے نشیبی حصہ میں ملاقات ہوئی۔ یہ آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا زمانہ ہے۔ آپ نے وہ دستر خوان جس میں گوشت تھا جسے ان لوگوں نے آپ کی ضیافت کے لیے پیش کیا- زید اسکو کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ میں جو جانور بتوں کے نام پر ذبح ہو اس میں سے نہیں کھاتا، میں صرف اسی جانور کا گوشت کھاتا ہوں جس پر (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

قال الخطابي في ''أعلام الحديث'' 3/1657: امتناع زيد بن عمرو من كل ما في السفرة إنما كان من أجل خوفه أن يكون اللحم الذي فيها مما ذُبح على الأنصاب فتنزه من أكله، وقد كان رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا يأكل من ذبائحهم التي كانوا يذبحونها لأصنامهم

خطابی نے کہا زید کا انکار کرنا تھا اس دستر خوان سے جس میں گوشت ہو اس خوف سے کہیں یہ بت پر ذبح کردہ نہ ہو پس اس سے دور رہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان ذبح کردہ کو نہیں کھاتے تھے

زید ہر گوشت والی چیز سے دور رہتے جب نبی نے ان کو کھانا دیا تو انہوں نے صاف انکار دیا- اس روایت میں یہ کہیں نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بت پر ذبح کردہ گوشت لے کر گئے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ زید بھی ایسا ہی کرتے تھے

اب اس کی مخالف روایت مسند احمد میں ہے حَدَّثَنَا يَزِيدُ، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ نُفَيْلِ بْنِ هِشَامِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ هُوَ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، فَمَرَّ بِهِمَا زَيْدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، فَدَعَوَاهُ إِلَى سُفْرَةٍ لَهُمَا، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي، إِنِّي لَا آكُلُ مِمَّا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ، قَالَ: فَمَا رُئِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ أَكَلَ شَيْئًا مِمَّا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ. (حم)1648

مورخ الْمَسْعُودِيُّ نے نُفَيْلِ بْنِ هِشَامٍ سے انہوں نے باپ سے انہوں نے دادا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ مکہ میں تھے اور زید بن حارثہ بھی پس یہ زید بن عمرو کے پاس گئے ان کو دستر خوان پر بلایا تو زید بن عمرو نے کہا اے بھائی میں وہ نہیں کھاتا جو بت پر ذبح کیا گیا ہو- پس کہا: میں نے نبی کو نہیں دیکھا کہ اس کے بعد بتوں پر ذبح کیا ہوا کچھ کھایا ہو

یہ روایت عبد الرحمن بن عبد اللہ المسعودی نے روایت کی ہے لیکن یہ ان کے دور اختلاط کی ہے صحیح نہیں ہے- پس معلوم ہوا کہ نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ زید بن عمرو دونوں بتوں پر ذبح کردہ جانور نہیں کھاتے تھے

بعض علماء نے آیت 173 کو مسوخ قرار دیا ہے اور ناسخ قول النبی بیان کیا ہے

نسخ بعضها بالسنة وهو قوله عليه الصلاة والسلام أحلت لنا ميتتان ودمان السمك والجراد والكبد والطحال

اس آیت کا بعض سنت سے منسوخ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے میں نے دو مردار حلال کیے اور دو خون

کھانے پینے میں ٹڈی مردار نہیں ہے کیونکہ یہ کیڑا ہے جن کا گلا بھی نہیں جس کو ذبح کیا جائے لہذا اس کو مرادر نہیں کہا جا سکتا- شریعت میں یہ کیڑا حلال ہے کیونکہ یہ گندگی نہیں کھاتا، پتے و بیل بوٹے کھاتا ہے جو طیب ہے— جو کیڑا طیب کھاتا ہو وہ حلال ہے- مچھلی بھی مرادر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی نے بحر و سمندر کی غذا کو حلال کر دیا ہے- مچھلی کو کوئی ذبح نہیں کرتا— شارع اللہ نے ذبح کا حکم چوپایوں پر کیا ہے جو ہوا میں ہوں- یہ گرم خون والے جانور کہلاتے ہیں جن کا خون ذبح پر بہہ سکتا ہے- مچھلی ٹھنڈے خوان والی ہے جس کا خون بہتا نہیں ہے اور یہ انڈہ دیتی ہے نہ کہ جنتی ہے لہذا چوپائے کی تعریف پر نہیں اترتی تو اس کے لئے ذبح کی بحث کی ضرورت ہی نہیں ہے— یہ سب نص قرانی سے واضح ہے اور اس مسئلہ میں کوئی مرفوع حدیث اسی لئے نہیں ہے کیونکہ غور فکر کرنے سے یہ حکم سمجھا جا سکتا ہے-

صحابی ابن عمر سے منسوب قول ہے

حَدَّثَنَا سُرَيْجٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ، وَدَمَانِ. فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ: فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ: فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ

کہ دو مردار مچھلی اور ٹڈی حلال ہیں

یہ حدیث ضعیف ہے اور بے معنی ہے کیونکہ ذبح کر کے حلال کرنے کا حکم بهيمة الأنعام يعني چوپائے کے لئے ہے- مردار مچھلی وہ ہے جو سمندر میں مر کر اس کی سطح پر خود آ گئی ہو اس کو کوئی نہیں کھاتا یہ سڑی ہوئی مچھلی ہوئی- مچھلیوں کو سمندر سے نکال کر رکھا جاتا ہے حتی کہ مر جاتی ہے پھر کھائی جاتی ہے یہ مچھلی مردار نہیں ہے— مچھلی سمندر کا شکار ہے حلال ہے اور ٹڈی کیڑا ہے جس کو مردار حالت میں ملے تو کوئی نہیں کھاتا— کیڑا مار کر تازہ کھایا جاتا ہے- قرآن میں اصول یہ ہے کہ طیب حلال ہے— ٹڈی پتے کھاتے ہیں جو طیب ہیں لہذا حلال ہیں- مچھلی سمندر کا شکار لہذا حکم قرآن کے تحت حلال ہے، کسی روایت کی ضرورت نہیں ہے مردار مچھلی کھانے پر حدیث پیش کی جاتی ہے

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: غَزَوْتُ جَيْشَ الْخَبَطِ وَأُمِّرَ عَلَيْنَا أَبُو عُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوعًا شَدِيدًا فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوتًا مَيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهُ يُقَالُ لَهُ: الْعَنْبَرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «كُلُوا رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللَّهُ إِلَيْكُمْ وَأَطْعِمُونَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ» قَالَ: فَأَرْسَلْنَا

إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَأَكَلَه

جابرؓ بیان کرتے ہیں، میں نے غزوۂ جیش الخبط میں شرکت کی، ابو عبیدہؓ ہمارے امیر مقرر کیے گئے، ہم شدید بھوک کا شکار ہو گئے تو سمندر نے ایک بہت بڑی مردہ مچھلی باہر پھینکی، ہم نے اس جیسی مچھلی کبھی نہیں دیکھی تھی اور اسے عنبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ہم نے اسے نصف ماہ تک کھایا۔ ابو عبیدہؓ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی پکڑی اور اونٹ سوار اس کے نیچے سے گزر گیا، جب ہم واپس گئے تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ نے تمہاری طرف جو رزق نکالا ہے اسے کھاؤ اور اگر تمہارے پاس اس میں سے کچھ ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔“ راوی بیان کرتے ہیں، ہم نے اس میں سے کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے اسے تناول فرمایا۔ متفق علیہ۔

راقم کہتا ہے مچھلی سمندر سے اچھل کر ساحل پر آ گئی یہ عظیم الجثہ مچھلی تھی من جانب اللہ نعمت تھی لہذا یہ اضطراری حالت کی وجہ سے کھائی گئی۔ مچھلی سڑی ہوئی نہیں تھی ورنہ کوئی بھی نہ کھا پاتا۔ یہ اسی وقت مری تھی اس کا گوشت طیب تھا، بو نہ تھی۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (96) یہ سورہ مائدہ سن 10 ہجری کی آیت ہے

اور یہ مچھلی والا واقعہ جَيْشَ الْخَبَطِ کا ہے جو سن 8 ہجری کا کہا جاتا ہے۔ مچھلی حلال ہے یہ سورہ کہف مکی دور سے معلوم ہے جس میں موسی و خضر کے واقعہ میں مچھلی کو کھانا کہا گیا ہے لہذا کھائی جا سکتی ہے اگر بو نہ آ رہی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں سے کھانا معجزہ ہے کیونکہ مچھلی یا گوشت تو سڑ جاتا ہے، سفر میں وقت لگتا ہے، اس کو عام نہیں سمجھا جا سکتا — سارا واقعہ پکار رہا ہے کہ یہ کرامت و معجزہ کی قبیل میں سے ہے گوشت نہیں سڑا

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (١٧٤) أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (١٧٥) ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ (١٧٦)

بے شک جنہوں نے وہ چھپایا جو اللہ نے الکتاب میں سے نازل کیا اور اس کو کم قیمت بیچا تو یہ وہ ھیں جنہوں نے پیٹوں میں آگ کھا لی - ان سے اللہ روز قیامت نہ کلام کرے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ھے (174)
انہوں نے ہدایت کے بدلے گمراھی کا سودا کیا اور مغفرت کے بدلے عذاب ! پس کیا صبر ھے ان کا آگ پر (175)
یہ اس وجہ سے ھے کہ اللہ نے حق کے ساتھ الکتاب کو نازل کیا اور وہ جنہوں نے الکتاب میں اختلاف کیا وہ مخالفت میں دور نکل گئے (176)

[تفسیر آیۃ 174 تا 176]

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالی عنہ کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف بنو ثقیف کے طرف بھیجا تو فرمایا

أنت إمامهم، واقتد بأضعفهم، واتخذ مؤذنا لا يأخذ على أذانه أجرا

تو ان کا امام ہے۔ ان کے کمزور کی اقتدا کر اور ایسا موذن رکھ کہ جو اپنی اذان پر اجرت نہ لیتا ہو۔ سنن ابوداود 531 میں ہے

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، قَالَ: قُلْتُ:- وَقَالَ مُوسَى فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: إِنَّ عُثْمَانَ بْنَ أَبِي الْعَاصِ قَالَ:- يَا رَسُولَ اللَّهِ، اجْعَلْنِي إِمَامَ قَوْمِي، قَالَ: أَنْتَ إِمَامُهُمْ، وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ، وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے میری قوم کا امام مقرر فرما دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم ان کے امام ہو تو تم ان کے کمزور ترین لوگوں کی رعایت کرنا، اور ایسا مؤذن مقرر کرنا جو اذان پر اجرت نہ لے

تابعین تو قرآن لکھنے تک کی قیمت نہیں دینا چاہتے تھے سنن سعید بن منصور کے مطابق

حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: نا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ، قَالَ: سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَ عَنْ كُتَّابِ الْمَصَاحِفِ بِالْأَجْرِ، قَالَ: كُرِهَ كِتَابَتُهَا، وَاسْتِكْتَابُهَا، وَبَيْعُهَا، وَشِرَاؤُهَا.

امام ابن سیرین سے مہدی نے سوال کیا کہ مصحف کی کتابت پر اجر لیا جائے تو انہوں نے کہا اس سے کراہت کرتا ہوں کہ کتابت پر خریدا اور بیچا جائے سنن سعید بن منصور کی روایت ہے

حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: نا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، قَالَ: سَأَلْتُ شُرَيْحًا، وَمَسْرُوقًا، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ عَنْ بَيْعِ الْمَصَاحِفِ، فَقَالُوا: لَا تَأْخُذْ لِكِتَابِ اللَّهِ ثَمَنًا.

شُرَيْحٌ، وَمَسْرُوق اور عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ سے قرآن خریدنے کا سوال ہوا پس کہا کتاب اللہ پر ایک کوڑی نہ لو

سنن سعید بن منصور کی روایت ہے

حدثنا سَعِيدٌ، قَالَ: نا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَرَادَ عَلْقَمَةُ أَنْ يَكْتُبَ مُصْحَفًا، فَكَرِهَ أَنْ يُعْطِيَ عَلَى كِتَابَتِهِ أَجْرًا، فَاشْتَرَى وَرَقَهُ وَمِدَادَهُ، وَمَا يَنْبَغِي، وَأَعْطَاهُ بَعْضَ أَصْحَابِهِ، فَكَتَبَهُ لَهُ.

ابراہیم کہتے ہیں عَلْقَمَةُ نے قرآن کی کتابت کا ارادہ کیا لیکن اس کو مکروہ جانا کہ کسی کو اس پر اجرت دیں لہذا اوراق اور دوات خریدی اور اپنے بعض اصحاب کو دی کہ لکھ دیں

اگر لکھنے کی قیمت پر اتنی احتیاط ہے تو پھر تعلیم قرآن پر کتنی ہو گی۔

جو لوگ ائمہ مساجد کو اجرت پر رکھنا چاہتے ہیں وہ دلیل میں کہتے ہیں کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ قرآن پر اجرت لی جا سکتی ہے

اصحابِ رسول کا گروہ ایک چشمے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے لوگوں کے پاس سے گزرا۔ ان میں سے کسی شخص کو موذی جانور نے ڈس لیا تھا۔ ان کا ایک آدمی اصحاب رسول کے پاس آیا اور پوچھا: کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ چشمے کے پاس پڑاؤ کرنے والوں میں ایک شخص کو کسی موذی جانور نے کاٹ لیا ہے۔ ایک صحابی گئے اور بکریوں کے عوض سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ شفایاب ہو گیا۔ وہ بکریاں لے کر دوسرے صحابہ کے پاس آئے تو انہوں نے اس کام کو ناپسند کیا اور (اعتراض کرتے ہوئے) کہا: آپ نے قرآنِ کریم پر اُجرت لی ہے! حتیٰ کہ جب وہ مدینہ منورہ واپس آئے تو رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس شخص نے کتاب اللہ پر اُجرت لی ہے۔ اس پر رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ احق تھا جو تم نے کتاب اللہ پر لیا صحیح) البخاري، كتاب الطب، باب الشرط في الرقية بقطيع من الغنم، رقم الحديث: 5737)

اس روایت کو امام بخاری میں باب میں بھی ذکر کیا اور تغليق التعليق على صحيح البخاري میں ابن حجر نے لکھا کہ یہ روایت بالمعنی ہے

باب الرقي وَيذكر عَن ابْن عَبَّاس عَن النَّبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دم کا باب اور ذکر کیا جاتا ہے ابن عباس سے کہ ... إِن أَحَق مَا أَخَذْتُم عَلَيْهِ أجرا كتاب الله ... وَإِنَّمَا علق هَذِه الْجُمْلَة بِصِيغَة التمريض لروايته لَهَا بِالْمَعْنَى

بخاری نے اس کو صیغہ تمریض میں ذکر کیا ہے کیونکہ یہ روایت بالمعنی ہے

المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة میں سخاوی کہتے ہیں کہ یہ روایت بالمعنی ہو گئی ہے

وقال ابن عباس عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أحق ما أخذتم عليه أجرا كتاب الله، وفي الطب بصيغة التمريض، فقال: ويذكر عن ابن عباس، عن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وإنما أورد هذه الجملة كذلك مع إيراده للحديث متصلا في صحيحه لروايته لها بالمعنى

روایت بالمعنی کی پہچان علل حدیث کی پیچیدگیوں میں سے ہے اور اس کا مطلب ہے کہ راوی نے اپنی سمجھ پر روایت بیان کی ہے۔ ابن جوزی نے کتاب الموضوعات مؤلف: جمال الدين عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597ھ) میں ایک حدیث درج کی

قَالَ ابْن عدي: رَوَى عُمَرُ بْنُ الْمُحْرِمِ الْبَصْرِيُّ عَنْ ثَابِتٍ الْحَفَّارِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ "سَأَلْتُ رَسُولَ الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْمُعَلِّمِينَ، فَقَالَ: إِنَّ أَحَقَّ مَا أُخِذَ عَلَيْهِ الأَجْرُ كِتَابُ اللَّهِ". قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ: لِعُمَرَ أَحَادِيثُ مَنَاكِيرُ وثابت لَا يعرف والحَدِيث مُنكر

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ سے معلم کی اجرت پر سوال کیا تو فرمایا جو تم نے کتاب اللہ پر لیا وہ حق تھا-ابن عدی نے کہا یہ حدیث منکر ہے

ابن جوزی کی پیش کردہ اس حدیث پر منکر کا حکم لگا کر اس متن کو رد کیا—مزید وضاحت أحمد بن محمد بن الصدّيق كتاب المداوي لعلل الجامع الصغير وشرحي المناوي میں کرتے ہیں کہ المناوی نے کہا یہ متن تو ابن عبّاس کی سند سے صحیح بخاری میں بھی ہے-ابن الصدیق نے کہا کہ یہ متن ہی منکر ہے اور ابن جوزی کا مقصد اس متن کو ہی منکر قرار دینا ہے-اس کی وضاحت أحمد بن محمد بن الصدّيق بن أحمد، أبو الفيض الغُمَاري الحسني الأزهري (المتوفى: 1380هـ) کرتے ہیں

أما الكتب المؤلفة في الموضوعات فإنما يقصد منها أصحابها المتون دون الأسانيد وإذا قصدوا الأسانيد على قلة فإنهم يصرحون بذلك فيقولون: هو بهذا الإسناد باطل، وهو صحيح من وجه كذا، وابن الجوزي لم يفعل ذلك في هذا الحديث فكان حكمه على المتن لا على الإسناد

ابن جوزی کی کتاب میں اس کا قصد ہے کہ متن کی بنیاد پر حدیث پر حکم کیا جائے نہ کہ سند پر، اور جب وہ سند کی وجہ سے بات کرتے ہیں تو وضاحت کرتے ہیں یہ کہہ کر کہ سند باطل ہے اور اس طرق سے صحیح ہے اور یہاں اس روایت پر ابن جوزی نے ایسا نہیں کیا لہذا ابن جوزی کا حدیث (جو تم نے کتاب اللہ پر لیا وہ حق تھا) پر منکر کا حکم متن پر ہے نہ کہ سند پر

صحیح بخاری میں اس روایت کی سند بھی قابل غور ہے

حَدَّثَنِي سِيدَانُ بْنُ مُضَارِبٍ أَبُو مُحَمَّدٍ البَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ البَصْرِيُّ هُوَ صَدُوقٌ يُوسُفُ بْنُ يَزِيدَ البَرَّاءُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الأَخْنَسِ أَبُو مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ،

روایت إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ کے راوی عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الأَخْنَسِ أَبُو مَالِكٍ پر کتاب الثقات میں ابن حبان نے جرح بھی کی ہے

عبيد الله بن الأخنس يروي عن بن أبي مليكة روى عنه أبو معشر البراء بن يزيد والنَّاس يخطىء كثيرا

سند کے دوسرے راوی أَبُو مَعْشَرٍ البَرَّاءُ اسمُہ يُوسُفُ بْنُ يَزِيدَ البَصْرِيُّ العَطَّارُ کی ابن معین نے تضعیف بھی کی ہے

قال ابن معين: ضعيف. (التَّكْمِيل في الجَرْح والتَّعْدِيل)

وقال أبو داود: ليس بذاك. (التَّكْمِيل في الجَرْح والتَّعْدِيل)

قال النسائي: ليس بذاك (ميزان الاعتدال)

ابن جوزی نے اپنی کتاب الضعفاء والمتروکون میں شمار کیا ہے

علم حدیث وعلل میں اس کی کثیر امثال موجود ہیں کہ ثقہ راوی نے اپنی سمجھ پر روایت بالمعنی کی اور وہ منکر المتن بن گئی اور اسی طرف ابن جوزی نے اشارہ کیا ہے

اس تمام بحث کا مدعا یہ واضح کرنا ہے کہ کسی ایک راوی کی غلطی کی وجہ سے روایت بالمعنی ہو گئی ہے جو راوی نے اپنی سمجھ پر بیان کی ہے اور اس بنا پر اس کا متن منکر تک سمجھا جاتا رہا ہے—اگر اس کو صحیح بھی لو تو بعض کے نزدیک اس سے اجرت کا جواز تو بالکل بھی نہیں نکلتا البانی، نقد نصوص میں کہتے ہیں ثم ذكر حديث «إن أحق ما أخذتم عليه أجرا كتاب الله».

قلت: الصواب في الحديث أنه في أخذ الأجر على الرقية بالقرآن كما ذهب إلى ذلك الحنفية، لا على تلاوته، ولا على تعليمه

اس حدیث سے دم کی اجرت تو لی جا سکتی ہے لیکن تلاوت و تعلیم قرآن پر اجرت نہیں لی جا سکتی بحوالہ: نقد «نصوص حديثية في الثقافة العامة» جمع وتصنيف محمد المنتصر الكتاني أستاذ الحديث المؤلف: محمد ناصر الدين الألباني، الناشر: مطبعة الترقي — دمشق، عدد الصفحات: 58،

قدماء احناف کے نزدیک شرعا درست موقف یہ ہے کہ تعلیم قرآن، نماز، اذان، خطبات پر اجرت لینا حرام ہے [1]

علماء فرماتے ہیں نماز پڑھانے کا نہیں بلکہ امام کے مسلسل مسجد میں رہنے کی وجہ سے وظیفہ ادا کیا جاتا ہے — یعنی مسجدوں میں مسلسل رہنے کی وجہ سے امام کو اس کی ڈیوٹی گھنٹوں کے حساب سے ادا کی جاتی ہے — چونکہ یہ نظم دور اصحاب رسول یا خلفاء اربعہ میں نہیں تھا کہ مسجد میں رہنے والوں، وہاں جھاڑو دینے والوں کو دینی نیکیوں پر وظیفہ دیا جاتا ہو، اس لئے ظاہر ہے اس پر کوئی شرع میں دلیل نہیں ملتی - بعض دیگر ہوشیار مفتی اس کو تحفہ قرار دیتے ہیں

اسلامی ریاست میں اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ مسجدوں اس طرح سرائے بنا دیا جائے اور صلاۃ مفروضہ کی ادائیگی کے بعد دیگر اوقات میں ایک یا دو شخص مسلسل مسجد میں رہیں اور پھر اپنا وقت دینے پر مملکت سے وظیفہ طلب کریں - اس قسم کا کوئی وظفیہ اسلامی مملکت میں مقرر نہیں کیا جائے گا - مسلسل مسجد میں حجرہ میں رہنا تاریخ قرون ثلاثہ سے معلوم نہیں ہے - دور نبوی میں غرباء مسجد النبی میں جمع ہوتے تھے - ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا تھا — یہ مسکین تھے اور ہنر مند بھی نہیں تھے کہ اپنی معاش کا بندوبست کر سکیں — ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہما اپنی اپنی معاشی سر گرمیوں میں مصروف رہتے — اصحاب صفہ مسجد النبی کے پاس ایک چبوترے پر جمع ہوتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی حجرات سے نکلتے ان کی

---

[1] المرغيناني، أبو الحسن برهان الدين (المتوفى: 593هـ) کتاب الهداية في شرح بداية المبتدي میں لکھتے ھیں
قال: "ولا الاستئجار على الأذان والحج، وكذا الإمامة وتعليم القرآن والفقه" والأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليه عندنا.
اور (ہم احناف کے نزدیک) اذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور فقہ اور اصل میں ہر وہ کام جو مسلمانوں سے مخصوص ھے اس پر اجر جائز نہیں.

حلية العلماء في معرفة مذاهب الفقهاء از محمد بن أحمد بن الحسين بن عمر، أبو بكر الشاشي القفال الفارقيّ، الملقب فخر الإسلام، المستظهري الشافعي (المتوفى: 507هـ) میں ھے کہ اذان پر اجرت لینا
لَا يجوز وَهُوَ قَول أبي حنيفَة وَأحمد وَاخْتِيَار الشَّيْخ ابي حَامِد
ابو حنیفہ ، امام احمد اور ابو حامد حنبلی کے ھاں جائز نہیں ھے
امام نووی (المتوفى: 676هـ) شافعی مسلک پر تھے . ان کا قول روضة الطالبين وعمدة المفتين میں ھے
الِاسْتِئْجَارُ لِإِمَامَةِ الصَّلَوَاتِ الْمَفْرُوضَةِ، بَاطِلٌ فرض نماز کی امامت پر اجرت لینا باطل ھے
المحلى بالآثار میں ابن حزم فرماتے ھیں
وَلَا تَجُوزُ الْإِجَارَةُ عَلَى الصَّلَاةِ، وَلَا عَلَى الْأَذَانِ نماز و اذان پر کوئی اجرت نہیں ھے

حنبلی مسلک کی کتاب المغني لابن قدامة (المتوفى: 620هـ) میں ھے
وَلَا يَجُوزُ أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَى الْأَذَانِ فِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَكَرِهَهُ الْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَأَصْحَابُ الرَّأْيِ وَابْنُ الْمُنْذِرِ
اور اذان پر اجرت لینا جائز نہیں ھے ظاھر مذھب میں اور اجرت پر کراھت کی ھے قاسم بن عبد الرحمان . نے الْأَوْزَاعِيُّ نے اصحاب رائے نے اور ابن المنذر نے

مالی معاونت فرماتے یا علم دیتے۔دور نبوی کے بعد اس قسم کے کسی علمی حلقے کے قیام کی خبر نہیں ملتی۔اصحاب صفہ غرباءالمسلمین تھے لیکن عامہ المسلمین کے لئے مشعل راہ نہیں تھے—حدیث نبوی ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی اگر کوئی معاش کا بندوبست کر سکتا ہے تو وہ مسلمان ضرور کرے نہ کہ اصحاب صفہ کی طرح مالی مدد کا منتظر رہے،جو بعض غرباء کی وقتی مجبوری تھی۔شریعت کا قیام ہر مسلمان پر فرض ہے لہذا مصادر شریعت کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے—اس کے لئے اسکولوں میں تعلیم دی جائے گی اور یہ علم تطوع VolunteerAction کے تحت کیا جائے گا یعنی جس،جس کو جو دین کے حوالے سے آتا ہے وہ اسکول میں آکر سکھا سکتا ہے۔عربی زبان کے معلم کو قیمت دی جائے گی کیونکہ زبان مخلوق ہے—کتاب اللہ،منزل من اللہ ہے—یہ وہ علم ہے جو اللہ نے ہم کو مفت دیا ہے۔اس کی قیمت وصول کرنا موجب عذاب عمل ہے۔اللہ اور اسکے رسول نے یہ علم شریعت،انسانیت کو بلا معاوضہ دیا متقدمین سلف سختی سے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو برا سمجھتے تھے۔

لہذا درست عمل یہی ہے کہ تعلیم قرآن کو تطوع کے تحت قرار دیا جائے—اس طرح دین کو ایک پیشہ بننے سے بچایا جا سکتا ہے—کہتے ہیں ہم پیشہ، دشمن ہمیشہ—ظاہر ہے جب دین پیشہ نہیں رہے گا تو مسالک کا ایک دوسرے سے غیر ضروری جدل ختم ہو جائے گا

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ
وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى
وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ
وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا
وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ
صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (١٧٧)

نیکی نہیں ھے کہ تم نے مشرق و مغرب کی طرف
چھرہ موڑ لیا بلکہ نیکی اس نے کی جو اللہ اور روز
آخرت پراور فرشتوں پر اور الکتاب پر اور نبیوں پر ایمان
لایا اور اس نے (صرف) اللہ کی محبت میں رشتہ
داروں، یتیموں، مسکینوں ، مسافر ، سوال کرنے
والوں اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے مال دیا،
اور اس نے نماز کو قائم کیا اور زکوات دی اور اپنے
وعدوں کو پورا کیا جب کوئی عھد کیا، اور تنگ
دستی، تکلیف اور حالت جنگ میں صبر کیا- پس یہ
سچے اور یہ ھی متقی ھیں 177

[تفسیر اٰیۃ177]

قرآن میں یہاں نیکی کو اعتقاد سے جوڑا گیا ہے کہ کوئی بھی نیک عمل اس وقت ہی میزان محشر میں وزن رکھے گا جب انسان کا عقیدہ صحیح ہو-، محض عبادات ادا کرنے سے اس کو ثواب نہ مل سکے گا- حدیث میں ہے کہ انسان کے اعمال بے شک اس کی نیتوں پر ہیں یعنی جیسا بھی ارادہ ہو گا عمل بھی ویسا ہی لکھا جائے گا اب اگر کوئی نماز کا اردہ کرے اور نماز پڑھے تو اس کی نماز تو ہو گئی، فرشتے اس کو لکھ دیں گے لیکن عند اللہ نامہ عمل میں اس کو درجہ نیکی نہ مل سکے گا

جس کو یہ بات سمجھ نہیں آئی اس کو چاہیے کہ وہ اس آیت کو بار بار پڑھے

اے ایمان والو تم پر (مقتولین کا) قصاص لینا فرض کیا گیا ھے: آزاد (مقتول) کے بدلے میں آزاد (قاتل) ، غلام (مقتول) کے بدلے غلام (قاتل) اور (مقتول) عورت کے بدلے میں (قاتل) عورت ، پھر اگر قاتل کو اس (مقتول کے وارث) بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے تو اس (قاتل) کو معروف کی اتباع کرنی چاھیے اور احسان کے ساتھ دیت ادا کرنی چاھیے - یہ تخفیف و رحمت ھے تمہارے رب کی طرف سے - اس کے بعد جو سرکشی کرے اسے دردناک عذاب ھوگا (178) اور تمہارے لئے قصاص لینے میں زندگی ھے اے عقل رکھنے والوں تا کہ تم اللہ سے ڈرتے رھو (179)

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۱۷۸) وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَاأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (۱۷۹)

[تفسیر آیة 178 تا 179]

یہاں کچھ پہلو ہیں جو زیر نظر رکھنا ضروری ہیں - ایام جاہلیت میں اہل کتاب اور مشرکین اپنے قوانین کو بدلتے رہتے تھے - لہذا اس آیت میں ان طریقوں کو ختم کیا جا رہا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب مشرک قبائل اور یہود نے طے کیے تھے - یہود میں صرف قتل کیا جاتا تھا دیت کی صورت نہیں تھی، اور عیسائیوں میں صرف معافی کی گنجائش تھی - مشرک عرب بعض اوقات قتل کرتے اور بعض اوقات خون بہا کی رقم لے لیتے - لیکن یہ سب گروہ قوانین کی خلاف ورزی کرتے تھے - اگر دو قبیلوں کے درمیان قتل ہوتا اور ان میں ایک دوسرے کے مقابلے میں زیادہ قابل احترام سمجھا جاتا ہوتا تو وہ کہتے: چلو آزاد قاتل کی بجائے اپنے ایک غلام کو قتل کر دیں گے یا ہم مرد کی بجائے عورت کو - اس طرح یہ قاتل کو بچا کر اس کی بجائے کسی اور کو ہی قتل کر دیتے اور قبائل اس کو آپس میں مان بھی جاتے - اسلام نے جاہلانہ طریقہ کو ختم کیا اور حکم دیا گیا کہ جس نے قتل کیا ہے وہی قتل ہو گا الا یہ کہ خون بہا پر تصفیہ ہو جائے

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب قول ہے کہ مشرک لوگ مرد کو عورت کے بدلے قتل نہیں کرتے تھے - سورہ المائدہ میں مزید حکم ہے کہ

اَنَّ النَّفۡسَ بِالنَّفۡسِ وَالۡعَيۡنَ بِالۡعَيۡنِ وَالۡاَنۡفَ بِالۡاَنۡفِ وَالۡاُذُنَ بِالۡاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالۡجُرُوۡحَ قِصَاصٌ

نفس کے بدلے نفس، آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں پر قصاص

لہذا اگر ایک آزاد شخص نے ایک آزاد شخص کو قتل کیا تو آزاد قاتل کو ہی قتل کیا جائے گا - اسی طرح یہ حکم غلاموں اور لونڈیوں میں بھی جاری ہو گا - امام ابو حنیفہ، امام ثوری، اور امام داؤد کا مذہب ہے کہ آزاد نے اگر غلام کو قتل کیا تو اس کے بدلے آزاد قتل کیا جائے گ - علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، قتادہ کا بھی یہی مذہب ہے

تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی
کی موت کا وقت آئے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ
رہا ہو، تو والدین اور رشتہ داروں کے لیے معروف
طریقے سے وصیت کرے - یہ حق ہے متقیوں پر
180 پس جو وصیت کو سننے کے بعد بدل ڈالے
تو اس (وصیت بدلنے) کا گناہ انہی پر ہے جو اس
کو بدلیں۔ اور بےشک اللہ سنتا جانتا ہے 181 اگر
کسی کو وصیت کرنے والے کی طرف سے (کسی
وارث کی) طرفداری یا حق تلفی کا اندیشہ ہو تو اگر
وہ (وصیت کو بدل کر) وارثوں میں صلح کرادے تو
اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بےشک اللہ بخشنے والا (اور)
رحم والا ہے 182

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (۱۸۰) فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۱۸۱) فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۱۸۲)

[تفسیر آیۃ 180 تا 181]

ابن عباس سے مروی ہے کہ آیت 180 منسوخ ہے

حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ: كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ [البقرة: 180] قَالَ: «قَدْ نُسِخَ هَذَا»

اور ناسخ آیت سورہ النساء کی آیت 7 ہے

حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَعُثْمَانَ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: "إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ [البقرة: 180] قَالَ: نَسَخَتْهَا هَذِهِ الْآيَةُ: لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ [ص: 231] الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا [النساء: 7]

مردوں کے لیے اُس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لیے بھی اُس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت، اور یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے

اور مجاہد سے منسوب قول ہے کہ ناسخ آیت سورہ النساء کی آیت 11 ہے

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: "نَسَخَتْهَا يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ [النساء: 11]

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا

السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ

وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا

تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ ; مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، اگر (میت کی وارث) دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے، اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ اس کا ہے اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہیے اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے اور اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں چھٹے حصہ کی حق دار ہو گی (یہ سب حصے اُس وقت نکالے جائیں) جبکہ وصیت جو میت نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو اُس پر ہو ادا کر دیا جائے تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد میں سے کون بلحاظ نفع تم سے قریب تر ہے یہ حصے اللہ نے مقرر کر دیے ہیں، اور اللہ یقیناً سب حقیقتوں سے واقف اور ساری مصلحتوں کا جاننے والا ہے
[١]

---

[١] صحیح بخاری حدیث 6733 میں ہے

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَرِضْتُ بِمَكَّةَ مَرَضًا فَأَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَأَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا وَلَيْسَ يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي قَالَ لَا قَالَ قُلْتُ فَالشَّطْرُ قَالَ لَا قُلْتُ الثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ كَبِيرٌ إِنَّكَ إِنْ تَرَكْتَ وَلَدَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَتْرُكَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا إِلَى فِي امْرَأَتِكَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ آأُخَلَّفُ عَنْ هِجْرَتِي فَقَالَ لَنْ تُخَلَّفَ بَعْدِي فَتَعْمَلَ عَمَلًا تُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ رِفْعَةً وَدَرَجَةً وَلَعَلَّ أَنْ تُخَلَّفَ بَعْدِي حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ لَكِنْ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ قَالَ سُفْيَانُ وَسَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ

عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: میں مکہ میں ایسا بیمار ہوا کہ مجھے موت نظر آنے لگی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے پاس بہت سا مال ہے جبکہ میری وارث صرف بیٹی ہے تو کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہ میں نے پوچھا: پھر نصف مال صدقہ کر دوں؟فرمایا: نہ میں نے عرض کی: کیا ایک تہائی کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں گو تہائی بہت زیادہ ہے۔ اگر تم اپنے بچوں کو مال دار چھوڑو اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھیریں۔ اور تم جو بھی خرچ کرو گے اس پر تمہیں ثواب ملے گا یہاں تک کہ اگر تو اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالے تو یہ بھی موجب اجرو ثواب ہوگا۔ میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا میں اپنی ہجرت میں پیچھے رہ جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: اگر تو میرے بعد پیچھے رہ بھی گیا تب بھی جو عمل کرے گا اور اس سے اللہ کی خوشنودی مقصود ہوگی تو اس کےذریعے سے تیرا درجہ اور مرتبہ ہوگا۔ میرے بعد یقیناً زندہ رہو گے یہاں تک کہ تم سے بہت لوگوں کو فائدہ پہنچے گا جبکہ بہت سے لوگ ضرر اٹھائیں گے۔ قابل افسوس تو سعد بن خولہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں اس لیے اظہار افسوس کیا کہ ان کی وفات مکہ مکرمہ میں ہی ہوگئی۔ سفیان نے کہا: سعد بن خولہ قبیلہ بنو عامر بن لؤی کے فرد تھے۔

جمهره الانساب العرب از ابن حزم میں ہے

وولد سعد بن أبي وقاص عمر، قاتل الحسين- رضي الله عنه- قتله المختار سعد بن ابی وقاص کا بیٹا پیدا ہوا عمر جو قاتل حسین رضی اللہ عنہ تھا اور اس کو مختار نے قتل کیا

سعد کی دو بیٹیاں تھیں - ایک کا نام أم كلثوم بنت سعد بن أبي وقاص بیان کیا جاتا ہے اور یہ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْف کی اہلیہ تھیں - دوسری

بیٹی عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ کا ذکر بھی ملتا ہے اور عائشہ کی اپنے باپ سے بہت سی روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے بڑی تھیں

دارقطنی کا کہنا ہے سعد بن ابی وقاص کی بیٹوں میں عامر سب سے بڑے ہیں
قال البَرْقانِيّ: قلتُ للشيخ أبي الحسن الدَّارَقُطْنِيّ مصعب، وعامر، وعمر، ومحمد، بنو سعد من أكبرهم، ومن أولاهم بالتقديم من بينهم؟ فقال: عامر بن سعد. «العلل» 4364

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سعد کی بیماری والا واقعہ فتح مکہ کا سال تھا اور اس وقت تک سورہ النساء نازل ہو چکی تھی جبکہ سنن ابی داود میں ہے
حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ، أَنَّ أَبَاهَا، قَالَ: اشْتَكَيْتُ بِمَكَّةَ فَجَاءَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي، وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِي، ثُمَّ مَسَحَ صَدْرِي وَبَطْنِي، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ»
عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ نے روایت کیا کہ میرے باپ بیمار ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ... دعا کی اور کہا اس کی هجرت مکمل کر

بہر حال روایات میں سعد کی بیماری کے حوالے سے متن میں اضطراب ہے اور واضح نہیں کہ یہ کس دور کی روایت ہے -

اے ایمان والوں تم پر صوم (روزوں) کو فرض کیا گیا ھے جیسا کہ کیا گیا تم سے قبل والوں پر کہ تم متقی بن جاؤ - (183) گنتی کے چند دن ، پس جو تم میں مریض ھو یا سفر میں ھو تو تعداد کو دوسرے دنوں میں پورا کرے ، اور جو (بھوک کی مشقت) برداشت (کبھی کبھی) کر پا رھے ھوں وہ مسکین کے کھانے کا فدیہ دے دیں ،لیکن جو خوشی سے نیکی کرے تو یہ ان کے لئے اچھا ھے - اور بہتری اس میں ھے کہ تم صوم (روزہ) رکھو ، اگر تم کو پتا ھو - (184) رمضان کا مہینہ ھے جس میں قرآن نازل ھوا ، (اس کتاب میں) لوگوں کے لئے ھدایت ھے اور روشن دلائل ھیں ھدایت کے لئے اور (حق و باطل) میں فرق کرنے کے لئے - پس جو اس مہینہ کو پائے وہ صوم (روزہ) رکھے اور جو مریض ھو یا سفر میں ھو وہ تعداد کو دوسرے دنوں میں پورا کرے - اللہ تم پر آسانی چاھتا ھے اور مشکل نہیں چاھتا - اور (روزوں کی) گنتی پوری کرو اور اللہ کی تکبیر کرو اس ھدایت پر جو تم کو ملی تا کہ تم شکر گزار بنو (185) اور جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو (وہ جان لیں کہ) بے شک میں (ان کے) قریب ھی ھوں ، پکارنے والے کی دعا کا جواب دیتا ھوں جب وہ مجھے پکارے ، پس ان کو میرا حکم ماننا چاھیے اور مجھ پر ایمان لانا چاھیے تا کہ ھدایت پا لیں (186)

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (١٨٣) أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (١٨٤) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (١٨٥) وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (١٨٦)

[تفسیر آیۃ 186] اللہ تعالی نے مومنو کو خبر دی کہ صرف اسی کو پکارا جائے اور مخلوق کو مدد کے لئے نہ پکارا جائے - لہذا متوفی انبیاء کو اولیاء کو اجداد کو، شہداء کو فرشتوں کو مدد کے لئے پکارنا حرام ہے-

افسوس امام احمد نے فرشتوں کو پکارنے کی تلقین کی - کتاب مسائل الإمام أحمد لابنہ عبد اللہ میں ہے امام احمد کے بیٹے عبد اللہ نے بیان کیا کہ ان کے باپ احمد بن حنبل نے کہا

حَدثنَا قَالَ سَمِعت ابي يَقُول حججْت خمس حجج مِنْهَا ثِنْتَيْنِ رَاكِبًا وَثَلَاثَة مَاشِيا اَوْ ثِنْتَيْنِ مَاشِيا وَثَلَاثَة رَاكِبًا فضللت الطَّرِيق فِي حجَّة وَكنت مَاشِيا فَجعلت اقول يَا عباد الله دلونا على الطَّرِيق فَلم ازل اقول ذَلِك حَتَّى وَقعت الطَّرِيق اَوْ كمَا قَالَ ابي

میرے باپ نے کہا میں نے پانچ حج کیے جن میں دو سواری پر اور تین چل کر کیے یا کہا تین سواری پر اور دو پیدل — تو مجھ پر حج کا راستہ کھو گیا اور میں پیدل چل رہا تھا تو میں نے کہنا شروع کر دیا: اللہ کے بندو! مجھے راستہ بتاؤ۔ میں مسلسل کہتا رہا حتی کہ صحیح راستے پر آ گیا — ایسا میرے باپ نے کہا

امام احمد کے پیش نظر مسند البزار کی ایک منکر روایت تھی جس پر وہ عمل کر رہے تھے

إن لله ملائكة في الأرض سوى الحفظة، يكتبون اسقط من ورق الشجر، فإذا أصاب أحد كم عرجة بأرض فلاة، فليناد: أعينوا عباد الله.

زمین میں حفاظت والے فرشتوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہوتے ہیں جو درختوں کے گرنے والے پتوں کو لکھتے ہیں۔ جب تم میں سے کسی کو ویرانے میں چلتے ہوئے پاؤں میں موچ آ جائے تو وہ کہے: اللہ کے بندو! میری مدد کرو

اس روایت کا ذکر عصر حاضر کے محقق البانی نے بھی کیا

أن حديث ابن عباس الذي حسنه الحافظ كان الإمام أحمد يقويه، لأنه قد عمل به

حدیث ابن عباس جس کو حافظ ابن حجر نے حسن قرار دیا ہے اس کو امام احمد نے قوی کیا ہے کیونکہ وہ اس پر عمل کرتے تھے

راقم کہتا ہے فرشتوں کو غیبی مدد کے لئے پکارنا مشرکانہ عمل ہے۔

تمہارے لیے روزوں کی راتو ں میں اپنی عورتوں کی طرف راغب ہونا حلال کر دیا گیا ہے - وہ تمہارے لیے لباس ہیں اورتم ان کے لیے لباس ہو- اللہ کو معلوم ہے تم اپنے نفسوں میں خیانت کر رہے تھے پس تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کیا لہذا اب ان سے مباشرت کر لو اور وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے لکھدی ہے اس کو طلب کرو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تم پر فجر پر سفید دھاگہ، کالے دھاگے سے واضح ہو جائے - پھر تم روزوں کو رات تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو عورتوں سے مباشرت نہ کرنا ، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں سو ان کے قریب مت جانا - اس طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے لیے واضح کرتا ہے تاکہ وہ متقی بن جائیں (187) اور ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے مت کھاؤ ، اور مال کو حکام تک جانتے بوجھتے مت پہنچا دو کہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ گاہ میں کھا جاؤ (188) وہ آپ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہو: یہ مدت کے اشارات ہیں لوگوں کے لیے اور حج کے لیے- اور اس میں کوئی نیکی نہیں کہ اپنے گھروں میں پیچھے سے داخل ہو، لیکن نیکی اس نے کی جس نے تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کی اور اپنے گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو سکو (189)

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (١٨٧) وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (١٨٨) يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (١٨٩)

[تفسیر آیة187]

قرآن قریش کی عربی میں ہے اور خیط سے مراد دھاگہ اور دھاری دونوں ہے- یہاں قران میں آسمان کی بات ہو رہی ہے کہ اس پر روشنی نمودار ہونے والی ہو تو روزہ شروع ہو جائے گا فجر پر- کتاب غریب الحدیث میں أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم بن الخطاب البستي المعروف بالخطابي (المتوفى: 388ھ)میں لکھتے ہیں

أن الخيط الأبيض إنما أُريدَ به بياضُ النَّهارِ وهو أولُ ما يبدو ومُعْتَرِضًا في الأُفُقِ به وشائع كالخُيوطِ قال أبو دُوادٍ الإيادي

فلمّا أضاءَت لنا سُدْفَةٌ ... ولاحَ من الصُّبحِ خيطٌ أنارا

سفید دھاری سے مراد صبح نہار کی سفیدی مراد ہے... اُبو دُواد الایادیؒ نے شعر کہا

جب ہمارے لئے شفق روشن ہوئی
تو ظاہر ہوئی ہمارے لئے صبح بھڑکتی دھاری کے ساتھ

اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو ، اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (190) اور جہاں کہیں بھی تم ان سے ملو وہاں لڑو اور انہیں (بھی ان کے علاقے سے) نکال دو کیونکہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور فتنہ قتل سے بھی بدتر ہے اور حرم مکہ کے قریب ان سے اس وقت تک نہ لڑو جب تک کہ وہ تم سے نہ لڑیں۔ پس اگر وہ لڑیں تو تم ان سے لڑو یہ کافروں کے لئے بدلہ ہے (191) اور اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (192) اور اس وقت تک لڑو جب تک فتنہ نیست و نابود نہ ہو جائے اور دین اللہ ہی کے لیے ہو جائے اور اگر وہ لڑائی روک دیں تو دشمنی صرف ظلم کرنے والوں سے ہو گی (193) احترام کا مہینہ، احترام کے مہینے کا اور حرمتیں ایک دوسرے کا بدلہ ہیں۔ پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اسی کی جیسی زیادتی کرلو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے (194) اور اللہ کی راہ میں انفاق کرو ، اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہی ہلاکت میں مت ڈالو اور احسان کرو ، اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے (195)

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (١٩٠) وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ (١٩١) فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (١٩٢) وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ (١٩٣) الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (١٩٤) وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (١٩٥)

[تفسیر آیۃ190تا195]

اللہ تعالی نے ان مہینوں میں جنگ کرنا حرام قرار دیا ہے جن میں عمرہ یا حج کا سفر پیدل یا سواری پر سفر شروع ہوتا ہے اور یہ چار ماہ ہیں رجب، ذیقعدہ، ذو الحجہ اور محرم

صحیح بخاری 1832 میں ہے

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ، أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ: ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ

أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْغَدِ مِنْ يَوْمِ الفَتْحِ، فَسَمِعَتْهُ أُذُنَايَ، وَوَعَاهُ قَلْبِي، وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ، إِنَّهُ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ''إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ، فَلاَ يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا، وَلاَ يَعْضُدَ بِهَا شَجَرَةً، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُولُوا لَهُ: إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا اليَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالأَمْسِ، وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ'' فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ: مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ، إِنَّ الحَرَمَ لاَ يُعِيذُ عَاصِيًا، وَلاَ فَارًّا بِدَمٍ، وَلاَ فَارًّا بِخُرْبَةٍ، خُرْبَةٌ: بَلِيَّةٌ

ابو شریح عدوی سے روایت ہے، انھوں نے عمرو بن سعید سے کہا جبکہ وہ مکہ مکرمہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا، اے امیر! اگر مجھے اجازت ہو تو میں تمھیں ایک بات کی خبر دوں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے اگلے دن بیان فرمایا۔ اس بات کو میرے کانوں نے سنا، میرے دل نے یاد کیا اور میری آنکھوں نے دیکھا جب آپ وہ بات کہہ رہے تھے۔ آپ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرام قرار دیا ہے، لوگوں نے اسے قابل احترام قرار نہیں دیا۔ کوئی انسان جس کا اللہ پر ایمان اور قیامت پر یقین ہے۔ اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ مکہ مکرمہ میں خونریزی کرے اور اس کا درخت کاٹے۔ اگر کوئی رسول اللہ کے جنگ کرنے کی وجہ سے اجازت چاہے تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمھیں اجازت نہیں دی۔ میرے لیے بھی دن کی ایک گھڑی کے لیے اجازت دی تھی جبکہ اس کی حرمت آج کے دن اسی طرح لوٹ آئی ہے جس طرح کل اس کی حرمت برقرار تھی۔ حاضر شخص کو چاہیے کہ وہ غائب کو یہ پیغام پہنچا دے۔ ابو شریح سے کہا گیا کہ آپ کو عمرو نے کیا جواب دیا تھا؟ حضرت ابو شریح ی نے فرمایا: (اس نے مجھے کہا تھا:) ابو شریح! میں اس مسئلے کو تجھ سے زیادہ جانتا ہوں۔ ابو شریح، حرم کسی نافرمان، تخریب کار اور خون خرابہ کر کے بھاگنے والے کو پناہ نہیں دیتا۔ (امام بخاری نے کہا کہ) خربہ کے معنی فتنہ وفساد ہیں۔

یہ واقعہ خلافت یزید بن معاویہ کا ہے جب ابن زبیر کے حمایتیوں نے مدینہ میں فساد کیا اور مکہ میں جا کر چھپ گئے۔ اس قتل وغارت کے جواب میں پولیس کا دستہ تیار کیا گیا۔ عمرو بن سعید الأشدق مدینہ کے والی تھے اور ابن زبیر کے بھائی عمرو بن زبیر، یزید بن معاویہ کی طرف سے پولیس چیف تھے۔ یزید نے ابن زبیر کا مقابلہ کرنے ان کے بھائی عمرو بن الزّبیر بن العوّام کو بھیجا جو اس وقت یزید کے حمایتی تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب مدینہ سے لشکر مکہ کی طرف جا رہا تھا تو ابی شریح کا والی مدینہ سے مکالمہ ہوا جس میں ابو شریح نے عمرو کو رکنے کا مشورہ دیا

فقيل لأبي شريح: ما قال لك عمرو؟ قال: قال: أنا أعلم بذلك منك يا أبا شريح! إن الحرم لا يعيذ عاصياً ولا فارا بدم، ولا فارا بخربة

أبي شریح سے پوچھا گیا کہ آپ سے عمرو بن سعید نے کیا کہا؟ کہا: عمرو نے کہا: أبي شریح میں تم سے زیادہ اس کو جانتا ہوں— حرم کسی گناہ گار کو پناہ نہیں دیتا نہ کسی مفرور قاتل کو اور نہ کسی چور کو

یعنی اضطراری حالت ہے اہل مدینہ کے قاتل مکے میں جا کر چھپ گئے ہیں اس لئے اس معاملہ میں ان قاتلوں کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اسی پر آج بھی حکومتوں کا عمل ہے۔ مکہ پر قرامطہ کے حملے کے وقت بھی اسی طرح ان سے مکہ میں ہی ایام حج میں قتال کیا گیا تھا

افسوس ایام حج میں ایسا نہیں ہونا چاہے لیکن اسی چیز کو لوگ استعمال کرتے رہے ہیں کہ ایام حج میں ہی قتال کرتے ہیں یا فتنہ وفساد پھیلاتے ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج بھی حج کے مہینہ میں کیا گیا جس میں حاجیوں کے بھیس میں بلوائیوں نے مدینہ پر دھاوا بولا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ آیت وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ [البقرة: 195] کی تفسیر حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کی ہے کہ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ [البقرة: 195] قَالَ: «نَزَلَتْ فِي النَّفَقَةِ» یہ آیت انفاق کے بارے میں نازل ہوئی ہے

لیکن صحیح سے کم تر درجے کی کتب میں بیان ہوا ہے کہ یہ جہاد سے کنارہ کرنے کی وجہ سے نازل ہوئی- جامع ترمذی، سنن ابو داود، صحیح ابن حبان مستدرک حاکم وغیرہ میں ایک روایت میں یہ بیان ہوا ہے کہ ہم الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ چاہتے تھے اور دوران جنگ ایک مسلمان کفّار کی صفوں میں کود پڑا جس پر لوگوں نے کہا کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاک کیا اور آیت وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ پڑھی اس پر أَبُو أَيُّوب الأنصاري رضي الله عنه. نے فرمایا کہ یہ آیت جہاد سے کنارہ کشی کرنے کی ہماری خواہش کی بنا پر نازل ہوئی تھی-

اضطراب کی وجہ سے یہ روایت قابل قبول نہیں ہے [1]

[1] اس روایت کے متن میں اضطراب ہے - کبھی راوی کہتے ہیں
غَزَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ نُرِيدُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ - ہم نے جنگ کی اک شہر میں ہم الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ چاھتے تھے
غَزَوْنَا الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ ہم نے الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ میں جنگ کی
كُنَّا بِمَدِينَةِ الرُّومِ ہم روم کے اک شہر میں تھے
كُنَّا بِالْقُسْطَنْطِينِيَّةِ ہم الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ میں تھے

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (١٩٦)

اور اللہ کے لئے حج اور عمرے کو پورا کرو۔ اور اگر (مکہ جانے کے راستے میں) گھیر لئے جاؤ تو جیسا ھدی (کا جانور) میسر ھو (قربان) کرو اور جب تک ھدی (کا جانور) اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے سر نہ منڈاؤ۔ پس اگر کوئی تم میں بیمار ھو یا اس کے سر میں کسی طرح کی تکلیف ھو (اگر وہ سر منڈالے تو) اس کے بدلے روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے - پھر (جسمانی تکلیف ختم ھو جانے کے بعد) تم مطمئن ہوجاؤ تو جو (تم میں) حج کے وقت تک عمرے سے فائدہ اٹھانا چاھے وہ جیسا ھدی (کا جانور) میسر ھو وہ قربان کرے۔ اور جس کو ھدی (قربانی) نہ ملے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات جب واپس (گھر) پہنچے - یہ پورے دس (روزے) ھوئے، یہ حکم اس شخص کے لئے ھے جس کے اھل وعیال مسجد الحرام میں حاضر نہ ھوں اور اللہ سے ڈرتے رھو اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ھے 196

[تفسیر آیۃ 196]

عید الضحی کی قربانی کے لئے مشہور ہے کہ اس کا تعلق اسمعیل علیہ السلام کے واقعہ سے ہے جب ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش ہوئی اور ان کو خواب میں اسمعیل کو ذبح کرتے دکھایا گیا- البتہ کسی صحیح سند سے یہ ہم تک نہیں آیا کہ اس واقعہ کی یاد میں ذوالحجہ میں قربانی کی جاتی ہے قربانی کا تعلق اللہ تعالی کے شکر سے ہے جس کا تعلق حج سے ہے اور جو حج نہیں کر رہے ان کو بھی اللہ کی کبریائی بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے- سورہ حج میں اس کی یہی وجہ بیان کی گئی ہے- سورہ حج مدنی سورہ ہے اور یہ غزوہ بدر سے قبل نازل ہوئی ہے اس میں حج کی رسوم کو ابراہیم کے ذریعہ جاری کرنے کی تفصیل ہے کیونکہ کعبہ سے متعلق ان کی دعا تھی

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا سورہ البقرہ

اے ہمارے رب ہم کو اپنا مطیع بنا اور ہماری نسل کو اپنا مطیع بنا اور ہم کو اس کے مناسک دیکھا اور ہماری توبہ قبول کر

پھر سورہ سورہ الحج میں ہے

ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ

اس طرح، اور جو اللہ کے حرمات کی تعظیم کرے تو یہ اس کے رب کی طرف سے اس کے لئے بہتر ہے اور تمھارے لئے چوپائے حلال ہیں سوائے ان کے

جن کا ذکر ہو چکا—پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹ سے بچو

اور

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ

اور ہم نے ہر امت کے لئے مناسک مقرر کیے ہیں کہ اللہ کا نام ان جانور چوپایوں پر لیں جو ان کو دیے گئے - پس تمہارا الہ ایک ہے اس کے مطیع بنو

اور

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

اور ان بدنوں (حلال جانوروں کے جسموں) کو ہم نے شَعَائِرِ اللَّهِ میں سے کر دیا ہے—اس میں تمھارے لئے خیر ہے—پس ان پر اللہ کا نام لو

یعنی جانوروں کو ذبح کرنا اللہ کا شکر ادا کرنا ہے اسلام اور ہدایت پر جو عربوں کو ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے ملی اور اس کی تجدید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوئی - جو حاجی ہے اس پر یہ فرض ہے اور مقیم پر واجب ہے

ھدی وہ جانور ہے جو بیت اللہ قربانی کے لئے لے جایا جا رہا ہو - اس کے گلے میں قلادہ ڈالا جاتا ہے (جو جوتوں کا ہار ہوتا ہے) تا کہ اب اس کو کوئی نہ نقصان دے، نہ مارے، اگر کھو جائے تو جس کو ملے اس پر لازم ہے کہ اس کو میقات کی حدود میں داخل کرے - یہ جانور شعائر اللہ میں سے ہے یعنی بیت اللہ کے مناسک کی نشانی بن گیا ہے

والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ   اور جانور کو ہم نے بنا دیا ہے شعائر اللہ میں سے

مجاہد نے کہا کہ قربانی کے جانور کو الْبُدْنَ اس کے موٹا تازہ ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے - اس جانور کو اللہ سے منسوب کرنے کے لئے اشعار بھی کیا جائے گا - قلادہ اونٹ بکری گائے سب کے لیے ہے لیکن اشعار صرف اونٹ کے لئے ہے - اشعار کا طریقہ ہے کہ اونٹ کے کوہان میں ایک ہلکا کٹ لگا کر خون کو کوہان پر ملا جائے گا یہ زخم نیزہ سے لگایا جاتا ہے - اشعار کا مقصد یہ ہے کہ اب یہ جانور بیت اللہ میں قربانی کے لیے نشان زدہ ہو گیا ہے اور کوئی بھی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا -- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اشعار صرف ان جانوروں کے ساتھ خاص ہے جن کے کوہان ہیں - اغلبا اس کی وجہ یہ ہے اونٹ اپنے گلے سے جوتوں کا ہار نکال بھی دے تو اس کا خون آلودہ کوہان ایک نشانی رہے گا کہ یہ جانور بیت اللہ کے لئے مختص ہے -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل سنت سے معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی ہے اور ان کے اصحاب نے بھی کی ہے جبکہ حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ہی کیا ہے - حج سے متعلق احکام میں ہے کہ اس کے مہینوں میں جنگ نہ کی جائے تو کیا یہ حکم حاجیوں کے لئے ہے عام مسلمانوں کے لئے نہیں ہے؟ اسی طرح سورہ حج میں جب قربانی کا ذکر ہے تو ہے ولتکبروا اللہ علی ماھداکم ولعلکم تشکرون اُور اللہ کی تکبیر کرو اس ہدایت پر جو اس نے دی اور شکر کرو سورہ حج میں تکبیر کا حکم ہے اور ہدایت ہم سب کو ملی چاہے حاجی ہو یا غیر حاجی اس لئے قربانی پر تکبیر کہے جائے گی اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے - عرب میں سبزیاں ہر مقام پر نہیں ملتی تھیں - مکہ تو بے آب وادی ہے اس میں پھل دار درخت اور سبزی کے درخت نہیں ہیں - وہاں کھانے میں جانور کو ذبح کر کے ہی کھایا جاتا تھا

امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد، امام عطاءِ الخراسانی، امام ابراہیم النخعی، امام اَبِي یوسفَ، امام محمدٍ کے نزدیک قربانی تین دن ہے دس سے بارہ ذی الحجہ جن کو ایام تشریق کہا جاتا ہے اور اس میں یوم النحر شامل ہے

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّقُونِ يَاأُولِي الْأَلْبَابِ (١٩٧) لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ (١٩٨) ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (١٩٩)

حج کے (سفر کے) مہینے معلوم ہیں تو جو شخص ان مہینوں میں حج کو (اپنے اوپر) فرض کرے تو پس حج (کے دنوں) میں نہ رفث (عورتوں سے صحبت) کرے نہ کوئی فسق کا برا کام کرے نہ کسی سے لڑائی جھگڑا کرے۔ اور جو نیک کام تم کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہوجائے گا اور زاد راہ (یعنی رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ ، بلا شبہ سب سے بہتر زاد راہ تقویٰ ہے اورائے عقل والوں مجھ سے ڈرو 197 تم پر اس کا گناہ نہیں کہ (حج کے دنوں میں بذریعہ تجارت) اپنے رب سے روزی طلب کرو اور جب عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام کے پاس (یعنی مزدلفہ میں) اللہ کا ذکر کرو ، اس طرح ذکر کرو جس طرح اس نے تم کو ہدایت دی ۔ اور اس سے قبل تم لوگ گمراہ تھے 198 پھر جہاں سے اور لوگ کوچ کریں وہیں سے تم بھی واپس ہو لو اور اللہ سے مغفرت طلب کرو ۔ بےشک اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے 199

[تفسیر آیۃ 197 تا 199]

صحیح مسلم: کِتَابُ النِّكَاحِ (بَابُ تَحْرِيمِ نِكَاحِ الْمُحْرِمِ، وَكَرَاهَةِ خِطْبَتِهِ) صحیح مسلم: کتاب نکاح کے احکام و مسائل (باب: جو حالتِ احرام میں ہو اس کے لیے نکاح کرنا حرام اور نکاح کا پیغام بھیجنا مکروہ ہے) 3453

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو فَزَارَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ، حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ»، قَالَ: «وَكَانَتْ خَالَتِي، وَخَالَةَ ابْنِ عَبَّاسٍ

یزید بن اصم سے روایت ہے، کہا: مجھے میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس حالت میں نکاح کیا کہ آپ احرام کے بغیر تھے۔ (یزید بن اصم نے) کہا: وہ میری بھی خالہ تھیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بھی خالہ تھیں۔

يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ کی ولادت بعد وفات النبی ہے اور یہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں اغلبا بخاری کے نزدیک ان کا سماع نہیں ہے

عقیلی نے کتاب الضعفاء الکبیر میں لکھا ہے

وَالرِّوَايَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي تَزْوِيجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ ثَابِتَةٌ صَحِيحَةٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جبکہ آپ حالتِ احرام میں تھے۔ صحیح ہے ثابت ہے
امام بخاری نے محرم والی کو صحیح کہا ہے
عَن ابن عَباسٍ رضي الله عَنهُما أن النبي– صلی اللہ علیہ وسلم– تزَوَّجَ مَيمونَةَ وهو مُحرِمٌ
اور عقیلی نے بھی محرم والی حدیث کو صحیح کہا ہے
میرے نزدیک اگر احرام میں نکاح ہوا تو خاص واقعہ ہے، یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے- عام حکم امت کے لئے ہے- مطر اور یعلی بن حکیم نے نافع سے، انہوں نے نبیہ بن وہب سے، انہوں نے ابان بن عثمان سے، انہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص حالت احرام میں ہو، وہ نہ نکاح کرے نہ نکاح کرائے اور نہ نکاح کا پیغام بھیجے۔

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (٢٠٠) وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (٢٠١) أُولَئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ (٢٠٢) وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (٢٠٣)

پس جب تم اپنے مناسک ختم کر لو تو اللہ کو یاد کرو جس طرح اپنے اجداد کو یاد کرتے ہو یا اس سے بھی بڑھ کر - لوگوں میں ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں دے ، اور ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں (200) اور ان میں ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں اچھا دے اور آخرت میں اچھا دے اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا (201) یہ ہیں وہ جن کے حصہ میں ہے جو انہوں نے کمایا اور اللہ بے شک تیز حساب لیتا ہے (202) اور چند دن اللہ کو یاد کرو ، پھر جو دو دن میں عجلت کرے (چلا جائے) اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں کہ اللہ سے ڈرنے والا ہو - پس اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم کو اسی کی طرف پلٹ کے جانا ہے (203)

[تفسیر آیۃ 200 تا 203]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ (٢٠٤) وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (٢٠٥) وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (٢٠٦) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ (٢٠٧) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ (٢٠٨) فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (٢٠٩) هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ (٢١٠)

اور لوگوں میں (ایسا شخص بھی ھے) جس کا قول تم کو دنیا کی زندگی میں بھلا لگتا ھے اور وہ اپنے دل میں جو ھے اس پر اللہ کو گواہ کرتا ھے ، اور وہ سخت جھگڑالو ھے (204) اور جب پلٹ جاتا ھے تو زمین میں فساد کی کوشش کرتا ھے اور کھیت و نسل کو برباد کرتا ھے ، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا (205) اور جب اس سے کہا جاتا ھے : اللہ سے ڈر ، تو اس کی عزت و وقار اس کو گناہ پر لے جاتی ھے پس اس کے لئے جہنم کافی ھے اور وہ برا ٹھکانہ ھے (206) اور لوگوں میں ھے وہ جو اپنے نفس کو بیچ کر اللہ کی مرضی چاھتا ھے ، اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ھے (207) اے وہ جو ایمان لائے ، اطاعت میں پورے داخل ھو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی اتباع مت کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ھے (208) پھر کھلی نشانیاں آ جانے کے بعد اگر تم متزلزل ھوئے تو جان رکھو کہ اللہ غلبہ و حکمت والا ھے (209) کیا وہ انتظار کر رھے ھیں کہ اللہ (کا عذاب) ان پر آن پہنچے بادلوں کے سایوں میں سے اور فرشتے اور کام تمام کر دیا جائے ؟ اور اللہ ھی کی طرف تمام امور لوٹائے جا رھے ھیں (210)

[تفسیر آیۃ 204 تا 210]

بنی اسرائیل سے پوچھو ، ہم نے کتنی ھی کھلی
نشانیاں ان کو دیں ، اور جو اللہ کی نعمت مل جانے
کے بعد اس کو بدلے تو بے شک اللہ شدید عذاب
دینے والا ھے (211) کفار کے لئے دنیا کی زندگی
کو خوشنما بنا دیا گیا ھے اور وہ مومنو کا تمسخر
اڑاتے ھیں لیکن روز محشر متقی لوگ ، کافروں سے
اوپر ھوں گے اور اللہ جس کو چاھتا ھے بے حساب
رزق دیتا ھے (212) لوگ ایک امت تھے ، پھر اللہ
نے نبی بشارت دینے والے اور ڈرانے والے (بنا کر
) بھیجے اور ان (انبیاء) کے ساتھ حق والی کتاب
نازل کیں کہ وہ لوگوں کے درمیان اس کا فیصلہ
کریں جس میں یہ اختلاف کرتے ھیں - اور اختلاف
نہ کیا سوائے ان (لوگوں)کے جن کو بینات پہنچ
گئی تھیں ، اک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لئے
، پس اللہ نے اپنے حکم سے مومنو کو حق کی طرف
ہدایت دی ، اللہ جس کو چاھے سیدھے رستے کی
ہدایت دیتا ھے (213)

سَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمْ آتَيْنَاهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ
اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (٢١١)
زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا
وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ
بِغَيْرِ حِسَابٍ (٢١٢) كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ
اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ
لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا
الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى
اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي
مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (٢١٣)

[تفسیر آیۃ 211 تا 213]

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور تم پر ابھی وہ نہیں گذرا ہے تو تم سے قبل والوں پر گذرا - ان کو سختیاں اور مصیبتیں پہنچیں اور ان کو ھلا کر رکھ دیا گیا حتی کہ رسول اور وہ جو ایمان لائے کہنے لگے کب آئے گی اللہ کی مدد - خبردار اللہ کی مدد قریب ہے (214) سوال کرتے ھیں کہ کیا انفاق کریں کہو خیر میں سے جو تم انفاق کرو گے تو وہ ہے والدین ، رشتہ داروں ، یتیموں ، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ، اور جو بھی تم نیکی کرو گے اللہ کو اس کا علم ہے (215) تم پر لڑنا (فرض) لکھ دیا گیا ہے اور وہ تم کو ناگورا گذر رہا ہے اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز سے کراھت کرو اور وہ تمھاری لئے اچھی ہو اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز چاھو اور اس میں تمھارے لئے شر ہو ، اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے (216)

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ (٢١٤) يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ (٢١٥) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (٢١٦)

[تفسیر آیۃ 214 تا 216]

صحیح بخاری کی معلق روایت ہے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الحَارِثِ بْنِ الْمُصْطَلِقِ ابْنِ أَخِي زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُجْزِئُ عَنِّي مِنَ الصَّدَقَةِ النَّفَقَةُ عَلَى زَوْجِي، وَأَيْتَامٍ فِي حَجْرِي، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا أَجْرَانِ، أَجْرُ الصَّدَقَةِ، وَأَجْرُ الْقَرَابَةِ.

زینب زوجہ ابن مسعود نے رسول اللہ صلي اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں اپنے شوہر اور زیر کفالت یتیم بچوں پر خرچ کروں تو کیا صدقہ ہو جائے گا؟ رسول اللہ صلي اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو دہرا اجر ملے گا، ایک صدقے کا اجر، دوسرے رشتہ جوڑنے کا اجر

یہ صحیح بخاری کی معلق روایت ہے - باب ہے بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الأَقَارِبِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَهُ أَجْرَانِ أَجْرُ القَرَابَةِ وَالصَّدَقَةِ» اس باب میں یہ روایت معلق ہے یعني امام بخاري کے پاس اس کي صحیح سند نہیں ہے یعني ان کي شرط پر وہ صحیح نہیں ہے جس کو کتاب جامع میں درج کرتے اس روایت کے بعض مقام پر متن میں ہے لهما أجران: أجر القرابة وأجر الصدقة— اس پر دو اجر ہیں قرابت کا اور صدقہ کا- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس کو زکوات قرار نہیں دیا

زکوات کو ادا کرنا کفیل کا کام ہے—ابن مسعود کو اصل میں اپنی اور اپنی بیوي کي زکوات دینی ہے—ان کے پاس مال نہیں
ابن مسعود کي بیوي یہاں اجازت طلب کر رہی ہیں کہ اپنے ذاتي مال میں سے وہ اگر شوہر یا بچوں کو دیں تو کیا ان کو جزا ملے گی. أَيَجْزِئُ عَنِّي مِنَ الصَّدَقَةِ النَّفَقَةُ عَلَى زَوْجِي، وَأَيْتَامٍ فِي حَجْرِي
کیا جزا ملے گی. کہ اگر میں صدقہ اپنے شوہر کے نفقہ میں دوں اور یتیم بچوں کو دوں؟

اس میں زکوات کا لفظ نہیں ہے صدقہ کرنے کا ذکر ہے [1]

[1] اس روایت سے الشافعي والثوري نے لیا ہے کہ بیوي شوهر کو زکوات دے سکتي ہے - فقہ حنفي میں، میں نے دیکھا تو ملا ہے کہ
وَقد أَجمعُوا على أَن الْمَرْأَة لَا يجوز لَهَا أَن تنْفق على وَلَدهَا من زَكَاتهَا، فَلَمَّا كَانَ مَا أنفقت على وَلَدهَا لَيْسَ من الزَّكَاة فَكَذَلِك مَا أنفقت على زَوجهَا لَيْسَ من الزَّكَاة.
عورت کے لئے جائز نہیں کہ اپني اولاد کو زکوات دے .. اسي طرح شوهر کو زکوات نہیں دے سکتي

بحوالہ اللباب في الجمع بين السنة والكتاب از مؤلف جمال الدين أبو محمد علي بن أبي يحيى زكريا بن مسعود الأنصاري الخزرجي المنبجي (المتوفى 686ھ)

اور محترم مہینے پر سوال کرتے ھیں کہ اس میں لڑنا کیسا ھے ؟ کہو اس میں لڑنا بڑی بات ھے اور اللہ کے راستے سے روکنا ، اس کا انکار کرنا اور مسجد الحرام تک رسائی سے روکنا اور اس کے رھنے والوں کو مکے سے نکالنا اس سے بھی بڑھ کر (برا) ھے - اور فتنہ ، قتل سے بڑا (گناہ)ھے - اور یہ تم سے لڑنا نہیں چھوڑیں گے حتی کہ اگر استطاعت پائیں تو تم کو تمہارے دین سے ھی پلٹ دیں - اور تم میں سے جو اپنے دین سے پلٹے گا اور کافر مر جائے گا تو ان کے اعمال دنیا و آخرت میں برباد ھو گئے اور یہ اصحاب آگ ھیں جس میں ھمیشہ رھیں گے 217 وہ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے ھجرت کی اور اللہ کی رہ میں جہاد کیا یہ ھیں وہ جن پر اللہ کی رحمت ھے اور بے شک اللہ معاف کرنے والا رحم والا ھے 218	يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (٢١٧) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (٢١٨)

[تفسیر آیۃ 217 تا 218]

سورہ البقرہ سن 2 ہجری میں نازل ہوئی ہے اس میں گنجائش پر بحث ہے کہ حرمت والے مہینے میں قتال کیوں جائز کیا جا سکتا ہے - اس کا جواب دیا گیا کہ مشرکین مکہ کسی قاعدے کا احترام نہیں کر رہے لہذا اس ایسا کیا جا رہا ہے لیکن ان مہینوں کی حرمت مسلمہ ہے آیات میں مضمر ہے کہ وقت آنے پر اس حکم کو تبدیل کیا جائے گا

سورہ التوبہ میں ہے

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ

بے شک اللہ کے ہاں 12 ماہ ہیں جس دن سے اللہ نے زمین و آسمان کو خلق کیا ان میں چار حرمت والے ہیں

لہذا بعد میں سن 9 ہجری کے ذوالحجہ میں ان مہینوں میں قتال پر پابندی لگا دی گئی کیونکہ مکہ فتح ہوا اور مشرکین کا نظم باقی نہ رہا لہذا واپس وہی نظم الہی حدود حرم پر نافذ کر دیا گیا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ (1) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کو حلال نہ سمجھو اور نہ حرمت والے مہینے کو اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کو اور نہ ان جانوروں کو جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہوں اور نہ حرمت والے گھر کی طرف آنے والوں کو جو اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشی ڈھونڈتے ہیں اور جب تم احرام کھول دو پھر شکار کرو اور تمہیں اس قوم کی دشمنی جو کہ تمہیں حرمت والی مسجد سے روکتی تھی اس بات کا باعث نہ بنے کہ زیادتی کرنے لگو اور آپس میں نیک کام اور پرہیزگاری پر مدد کرو اور گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

سورہ التوبہ سن 9 ہجری میں حج کے موقعہ پر نازل ہوئی ہے لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مہینوں میں لشکر کشی پر لوگوں کو 9 ہجری تک بھیجا – کتاب الأغصان الندية شرح الخلاصة البهية بترتيب أحداث السيرة النبوية از أبو أسماء محمد بن طه کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 73 لشکر کشیاں کیں

آیت میں مرتدوں کے انجام کی خبر بھی دی گئی ہے- اصل میں ارتداد کی سزا کا تعلق اصلا اہل کتاب سے ہے— اہل کتاب کی اسٹریٹیجی تھی کہ صبح کو ایمان لاؤ اور شام کو کافر ہو جاؤ سورہ ال عمران کی آیات 82 اور 83 ہیں

اور اہل کتاب کا ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمانوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے، اُس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اُس کا انکار کر دیا کرو تاکہ وہ بھی برگشتہ ہوں۔ اور اپنے مذہب والوں کے سوا کسی کی بات نہ مانا کرو۔۔ اِن سے کہہ دو، (اے پیغمبر) کہ ہدایت تو اصل میں اللہ کی ہدایت ہے۔۔۔ (اِس لیے کسی کی بات نہ مانا کرو کہ) مبادا اِس طرح کی چیز کسی اور کو بھی مل جائے جو تمھیں ملی ہے یا تم سے وہ تمھارے پروردگار کے حضور میں حجت کر سکیں۔ اِن سے کہہ دو کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت اور بڑے علم والا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے، اپنی رحمت کے لیے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اس رجحان کو روکنے کے لئے حکم نبوی تھا کہ جو دین بدلے اس کو قتل کر دو- توریت کی کتاب استثنا کے باب 13 کی آیات 6 تا 10 ہے

If your very own brother, or your son or daughter, or the wife you love, or your closest friend secretly entices you, saying, “Let us go and worship other gods” (gods that neither you nor your ancestors have known, 7 gods of the peoples around you, whether near or far, from one end of the land to the other), 8 do not yield to them or listen to them. Show them no pity. Do not spare them or shield them. 9 You must certainly put them to death. Your hand must be the first in putting them to death, and then the hands of all the people. 10 Stone them to death, because they tried to turn you away from the Lord your God, who brought you out of Egypt, out of the land of slavery.

ارتداد پر مشرکین اور اہل کتاب کا قتل ہوا مثلا یمن میں جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پہنچے تو دیکھا ایسا ایک مقدمہ مرتد یہودی پر چل رہا ہے انہوں نے کہا میں گھوڑے سے نہ اتروں گا جب تک اس کا قتل نہ ہو یہودی تعداد میں کم تھے لہذا ان میں قتل کی سزا عملا ختم ہو چکی تھی وہ توریت کی ان آیات پر عمل نہ کرنا چاہتے تھے اور قرآن نے سورہ المائدہ میں اہل کتاب کو کہا کہ جو اللہ کا حکم نافذ نہ کرے وہ کافر ہے وہ ظالم ہے وہ فاسق ہے

توریت کا حکم ہے کہ مرتد کی سزا موت ہے- اور یہی حدیث رسول میں ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین (اسلام) تبدیل کرے اس کو قتل کر دو

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ (٢١٩) فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (٢٢٠)	اور سوال کرتے ہیں شراب و جوے پر - کہو ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدہ ہے اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے - اور سوال کرتے ہیں کہ کیا (راہ الہی میں) انفاق کریں ؟ کہو جو زائد ہو - اس طرح اللہ آیات کو واضح کرتا ہے کہ تم غور کرو 219 لا دنیا کے بارے میں اور آخرت کے بارے میں - اور سوال کرتے ہیں یتیموں پر کہو ان (کے احوال) کی اصلاح میں خیر و بھلائی ہے اور اگر (یتیموں کو اپنے) ساتھ رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے - اور اگر اللہ چاہے تو تمہیں مشقت میں ڈال دے اللہ غلبہ والا حکمت والا ہے 220

[تفسير آية 219 تا 220]

آیت 219 پر لا لکھا ہوا ہے یعنی یہاں رکنا نہیں ہے اور قرات میں اس کو آیت 220 سے ملا دیا جائے گا- کتاب الكتاب الفريد في إعراب القرآن المجيد میں المنتجب الهمذاني (المتوفى: 643ھ) لکھتے ہیں

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (في) يحتمل أن تكون من صلة قوله: تَتَفَكَّرُونَ، أي: تتفكرون في أمور الدارين، وأن تكون من صلة قوله: يُبَيِّنُ، أي: يبين الله لكم الآيات في أمر الدارين

آیت 220 کے شروع کا حصہ پچھلی آیت سے جڑا ہے یا تو یہ تَتَفَكَّرُونَ سے متعلق ہے یعنی دنیا و آخرت پر غور کرنا یا یہ یبین یعنی واضح کرنے سے تعلق رکھتا ہے کہ اللہ دنیا و آخرت میں اپنی آیات واضح کرے گا

شراب سن 9 ہجری میں سورہ المائدہ کے نزول میں حرام ہوئی اس سے قبل تمام مکی دور میں اور مدینہ میں بھی سن 9 ہجری تک شراب مباح تھی- جبکہ حدیث معراج میں اس کا ذکر ہے کہ شراب پی لیتے تو امت گمراہ ہو جاتی-

احادیث معراج میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات شراب پیش کی گئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کو پسند کیا- ظاہر ہے معراج کی خبر مکی دور میں ہی اصحاب رسول کو ہو گئی تھی- اگرچہ معراج میں شراب اور امت کی گمراہی کو آپس میں جوڑا گیا تھا اس کے باوجود مکہ میں اس کو حرام قرار نہیں دیا گیا- اصحاب رسول اس کپ نوش کرتے رہے یہاں تک کہ اصحاب بدر و احد یعنی حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شراب پیتے تھے اور صحیح بخاری کے مطابق انہوں نے اس حالت میں علی رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کو ذبح کر دیا

شراب کے حوالے سے، مفسرین ومحدثین کا اختلاف ہے کہ کب حرام ہوئی

ایک قول ہے کہ شراب تین ہجری میں غزوہ احد کے بعد حرام ہوئی

قال القرطبی: انَّا الْخَمْرُ فَكَانَتْ لَم تُحَرَّمْ بَعْدُ، وَإِنَّمَا نَزَلَ تَحْرِيمُهَا فِي سَنَةِ ثَلَاثٍ بَعْدَ وَقْعَةِ أُحُدٍ، وَكَانَتْ وَقْعَةُ أُحُدٍ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ ثَلَاثٍ مِنَ الْهِجرة" انتهى تفسير القرطبي (6/285)

قال ابن تيمية : وكان تحريمها [يعني : الخمر] بعد غزوة أحد في السنة الثالثة من الهجرة انتهى مجموع الفتاوى (34/187)

قرطبی وابن تیمیہ کا قول ہے کہ یہ سن 3 ہجری میں حرام ہوئی

دوسرا قول ہے کہ شراب سن 9 ہجری میں حرام ہوئی

محمد بن علي بن آدم: لا خلاف بين علماء المسلمين، أن سورة المائدة نزلت بتحريم الخمر انتهى

مسلمانوں کے علماء کا اس میں اختلاف نہیں کہ شراب سورہ مائدہ میں حرام ہوئی شرح سنن النسائي (40/104)

صحیح مسلم میں ہے أبي سعيد الخدري رضي الله عنه سے مروی ہے کہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جو انہوں نے سنا

أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: "سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب بالمدينة، قال: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ تَعَالَى يُعَرِّضُ بِالْخَمْرِ، وَلَعَلَّ اللهَ سَيُنْزِلُ فِيهَا أَمْرًا، فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهَا شَيْءٌ فَلْيَبِعْهُ وَلْيَنْتَفِعْ بِهِ)، قال: فَمَا لَبِثْنَا إِلَّا يَسِيرًا، حَتَّى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (إِنَّ اللهَ تَعَالَى حَرَّمَ الْخَمْرَ، فَمَنْ أَدْرَكَتْهُ هَذِهِ الْآيَةُ وَعِنْدَهُ مِنْهَا شَيْءٌ فَلَا يَشْرَبْ، وَلَا يَبِعْ)، قَالَ: فَاسْتَقْبَلَ النَّاسُ بِمَا كَانَ عِنْدَهُ مِنْهَا فِي طَرِيقِ الْمَدِينَةِ، فَسَفَكُوهَا"

اے لوگوں اللہ تعالی نے تمھارے شراب پینے سے اعراض کیا اور ممکن ہے عنقریب وہ اس پر حکم نازل کرے تو جس کے پاس یہ ہے وہ اس سے جلدی فائدہ لے لے — پھر زیادہ دور نہ گزرا کہ اس پر حکم نازل ہوا (سورہ مائدہ)

یعنی سن 9 ہجری تک شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی - اس اشکال کا جواب ہے کہ معراج پر اشارتا شراب کی قباحت کا ذکر کیا لیکن اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر حرام نہیں کیا گیا تھا یہاں تک کہ سن 9 ہجری میں اس کو حرام کیا گیا- صحیح بخاری میں ہے کہ سورہ بقرہ کا اخری حصہ نازل ہوا تو شراب کی تجارت کو حرام قرار دیا گیا

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الأَعْمَشِ، سَمِعْتُ أَبَا الضُّحَى يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: «لَمَّا أُنْزِلَتِ الآيَاتُ

الَاوَاخِرُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاهُنَّ فِي الْمَسْجِدِ، فَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ»

اس کا مطلب ہے کہ سورہ بقرہ ایک ساتھ مکمل نازل نہیں ہوئی بلکہ مختلف ادوار میں نازل ہوئی ہے- غالب امکان ہے کہ آخری حصہ یہ سورہ المائدہ کے ساتھ نازل ہوا جس میں ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (90)
اے مومنو بے شراب، جوا، آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہو گی

بعض مفسرین نے شراب کی حرمت کو عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش قرار دیا اور اس پر روایت پیش کی مسند احمد میں ہے
حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ، قَالَ: اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً. فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ الَّتِي فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ [البقرة: 219]. قَالَ: فَدُعِيَ عُمَرُ، فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً (حاشیہ میں شافیا). فَنَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي سُورَةِ النِّسَاءِ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى [النساء: 43]، فَكَانَ مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقَامَ الصَّلَاةَ نَادَى: أَنْ (2) لَا يَقْرَبَنَّ الصَّلَاةَ سَكْرَانُ، فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً. فَنَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْمَائِدَةِ، فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ، فَلَمَّا بَلَغَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ [المائدة: 91] قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: انْتَهَيْنَا، انْتَهَيْنَا
ابو میسرہ نے روایت کیا کہ عمر نے کہا جب شراب کی حرمت نازل ہوئی میں نے کہا اے اللہ واضح کر کہ شراب میں شفاء ہے پس آیت نازل ہوئی جو سورہ بقرہ میں ہے پس عمر کو بلایا گیا اور آیت سنائی گئی- پھر عمر نے کہا اے اللہ واضح کر کہ شراب میں شفاء ہے پس آیت نازل ہوئی جو سورہ النساء میں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کرائی کہ نماز قائم ہو گی کہ نماز کے قریب نہ آئے وہ جو نشہ میں ہو اور عمر کو بلایا اور آیات قرات کیں- پھر عمر نے کہا اے اللہ واضح کر کہ شراب میں شفاء ہے پس آیت نازل ہوئی جو سورہ المائدہ میں ہے عمر کو بلایا گیا اور آیات سنائی گئیں- عمر نے کہا ہم پر مکمل ہوا مکمل ہوا

محقق شعیب نے اس کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ اس کی سند منقطع ہے جس کا انہوں نے ذکر بھی کیا ہے لیکن پھر راوی پر تدلیس کو ہٹا دیا کہ یہ تابعی ہے اور کسی نے اس کی تدلیس کا ذکر نہیں کیا ہے-
وقول أبي زرعة فيما نقله عنه ابن أبي حاتم في "المراسيل" (516): حديثه عن عمر مرسل، لم يتابعه عليه أحد، فأبو ميسرة تابعي كبير مخضرم، ولم يُعرف بتدليس قط.

ارسال اور تدلیس دونوں میں فرق بھی ہے- ایک ہی دور کا راوی تدلیس کرتا ہے اور یہ نام چھپانا ہے اور یہ جان بوجھ کر کیا جاتا تھا– اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ راوی کی عمر سے ملاقات ہی نہ ہوئی ہو اور ارسال کر رہا ہو یعنی کسی اور سے سنا ہو اور نام عجلت بیان میں نہیں لے رہا- ابو زرعہ کا مدعا یہی ہے کہ اس نے سنا نہیں ہے- راقم کہتا ہے کہ عمرو بن شرحبیل أبو ميسرة پر امام أبو زرعة کا قول ہے کہ حديثه عن عمر رضي الله عنه مرسل اس کی حدیث عمر

سے مرسل ہے- روایت کا متن عجیب ہے عمر ایک ہی سوال اپنے رب سے بار بار کر رہے ہیں اور شراب پر آیات نازل ہو رہی ہیں- بعض نے اس حدیث کو بھی موافقات عمر میں شمار کیا ہے- اس کی سند میں أَبِي إِسْحَاقَ مدلس بھی ہے الغرض- یہ روایات صحیح اسناد سے نہیں، متن میں اضطراب ہے اور متن قرآن وتاریخ سے متصادم بھی ہے—اور یہ روایت حدیث ساریہ کی طرح غالی اہل سنت کی روایات ہیں ۱

۱

دور نبوی میں شراب کی مختلف قسمیں تھیں بعض انگور سے بعض شہد سے اور بعض جو سے بنتی تھیں - لہذا یمن کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ھمارے علاقے میں شہد سے ایک چیز بنتی ھے جس کو الْبِتْعُ کہتے ھیں اور ایک جو سے بنتی ھے اس کو الْمِزْرُ کہتے ھیں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا

لَا أَدْرِي مَا ذَلِكَ؟ حُرِّمَ عَلَيْكُمَا كُلُّ مُسْكِرٍ

مجھ کو نہیں پتا یہ کیا ھیں ؟ البتہ تم پر ھر نشہ آور حرام ھے

مصنف عبد الرزاق اور سنن ابو داود

کتاب شرح معاني الآثار طحاوي میں اسی پر ایک دوسرا قول ھے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ , قَالَ: ثنا يُونُسُ قَالَ: ثنا شَرِيكٌ , عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ , عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى , عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَمُعَاذًا , إِلَى الْيَمَنِ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ , إِنَّ بِهَا شَرَابَيْنِ يُصْنَعَانِ مِنَ الْبُرِّ وَالشَّعِيرِ , أَحَدُهُمَا يُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ , وَالْآخَرُ يُقَالُ لَهُ الْبِتْعُ , فَمَا نَشْرَبُ؟ . فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اشْرَبَا , وَلَا تَسْكَرَا»

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کو پی لو اگر نشہ نہ ھو

اسی کتاب میں ھے

وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرَةَ قَالَ: ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ , قَالَ: أنا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ , عَنْ أَبِي بُرْدَةَ , عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَمُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ. فَقُلْتُ: إِنَّكَ بَعَثْتَنَا إِلَى أَرْضٍ كَثِيرٌ شَرَابُ أَهْلِهَا , فَقَالَ «اشْرَبَا , وَلَا تَشْرَبَا مُسْكِرًا

رسول اللہ کا حکم تھا ان کو پی لو لیکن نشہ والی مت پینا

طحاوی کہتے ھیں اس سے پتا چلا

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ إِنَّمَا هُوَ عَلَى الْمِقْدَارِ الَّذِي يُسْكِرُ , لَا عَلَى الْعَيْنِ الَّتِي كَثِيرُهَا يُسْكِرُ

ھر شراب جو نشہ والی ھو حرام ھے تو بے شک یہ مقدار ھے جو نشہ کرے

یعنی ان اشیاء کو پیا جا سکتا تھا یہاں تک کہ ان میں الکوحل پیدا ھو گئی ھو جو نشہ لائے

اس میں ھمارے ھاں فقہاء کے دو گروہ ھوئے ایک کہتا تھا کہ نبیذ بھی نشہ ھے حرام ھے البتہ کوفہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی جو مذھب تھا اس میں یہ قول معروف تھا کہ جب تک کسی چیز میں نشہ نہ ھو وہ حرام نہیں ھے اس کو احناف نے لیا لیکن محدثین کا ایک گروہ اختلاف کرتا رھا اور وہ اس طرح کی سندیں جمع کرتے تھے جس میں ان کی رائے والا متن ھو لہذا ابو داود اور عبد الرزاق نے جو روایت کیا اپ دیکھ سکتے ھیں اس کا مفہوم اس سے الگ ھے جو دسروں نے روایت کیا

محدث امام وکیع نے محدثین سے اختلاف کیا اور الذھبی کتاب تذکرہ الحفاظ ج ۱ ص ۲۲٤ میں لکھتے ھیں

مَا فِيهِ إِلَّا شُرْبُهُ لِنَبِيذِ الْكُوفِيِّينَ وَمُلَازَمَتُهُ لَهُ جَاءَ ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْهُ انتہی

یعنی امام وکیع نے ابو حنیفہ کے ایک قول پر فتوی دیا اور وہ کوفیوں کی نبیذ پینے کے جواز میں ہے - وکیع مجتہد تھے اور ان کی رائے امام ابو حنیفہ کی رائے سے منطبق ہوتی تھی- یعنی یہ اختلاف اس پر ہے کہ نبیذ پی جا سکتی ہے یا نہیں

روایت ما أسکر کثیرۃ فقلیلُہ حرام جس چیز کی کثیر نشہ آور ہو اس کی قلیل حرام ہے

مسند احمد میں ہے جہاں یہ ضعیف ہے جو عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، کی سند ہے
محدثین کہتے ہیں حلال و حرام میں یہ سند قابل قبول نہیں البتہ متاخرین نے اس سند کو صحیح سمجھا ہے
البانی اور شعیب اس کو صحیح کہتے
راقم کہتا ہے ضعیف ہے عمرو بن شعیب کی سند سے روایت حلال و حرام میں نہیں لی جاتی

اس کی بعض اسناد میں مثلا ترمذی میں داودَ بن بکرِ بن أبي الفُرات ہے جو مختلف فیہ ہے بعض محدثین نے نزدیک مظبوط نہیں ہے وقال أبو حاتم: لا بأس به، لیس بالمتین اس میں برائی نہیں لیکن مظبوط نہیں ہے- ترمذی اس کو حَسَنٌ غَرِيبٌ کہتے ہیں- احناف متقدمین کے نزدیک داود بن بکر مجهول ہے

اسی راوی سے سنن ابو داود میں ہے
حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ بَكْرِ بْنِ أَبِي الْفُرَاتِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ، فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ»
البانی اس کو حسن صحیح کہتے ہیں

ابن ماجہ میں اس کی سند میں زَكَرِيَّا بْنُ مَنْظُورٍ ہے جو ضعیف ہے البتہ شعیب الأرنؤوط اس کو حسن کہتے ہیں

راقم کہتا ہے حسن روایت سے عقائد اور حلال و حرام کا فیصلہ نہیں کیا جاتا

أبو بكر أحمد بن جعفر بن حمدان بن مالك بن شبيب البغدادي المعروف بالقطيعي (المتوفى: 368هـ) کتاب جزء الألف دينار میں کہتے ہیں
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ سَلَّامٍ، عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: «مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ» مِنْ كَلَامِ ابْنِ عُمَرَ لَمْ يَرْفَعْهُ، فَمَنْ رَوَاهُ مَرْفُوعًا فَقَدْ أَخْطَأَ عَلَى ابْنِ مَالِكٍ

یہ روایت ابن عمر کا قول ہے جس نے بھی اس کو مرفوع سمجھا غلطی کی

کتاب : الناسخ والمنسوخ میں أبو جعفر النَّحَّاس أحمد بن محمد بن إسماعيل بن يونس المرادي النحوي (المتوفى: 338هـ) کہتے ہیں

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَمِنْ عَجِيبِ مَا عَارَضُوا بِهِ أَنْ قَالُوا: أَبُو عُثْمَانَ الْأَنْصَارِيُّ مَجْهُولٌ وَالْمَجْهُولُ لَا تَقُومُ بِهِ حُجَّةٌ فَقِيلَ لَهُمْ: لَيْسَ بِمَجْهُولٍ وَالدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ أَنَّهُ قَدْ رَوَى عَنْهُ الرَّبِيعُ بْنُ صُبَيْحٍ، وَلَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ، وَمَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ، وَمَنْ رَوَى عَنْهُ اثْنَانِ فَلَيْسَ بِمَجْهُولٍ وَقَالُوا: الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ مَجْهُولٌ قِيلَ لَهُمْ: قَدْ رَوَى عَنْهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، وَابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ وَقَالُوا: دَاوُدُ بْنُ بَكْرٍ مَجْهُولٌ قِيلَ لَهُمْ: قَدْ رَوَى عَنْهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَأَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ وَإِنَّمَا تَعْجَبُ مِنْ مُعَارَضَتِهِمْ بِهَذَا

سوال یہ ہے کہ حالت نشہ کب ہے ؟فقہاء نے نشہ کی حالت مقرر کی ہوئی ہے کتاب التوضيح لشرح الجامع الصحيح از ابن الملقن کے مطابق ابن حزم کہتے ہیں
قال ابن حزم: سئل أحمد بن صالح عن السكران؟

فقال: أنا آخذ بما رواه ابن جريج عن عمرو بن دينار، عن يعلي بن منبه، عن أبيه قال: سألت عمر بن الخطاب عن حد السكران؟ فقال: هو الذي إذا استُقْرِئَ سورةً لم يقرأْها، وإذا خلط ثوبه في ثياب لم يخرجه. قال ابن حزم: وهو نحو قولنا: لا يدري ما يقول

أبو جعفر النَّحَّاس أحمد بن محمد بن إسماعيل بن يونس المرادي النحوي (المتوفى: 338هـ) کہتے ہیں مخالف عجیب بات کہتے ہیں کہ ابو عثمان انصاری مجھول ہے اور مجھول سے دلیل قائم نہیں ہوتی ان سے اس پر کہا جاتا ہے یہ مجھول نہیں ہے اور اس پر دلیل ہے کہ اس سے الربیع اور لیث اور مہدی نے روایت کیا ہے اور جو ان سے روایت کرتے ہیں وہ دو ہیں تو یہ مجھول کیسے ہوا؟ اور اسی طرح مخالف کہتے ہیں الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ مجھول ہے تو کہا جاتا ہے اس سے عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، وَابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ روایت کرتے ہیں اور مخالف کہتے ہیں کہ داود بن بکر (بن ابی فرات) مجھول ہے اس پر کہا جاتا ہے اس سے إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَأَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ روایت کرتے ہیں اور مجھ کو ان کے ان اعتراضات پر تعجب ہے

اپ نے دیکھا یہ جھگڑا اتنا قدیم ہے مخالف کون ہے نام نہیں لیا گیا لیکن جن روایات کو اوپر بیان کیا گیا ہے ان کے راوی درحقیقت مجھول ہی ہیں کسی مجھول سے بہت سے لوگ روایت کریں لیکن اس کی کوئی توثیق نہ کرے تو اس کو مجھول ہی کہا جاتا ہے

الموقظة في علم مصطلح الحديث میں الذھبی کہتے ہیں
وقولُهم: "مجهول"، لا يلزمُ منه جهالةُ عينِه. فإن جُهِلَ عينُه وحالُه، فأَولَى أن لا يَحتجُّوا به
محدثین کا قول مجھول کہنا اس سے یہ لازم نہیں اتا ہے کہ اس کو دیکھا نہیں گیا کیونکہ جھل عین ہو یا حال ہو اس میں بہتر ہے اس سے دلیل نہ لی جائے
مَجْهُولَ عَيْنٍ وہ ہے جس سے ایک شخص روایت کرے اور مجھول حال وہ ہے جس کی توثیق نہیں ہو

ابن حجر نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر میں کہتے ہیں
ولم يُوَثَّقْ فهو مَجْهولُ الحالِ، وهُو المَسْتورُ
مجھول الحال وہ ہے جس کی توثیق نہ ہو اور یہ مستور ہے

لہذا یہ راوی مجھول الحال کے درجے پر تھے یہاں تک کہ لوگوں نے ۲۰۰ ھجری کے بعد ان کی توثیق کی
یہ اختلاف ابو داود اور امام احمد سے بھی پہلے کا ہے اس مسئلہ میں یہ ائمہ خود متاخر ہیں کیونکہ ان میں اور امام ابو حنیفہ میں سو سال کا فرق ہے

لہذا یہ مخالف جن کا نام نہیں لیا گیا یہ احناف تھے جو ان رآویوں کو مجھول کہتے تھے لیکن سو سال بعد امام ابو داود اور امام احمد نے ان کو ایسے پیش کیا کہ گویا یہ مجھول نہ ہوں

واضح رہے کہ یہ وہ وقت ہے جب لوگوں کو الکوحل کا علم نہیں ہے وہ صرف مشروب کا نام سن کر اس کو حرام کہہ دیتے تھے لہذا نبیذ یا دیگر مشروبات شراب نہیں تھے ان کو پیا جا سکتا ہے الا یہ کہہ تین دن کے بعد ان میں شراب کی کیفیت پیدا ہو اس وقت یہ مسکر ہوں گے اور حرام متصور ہوں گے یہ ہے جھگڑا جس میں احناف کا باقی فقہاء سے اختلاف تھا

آج سائنس سے یہ پتا چل چکا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی بات میں وزن ہے کیونکہ تین دن بعد نبیذ میں الکوحل اتنی ہو گی کہ بو آئے اور نشہ ہو اس سے پہلے اس کو شراب اس لئے نہیں کہا جا سکتا

میں نے احمد بن صالح سے نشہ کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا ہم وہ لیتے ہیں جی ابن جریج نے عمرو سے انہوں نے یعلی سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نشہ کیا ہے ؟ انہوں نے کہا جب اس کو سورت پڑھنے کو کہیں اور نہ پڑھ پائے یا لباس الٹا سیدھا پہنے ابن حزم نے کہا یہی ہمارا قول ہے کہ وہ نہ جانے کیا کہہ رہا ہے

امام ابو حنیفہ کہتے ہیں

و قال أبو حنيفة: لا يكون سكرانًا حتى لا يميز الأرض من السماء

وہ نشہ میں نہیں ہے حتی کہ آسمان و زمین کی تمیز نہ کر پائے

امام الشافعی کہتے ہیں

أقل السكر أن يغلب على عقله في بعض مالم يكن عليه قبل (الشراب)

کم از کم نشہ ہے کہ اس کی عقل ویسی نہ رہے جیسی پینے سے پہلے تھی

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (221)	اور مشرک عورتوں کو نکاح میں مت لو یہاں تک کہ ایمان لے آئیں ، مومن لونڈی مشرکہ سے بہتر ھے اگر وہ تم کو پسند ھو ، اور مشرک مردوں سے (مومنہ کا) نکاح مت کرنا یہاں تک کہ مشرک ایمان لائیں اور مومن غلام، مشرک مرد سے بہتر ھے اگر وہ تم کو پسند ھو ، یہ (مشرکین) تم کو آگ کی طرف بلاتے ھیں اور اللہ اپنے حکم سے تم کو جنت و مغفرت کی طرف بلاتا ھے اور آیات لوگوں پر واضح کرتا ھے تا کہ وہ نصیحت لیں (221)

[تفسیر آیۃ 221]

بعض لوگوں نے خیال پیش کیا کہ اس آیت میں عورت کے نکاح کے لئے ولی کی موجودگی کو ضروری قرار دیا گیا ہے جبکہ یہ ضرورت سے زائد ہے - یہاں صرف یہ ولی یا سرپرست اگر موجود ہو تو اس کو حکم دیا جا رہا ہے- تفسیر ماتریدی میں ہے

أن قوله: (وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ)، يحتمل أن يكون في الصغار خاصة، نهى الأولياء عن تزويج الصغار من المسلمين المشركات من غير الكتابيات. فإذا كان محتملاً ما ذكرنا، لم يكن لمخالفنا الاحتجاج به علينا في إبطال نكاح المرأة نفسها دون وليها

احتمال ہے کہ یہ کم عمر نو خیز کنواریوں کے لئے خاص ہے کہ ان کے ولیوں کو منع کیا جا رہا ہے کہ وہ مسلم لڑکیوں کو مشرکوں سے بیاہ دیں.... اور ہمارے مخالف بھی عورت کی شادی کو اس کے سرپرست یا ولی کے بغیر کالعدم قرار نہیں دے سکتے۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ عورتیں بلا ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور خواہش کرتیں کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکاح میں لے لیں- صحیح کی روایت ہے

حدثنا زكرياء بن يحيى، حدثنا أبو أسامة، قال: هشام حدثنا، عن أبيه، عن عائشة رضي الله عنها، قالت: "كنت أغار على اللاتي وهبن أنفسهن لرسول الله صلى الله عليه وسلم، وأقول: أتهب المرأة نفسها، فلما أنزل الله تعالى: ترجي من تشاء منهن وتؤوي إليك من تشاء ومن ابتغيت ممن عزلت فلا جناح عليك سورة الأحزاب آية 51، قلت: ما أرى ربك إلا يسارع في هواك".

ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے اپنے والد سے سن کر بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جو عورتیں اپنے نفس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کرنے آتی تھیں مجھے ان پر بڑی غیرت آتی تھی۔ میں کہتی کہ کیا عورت خود ہی اپنے کو کسی مرد کے لیے پیش کر سکتی ہے؟ پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی «ترجئ من تشاء منهن وتؤوي إليك من تشاء ومن ابتغيت ممن عزلت فلا جناح عليك» کہ "ان میں سے جس کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں اپنے نزدیک رکھیں اور جن کو آپ نے الگ کر رکھا تھا اس میں سے

کسی کو پھر طلب کر لیں جب بھی، آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔''تو میں نے کہا کہ میں تو سمجھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی مراد بلاتاخیر پوری کر دینا چاہتا ہے۔

اسی طرح مطلقہ عورت کے لئے کسی ولی کا ذکر نہیں ہے- سورہ بقرہ 232 میں ہے

جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں، تو پھر اس میں مانع نہ ہو کہ وہ اپنے زیر تجویز شوہروں سے نکاح کر لیں، جب کہ وہ معروف طریقے سے باہم مناکحت پر راضی ہوں تمہیں نصیحت کی جاتی ہے کہ ایسی حرکت ہر گز نہ کرنا، اگر تم اللہ اور روز آخر پر ایمان لانے والے ہو تمہارے لیے شائستہ اور پاکیزہ طریقہ یہی ہے کہ اس سے باز رہو اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے

یہاں قرآن میں ولی کی شرط کی کوئی قید نہیں ہے

لہذا یہ صورت حال سے متعین ہو گا- اگر لڑکی کنواری ہے اور خاندانی نظم میں ہے تو اس کا ولی ہی اس کا نکاح کرے گا لیکن ایک نکاح کے بعد عورت مطلقہ ہو تو اپنے حوالے سے خود فیصلے کا اختیار رکھتی ہے

سورہ النساء 24 میں ہے

اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورتوں (محصنات) سے نکاح کر سکے اسے چاہیے کہ تمہاری اُن لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کر لے جو تمہارے قبضہ میں ہوں اور مومنہ ہوں اللہ تمہارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے، تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو، لہٰذا اُن کے گھر والوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کر لو اور معروف طریقہ سے اُن کے مہر ادا کر دو، تاکہ وہ حصار نکاح میں محفوظ (محصنات) ہو کر رہیں، آزاد شہوت رانی کرتی پھریں اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کریں پھر جب وہ حصار نکاح میں محفوظ ہو جائیں اور اس کے بعد کسی بد چلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اُس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں (محصنات) کے لیے مقرر ہے یہ سہولت تم میں سے اُن لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے جن کو شادی نہ کرنے سے بند تقویٰ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اور اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے

سورہ نور میں ہے

وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ

زانیہ صرف زانی یا مشرک سے نکاح کرے

ظاہر ہے اس قسم کے نکاح میں ولی شامل نہ ہو گا

یعنی عموم یہ ہے کہ عورت کے گھر والے اس کے نکاح میں عمل دخل رکھیں گے جو معروف میں معلوم ہے لیکن اگر عورت خود سے نکاح کا فیصلہ کر لے تو یہ نکاح شرعا ہو جائے گا [1]

---

[1] اس کے حوالے سے نکاح متعہ کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے جس پر ان آیات کے نزول کے وقت مسلمانوں کا عمل تھا اور ان میں کسی روایت میں

اس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں کئی قسم کی صورت حال ہو سکتی ہیں اور یہاں سورہ بقرہ میں اس نکاح کی بات ہو رہی ہے جو اغلبا کنواری کی پہلی شادی سے متعلق ہے

دوسرا اہم سوال ہے کہ کیا شوہر بیوی میں کوئی ایک مشرک ہو تو کیا نکاح ختم ہو جائے گا؟ - یہ آیت پہلی بار نکاح کرنے سے متعلق ہے - اس آیت کا تعلق سابقہ نکاح سے نہیں ہے یعنی وہ نکاح جو ایام جاہلیت میں ہوئے اور شوہر یا بیوی ایمان لے آئے - قرآن میں فرعون کی مومنہ بیوی زوجہ فرعون (مشہور نام آسیہ) کا ذکر ہے - احادیث و روایات سے معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مومنہ بیٹی زینب کو مشرک داماد ابو العاص جو بعد میں مسلمان ہوئے ان کو واپس لوٹا دیا تھا - اسی طرح اپنی چچی ام الفضل کا نکاح مشرک چچا عباس سے باقی رہنے دیا حتی کہ عباس ایمان لائے - یعنی مشرک کا نکاح مومنہ اور مومن کا نکاح مشرکہ سے باقی رہتا ہے الا یہ کہ وہ طلاق لیں - البتہ اگر شوہر یا بیوی میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے تو یقینا یہ نکاح فسخ ہو جائے گا

سورہ المائدہ میں اللہ تعالی نے مزید آسانی پیدا کی اور اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت دی یعنی ایک مسلمان اب ایک نصرانی، یہودی، صابی عورت سے شادی کر سکتا ہے اسکا پکایا ہوا کھانا بھی سکتا ہے

بھی ولی کا ذکر نہیں ہے -

اور یہ حیض (میں صحبت) کے بارے میں سوال کرتے ھیں کہو وہ (عورتوں کے لئے) تکلیف و (تھکاوٹ) ھے ، پس عورتوں سے دوران حیض دور رھو ، ان کے قریب مت جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ھو جائیں - پس جب وہ پاک ھو لیں تو ان کے پاس جاؤ جیسا کہ اللہ نے حکم کیا ، اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ھے (222) تمہاری بیویاں تمہارے کھلیاں ھیں پس اپنے کھلیان میں جاؤ جیسا چاھو اور اپنے نفس کے لئے مستقبل کی تیاری کرو اور اللہ سے ڈرتے رھو اور جان لو کہ تم اس سے ملاقات کرنے والے ھو ، اور مومنو کو بشارت دے دو (223)	وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (٢٢٢) نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (٢٢٣)

[تفسیر آیۃ 222 تا 223]

عربی لغت المصباح المنیر في غريب الشرح الكبير از أحمد بن محمد بن علي الفيومي ثم الحموي، أبو العباس (المتوفى: نحو 770ھ) میں أَذِيَ کی تعریف بیان کی گئی ہے

أَذِيَ الشَّيْءُ أَذًى مِنْ بَابِ تَعِبَ بِمَعْنَى قَذِرَ قَالَ اللهُ تَعَالَى: قُلْ هُوَ أَذًى [البقرة: 222] أَيْ مُسْتَقْذَرٌ وَأَذِيَ الرَّجُلُ

تکلیف دہ چیز، أَذًى یہ تھکاوٹ کے باب میں سے ہے گندہ ہو جانے کے معنوں میں- اللہ تعالی نے فرمایا قُلْ هُوَ أَذًى [البقرة: 222] یعنی کوئی گندگی یا تکلیف

النَّظْمُ المُسْتَعْذَبُ فِي تفْسِير غريبِ ألفَاظِ المهَذّبِ از محمد بن أحمد بن محمد بن سليمان بن بطال الركبي، أبو عبد الله، المعروف ببطال (المتوفى: 633ھ) کے مطابق

الأذى: هو المكروه الذى ليس بشديد

الأذى: وہ مکروہ ہے جس میں شدت نہ ہو

الإبانة في اللغة العربية از سَلَمة بن مُسْلِم العَوْتبي الصُحاري کے مطابق

الأذى: كلُّ ما تأذَّيتَ به وما يكره ويغمّ، ورجل أذىّ إذا كان شديد التأذي

الأذى: وہ سب کچھ جس سے تکلیف پہنچی ہے اور جس سے نفرت کی جاتی ہے اور بے ہوش طاری ہو سکتی ہے، اور شخص کو أذىّ ہونا یعنی بہت تکلیف ہونا جیسا چوٹ میں ہوتی ہے

یعنی اس لفظ میں تکلیف، مشکل و تھکاوٹ ہونا اور پھر اس حالت میں گندا ہو جانا یہ تمام معنی شامل ہیں لیکن غالب معنی تکلیف کے ہیں

وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِأَيْمَانِكُمْ أَنْ تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (٢٢٤) لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ (٢٢٥) لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (٢٢٦) وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (٢٢٧) وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (٢٢٨)

اور اللہ کو اپنی قسموں میں بطور آڑ (و عذر) شامل مت کیا کرو ، لوگوں میں (اس کی قسم کھا کھا کر) نیکی ، تقوی و صلح کرنے (سے روکو) ، اللہ سنتا و جانتا ہے (224) اللہ تمہیں تمہاری قسموں میں لغو مضحکہ خیزی پر نہیں پکڑے گا لیکن جو کچھ تمہارے دلوں نے کیا ہے اس پر پکڑے گا، بے شک اللہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔ cled225 اور جو لوگ اپنی بیویوں سے پرہیز کی قسم کھاتے ہیں ان کو چار مہینے انتظار کرنا چاہیے۔ پھر اگر وہ اپنا ارادہ بدل لیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے (226) اور اگر وہ طلاق کا فیصلہ کر لیں تو بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے (227) مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو (دوسرے نکاح سے) روک رکھیں جب تک کہ ان کو حیض تین بار نہ آجائے اور اگر وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے رحموں میں اللہ نے جو خلق کیا ہے اسے چھپائیں اور اگر وہ صلح چاہتی ہیں تو ان کے شوہروں کو حق حاصل ہے کہ وہ انہیں اس (تین حیض کی مدت) میں واپس لے جائیں۔ اور یہ (مطلقہ عورتیں) ان (مردوں) کے مثل ہی (حقوق) معروف میں رکھتی ہیں اگرچہ مرد (خاندانی نظم میں) ان سے ایک درجہ اوپر ہیں۔ اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (228)

[تفسیر آیۃ224تا228]

وقتی طور پر بیوی سے قطع تعلق کی قسم کھانا ایلاء کہلاتا ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث 5289 ہے

انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم اٹھائی۔ ان ایام میں آپ کے پاؤں کو موچ بھی آگئی تھی۔ آپ بالاخانے میں انیتس دن تک ٹھہرے رہے پھر اترے تو حاضرین نے کہا: اللہ کے رسول! آپ نے تو ایک ماہ تک بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھائی تھی؟ آپ نے فرمایا: یہ مہینہ انیتس دن کا ہے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم پوری کی

سنن نسائی 3394 میں ہے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ طَلَاقُ السُّنَّةِ تَطْلِيقَةٌ وَهِيَ طَاهِرٌ فِي غَيْرِ جِمَاعٍ فَإِذَا حَاضَتْ وَطَهُرَتْ طَلَّقَهَا أُخْرَى فَإِذَا حَاضَتْ وَطَهُرَتْ طَلَّقَهَا أُخْرَى ثُمَّ تَعْتَدُّ بَعْدَ ذَلِكَ بِحَيْضَةٍ قَالَ الْأَعْمَشُ سَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ

عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ طلاق سنت یہ ہے کہ طہر کی حالت میں جماع کیے بغیر ایک طلاق دی جائے، پھر جب وہ حیض کے بعد پاک ہو تو اسے دوسری طلاق دے دے، پھر جب اسے حیض آئے اور وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اسے تیسری طلاق دے دے، پھر اس کے بعد وہ عورت ایک حیض عدت گزارے گی۔ (راویٔ حدیث) اعمش نے کہا: میں نے ابراہیم نخعی سے پوچھا تو انہوں نے بھی ایسے ہی کہا۔

یہ طریقہ طلاق سنت کہا جاتا ہے کیونکہ قرآن میں ہے طلاق دو بار ہے- اس کو طلاق دینے کا صحیح طریقہ کہا گیا ہے- لیکن اگر کوئی جلد بازی یا جھل میں تین طلاق ایک ساتھ دے دے تو فقہاء کے نزدیک تینوں طلاق واقع ہو جاتی ہیں اور نکاح باقی نہیں رہتا-

صحیح بخاری حدیث 5251 ہے

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دے دی۔ عمر بن خطاب نے رسول اللہ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: عبداللہ سے کہو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے۔ پھر اسے اپنے نکاح میں باقی رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ پھر اس کے بعد اگر چاہے تو اسے روک رکھے اور اگر چاہے تو ملاپ کیے بغیر اسے طلاق دے دے۔ یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کا لحاظ رکھتے ہوئے عورتوں کو طلاق دی جائے

یعنی طلاق حالت طہر میں دینی ہے اور ایک ساتھ تین نہیں دینی ہیں، ایک ایک کر کے دینی ہیں یہ طلاق دینے کا طریقہ ہے

عام مسلمان عورت کو عدت کی مدت طلاق یا شوہر کی وفات کی صورت میں پوری کرنی ہو گی- احکام میں عموم و خصوص ہوتا ہے- صحیح بخاری کی حدیث ہے صحيح البخاري: كِتَابُ المَغَازِي (بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ) صحیح بخاری: کتاب: غزوات کے بیان میں (باب: غزوۂ خیبر کا بیان)

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ح وحَدَّثَنِي أَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْنَا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا فَاصْطَفَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنَى بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ ثُمَّ قَالَ لِي آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَتَهُ عَلَى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ وَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ

ہم سے عبدالغفار بن داؤد نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن عبدالرحمن نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے احمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یعقوب بن عبدالرحمن زہری نے خبر دی، انہیں مطلب کے مولیٰ عمرو نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم خیبر آئے پھر جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کی فتح عنایت فرمائی تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کی

خوبصورتی کا کسی نے ذکر کیا، ان کے شوہر قتل ہو گئے تھے اور ان کی شادی ابھی نئی ہوئی تھی۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لیے لے لیا اور انہیں ساتھ لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے۔ آخر جب ہم مقام سد الصہباء میں پہنچے تو ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا حیض سے پاک ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ خلوت فرمائی پھر آپ نے حیس بنایا۔ (جو کھجور کے ساتھ گھی اور پنیر وغیرہ ملا کر بنایا جاتا ہے) اور اسے چھوٹے سے ایک دستر خوان پر رکھ کر مجھ کو حکم فرمایا کہ جو لوگ تمہارے قریب ہیں انہیں بلا لو۔ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہی ولیمہ تھا۔ پھر ہم مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے عبا اونٹ کی کوہان میں باندھ دی تاکہ پیچھے سے وہ اسے پکڑے رہیں اور اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا گھٹنا اس پر رکھا اور صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہوئیں۔

یہ رسول اللہ کے لئے خاص ہے۔ عموم سے ہٹ کر ہے۔ صفیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح دو یہودیوں سے ہوا۔ ایک كنانة بن الربيع بن أبي الحقيق سے ہوا تھا اور دوسرا اسلام بن مشکم سے ہوا تھا۔ ان کے پہلے شوہر نے طلاق دی اور دوسرا قتل ہوا اور اس کے فوراً بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جو سن 6 ہجری غزوۂ خیبر کے بعد ہوا ہے

طلاق (صرف) دوبار ہے پھر (عورتوں کو) یا تو
بطریق معروف (نکاح میں) رہنے دینا ہے یا احسان
کے ساتھ چھوڑ دینا۔ اور یہ حلال نہیں کہ جو مہر
تم ان کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے
لو۔ ہاں اگر عورت و شوہر کو خوف ہو کہ وہ اللہ
کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اگر عورت
(نکاح سے) خلاصی پانے کے بدلے میں کچھ دے
ڈالے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ اللہ کی (مقرر کی
ہوئی) حدود ہیں ان سے باہر نہ نکلنا۔ اور جو لوگ
خدا کی حدوں سے باہر نکل جائیں گے وہ گنہگار
ہوں گے (229) پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق
دے دے تو اب اس کے لئے حلال نہیں جب تک
وہ عورت اس کے بجائے کسی دوسرے سے نکاح
نہ کرے، پھر اگر وہ (نیا شوہر) بھی طلاق دے
دے تو واپس ان دونوں کو میل جول کرلینے میں
کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ یہ جان لیں کہ اللہ کی حدوں
کو قائم رکھ سکیں گے، یہ اللہ کی حدود ہیں جنہیں
وہ واضح کرتا ہے جاننے والوں کے لئے (230)

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا
يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا
أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا
وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (229) فَإِنْ
طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ
طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا
حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (230)

[تفسیر آیۃ229تا230]

قرآن میں موجود ہے کہ جس نے وہ حکم دیا جو اللہ کا نہ ہو تو وہ ظالم ہے، فاسق ہے، کافر ہے سورہ المائدہ۔ منزل من اللہ کسی بھی حکم کو خلیفہ یا اس کی شوری کی جانب سے نہیں بدلا جا سکتا۔ یہ کام یہود و نصاریٰ کا تھا۔ افسوس اس قسم کی ایک تہمت عمر رضی اللہ عنہ پر لگائی جاتی ہے۔ تین طلاق کے حکم میں تصرف۔ صحیح مسلم کتاب الطلاق میں ہے

عن ابن عباس، قال كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر، وسنتين من خلافة عمر، طلاق الثلاث واحدة، فقال عمر بن الخطاب إن الناس قد استعجلوا في أمر قد كانت لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ طلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی دو برس تک ایسا امر تھا کہ تین طلاق کو ایک لیا جاتا تھا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے عجلت کرنا شروع کی اس کام میں جس میں ان کے لیے تحمل اور سوچ بچار تھا۔ ہم ان پر نافذ کریں گے اس کے بعد انہوں نے اسے ان پر نافذ کر دیا۔ مسلم اس روایت کے متن میں ابہام ہے کہ کیا نافذ کیا لہذا اس کی وضاحت کے لئے صحیح مسلم میں اس کے بعد دوسری موقوف روایت میں کھل کر لکھا گیا ہے کہ تین طلاق کو تین کیا گیا تھا

أخبرني ابن طاوس، عن أبيه، أن أبا الصهباء، قال لابن عباس أتعلم أنما كانت الثلاث تجعل واحدة على عهد النبي صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر، وثلاثا من إمارة عمر؟ فقال ابن عباس نعم

ابو الصہباء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ جانتے ہو کہ تین طلاق ایک کر دی جاتی تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی امارت میں بھی تین سال تک تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہاں جانتا ہوں۔ (صحیح مسلم، کتاب الطلاق)

ان دونوں روایتوں کو ملا کر نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ شروع میں اکٹھی تین طلاق کو ایک ہی مانا جاتا تھا، پھر دور عمر میں سختی کرنے کی وجہ سے تین کو تین ہی شمار کرنے کیا جانے لگا- یہ مفہوم کا دار و مدار جس راوی پر ہے وہ ضعیف ہے- اس کی سند میں راوی صہیب، أبو الصهباء البكري ہیں الذھبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں

عن علي، وابن عباس. وعنه طاوس، وسعيد بن جبير، وأبو نضرة. وثقه أبو زرعة، وقال النسائي: بصري ضعيف

صهيب، أبو الصهباء البكري. علی سے اور ابن عبّاس سے روایت کرتے ہیں اور ان سے طاوس، سعید بن جبیر، اور أبو نضرة روایت کرتے ہیں— أبو زرعة ان کو ثقہ کہتے ہیں اور نسائی ضعیف

طاؤس، ابن عباس سے مبہم قول نقل کرتے ہیں اور امام مسلم نے اپنے تیئں اس مسئلہ پر دو سندیں دی ہیں لیکن اس میں کچھ مسائل ہیں

اول تین کو ایک کرنے پر امت کا عمل نہیں رہا کیونکہ تین کو ایک کر دینا ایک اہم مسئلہ ہے جو اگر واقعی ہوتا تو کسی اور صحابی نے بھی بیان کیا ہوتا اس اہم مسئلہ پر کسی اور صحابی کی حدیث بھی نہیں ہے

دوم طاووس بن کیسان کے لئے الكرابيسي کہتے ہیں اس نے عکرمہ سے لیا ہے اور ابن عباس سے ارسال کیا ہے

طاووس بن کیسان کا سماع ابن عباس سے نہیں جبکہ یہ مکہ کے ہیں

کہا جاتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جو تین طلاقوں کے تین ہونے کا حکم دیا تھا، وہ شرعی حکم نہ تھا بلکہ تعزیری اور وقتی تھا، جو یک بار تین طلاقیں دینے والوں کے لئے سزا کے طور پر نافذ کیا گیا تھا— اس کے برعکس عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے یہ قول ہی ثابت نہیں ہے کہ تین طلاق کو انہوں نے سزا کے طور پر طلاقِ تحریم بنایا۔

بیک وقت تین طلاق پر عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہوتے اور دینے والے کی پیٹھ پر مارتے یہ سنن سعید بن منصور کی روایت ہے

حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، نا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فِي مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا قَالَ: «لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ» وَكَانَ عُمَرُ «إِذَا أُتِيَ بِرَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا أَوْجَعَ ظَهْرَهُ»

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نے اس سے کہا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی دخول سے پہلے کہا تیرے لئے حلال نہیں حتی کہ دوسری بیوی کر لے اور عمر اس کی پیٹھ پر مارتے جو بیوی کو تین طلاق دے

لیکن اس سے نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا تین طلاق تین ہی رہتی ہیں ایک نہیں ہو جاتیں اور اس کو ناپسند کیا گیا ہے

سنن دار قطنی کی روایت ہے عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو دور نبوی میں ایک کلمہ سے تین طلاق دیں اور ان کو کسی نے عیب نہیں دیا

ثنا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْجُرْجَانِيُّ، نا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى بْنِ مُجَاشِعٍ السَّخْتِيَانِيُّ، نا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، نا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ «طَلَّقَ امْرَأَتَهُ تُمَاضِرَ بِنْتَ الْأَصْبَغِ الْكَلْبِيَّةَ وَهِيَ أُمُّ أَبِي سَلَمَةَ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ فَلَمْ يَبْلُغْنَا أَنَّ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ عَابَ ذَلِكَ» قَالَ: وَنا سَلَمَةُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، «أَنَّ حَفْصَ بْنَ الْمُغِيرَةِ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ، فَأَبَانَهَا مِنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَبْلُغْنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَابَ ذَلِكَ عَلَيْهِ»

اس کی سند میں سَلَمَةَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ہے جس کو محدثین کہتے ہیں

ابن عبدالبر: لَا يُحْتَجُّ بِهِ. اس سے دلیل نہ لی جائے، ابن حبان کہتے ہیں وکان یغرب بہت غریب روایات بیان کرتا تھا

العجلی ثقة کہتے ہیں- اسکی سند میں مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ ہے جس کے لئے امام شُعْبَةَ کہتے تھے لَا تَكْتُبْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَاشِدٍ، فَإِنَّهُ مُعْتَزِلِيٌّ رَافِضِيٌّ محمد بن راشد سے نہ لکھو کیونکہ یہ معتزلی رافضی ہے

ابن قیم کتاب إغاثة اللهفان میں روایت لکھتے ہیں کہ عمر اپنے اس حکم پر بعد میں نادم تھے

قال الحافظ أبو بكر الإسماعيلي في مسند عمر أخبرنا أبو يعلى حدثنا صالح بن مالك حدثنا خالد بن يزيد بن أبي مالك عن أبيه قال قال عمر بن الخطاب: ما ندمت على شيء ندامتي على ثلاث أن لا أكون حرمت الطلاق وعلى أن لا أكون أنكحت الموالي وعلى أن لا أكون قتلت النوائح"(. إغاثة اللهفان: ج 1 ص336

عمرؓ نے فرمایا جو ندامت مجھے تین کاموں پر ہوئی ہے وہ کسی اور کام پر نہیں ہوئی: ایک یہ کہ میں تین طلاقوں کو طلاقِ تحریم نہ بناتا، دوسرا یہ کہ غلاموں کو نکاح کرنے کا حکم صادر نہ کرتا، اور تیسرا یہ کہ نوحہ کرنے والیوں کو قتل کرنے کا حکم نہ دیتا۔

کتاب إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال از مغلطاي کے مطابق

قال الآجري: كان بدمشق رجل يقال له خالد بن يزيد متروك الحديث.

وقال أبو محمد بن الجارود: ليس بشيء ضعيف، وخرج الحاكم حديثه في «مستدركه.» وذكره الساجي والعقيلي وأبو العرب والمنتجالي في «جملة الضعفاء»

وقال يعقوب: ثنا عنه سليمان وهو ضعيف، ويزيد بن أبي مالك وابنه خالد بن يزيد في حديثهما لين

الآجري کہتے ہیں دمشق میں خالد بن یزید نام کا شخص تھا جو متروک الحدیث ہے — أبو محمد بن الجارود کہتے ہیں کوئی چیز نہیں ضعیف ہے اور حاکم نے مستدرک میں اس کی روایت لکھی ہے اور الساجي اور والعقيلي اور أبو العرب اور المنتجالي سب نے اس کا ذکر الضعفاء میں کیا ہے اور یعقوب کہتے ہیں اس سے سلیمان نے روایت کیا ہے جو ضعیف ہے اور يزيد بن أبي مالک اور ان کا بیٹا خالد دونوں حدیث میں کمزور ہیں

محمد بن إبراهيم بن المنذر النيسابوري كتاب الإجماع میں لکھتے ہیں

وأجمعوا على أنه إن قال لها: أنت طالق ثلاثا إلا ثلاثا، أنها تطلق ثلاثا اور اس پر اجماع ہے کہ اگر کہہ دے تجھ کو تین طلاق ہے تو تین طلاق ہو گئیں

وأجمعوا على أن الرجل إذا طلق امرأته ثلاثًا: أنها لا تحل له إلا بعد زوج غيره على ما جاء به حديث النبي صلى الله عليه وسلم، وانفرد سعيد بن المسيب، فقال: أن تزوجها تزويجًا صحيحًا لا تريد به إحلالا؛ فلا بأس أن يتزوجها الأول

اس پر اجماع ہے کہ اگر آدمی اپنی بیوی کو تین طلاق دے تو وہ کے لئے حلال نہیں الا یہ کہ وہ عورت کسی اور سے کرے جیسا حدیث میں ہے
الإقناع في مسائل الإجماع میں علي بن محمد بن عبد الملك الكتامي الحميري الفاسي، أبو الحسن ابن القطان (المتوفى: 628ھ) فرماتے ہیں
وأن قال: أنت طالق ثلاثًا أنها تطلق ثلاثًا اور اگر مرد کہہ دے تجھ کو تین طلاق تو عورت پر تین طلاق واقع ہو گئیں
تین طلاق ایک ہی وقت دینے سے طلاق بائن واقع ہو جاتی ہیں اس پر فقہائے امت کا اجماع ہے [1]

آیت کے الفاظ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ سے عورت کو خلع لینے کی اجازت دی گئی ہے۔ صحیح بخاری 5273 میں ہے
ابن عباس سے روایت ہے کہ سیدنا ثابت بن قیس کی بیوی، رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اللہ کے رسول! مجھے ثابت بن قیس کے اخلاق ودین کی وجہ سے ان سے کوئی شکایت نہیں البتہ میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔ رسول اللہ نے فرمایا: کیا تم ان کا دیا ہوا باغ واپس کر سکتی ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ رسول اللہ نے (ثابت سے) فرمایا: ''باغ قبول کر کے اس کو آزاد کر دو
جامع ترمذی 1185 میں ہے
ربیع بنت معوذ بن عفراء کہتی ہیں: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خلع لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایک حیض کی عدت گزاریں۔

---

[1] إذا طلق الرجل امرأته ثلاث طلقات متواليات، فيقع الطلاق ثلاثًا، ونقل الإجماع على ذلك جمع من أهل العلم• من نقل الإجماع:
1 - ابن المنذر (318 هـ) حيث قال: "وأجمعوا أن من طلق زوجته أكثر من ثلاث، أن ثلاثًا منه تحرمها عليه"
2 - ابن عبد البر (463 هـ) حيث قال: "أما وقوع الثلاث تطليقات مجتمعات بكلمة واحدة، فالفقهاء مختلفون في هيئة وقوعها كذلك، هل تقع للسنة أم لا؟ مع إجماعهم على أنها لازمة لمن أوقعها" (3). وقال أيضًا: ". . . وقوع الثلاث مجتمعات غير متفرقات، ولزومها، وهو ما لا خلاف فيه بين أئمة الفتوى بالأمصار، وهو المأثور عن جمهور السلف" وقال أيضًا: ". . . الطلاق الثلاث مجتمعات لا يقعن لسُنّة. . . وهم مع ذلك يلزمونه ذلك الطلاق، ويحرمون به امرأته، إلا بعد زوج، كما لو أوقعها متفرقات عند الجميع"
3 - ابن العربي (546 هـ) حيث قال: ". . . وليس معناه ما يتوهمه المبتدعة والجهّال من أن طلاق الثلاث إذا قالها الرجل في كلمة لا يلزم، وقد ضربت شرق الأرض وغربها، فما رأيت ولا سمعت أحدًا يقول ذلك إلا الشيعة الخارجين عن الإسلام"
4 - ابن هبيرة (560 هـ) حيث قال: "واتفقوا على أن الطلاق الثلاث بكلمة واحدة، أو بكلمات في حالة واحدة، أو في طهر واحد يقع، ولم يختلفوا في ذلك"
5 - الكاساني (587 هـ) حيث قال: "وروينا عن عمر -رضي الله عنه- أنه كان لا يؤتى برجل قد طلق امرأته ثلاثًا إلا أوجعه ضربًا، وأجاز ذلك عليه، وكانت قضاياه بمحضر من الصحابة -رضي الله عنهم-، فيكون إجماعًا منهم على ذلك"
6 - ابن قدامة (620 هـ) حيث قال: "وجملة ذلك أن الرجل إذا قال لامرأته: أنت طالق ثلاثًا، فهي ثلاث، وإن نوى واحدة، لا نعلم فيه خلافًا"
7 - القرطبي (671 هـ) حيث قال: "واتفق أئمة الفتوى على لزوم إيقاع الطلاق الثلاث في كلمة واحدة، وهو قول جمهور السلف"
8 - ابن جزي (741 هـ) حيث قال: "الطلاق الرجعي والبائن، فأما البائن، فهو في أربعة مواضع: وهي طلاق غير المدخول بها، وطلاق الخلع، والطلاق بالثلاث، فهذه الثلاثة بائنة اتفاقًا، . . . " وقال أيضًا: "وتنفذ الثلاث، سواء طلقها واحدة بعد واحدة اتفاقًا، أو جمع الثلاث في كلمة واحدة"
9 - قاضي صفد (بعد 780 هـ) حيث قال: "اتفق الأئمة على أن الطلاق في الحيض لمدخول بها، أو في طهر جامع فيه محرّم، إلا أنه يقع، وكذلك جمع الطلاق الثلاث يحرم ويقع"
10 - ابن حجر (852 هـ) حيث قال: "فالراجح في الموضعين تحريم المتعة، وإيقاع الثلاث للإجماع الذي انعقد في عهد عمر على ذلك، ولا يحفظ أن أحدًا في عهد عمر خالفه في واحدة منهما، وقد دل إجماعهم على وجود ناسخ، وإن كان خفي عن بعضهم قبل ذلك حتى ظهر لجميعهم في عهد عمر، فالمخالف بعد هذا الإجماع منابذ له، والجمهور على عدم اعتبار من أحدث الاختلاف بعد الاتفاق"

جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت ختم کرنے پر آئیں تو اب انہیں معروف کے مطابق روک رکھو ، یا معروف کے مطابق الگ کردو اور انہیں تکلیف دینے، ظلم وزیادتی کے لئے نہ روکو، جو بھی ایسا کرے اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اللہ کے احکام کا مذاق مت بناؤ اور اپنے اوپر اللہ کا احسان اور جو کتاب وحکمت اس نے نازل کی ہے اس کو یاد رکھو ، اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے۔ اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے (231) اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت پوری ہوجائے تو ان کو دوسرے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو جبکہ وہ آپس میں معروف کے مطابق نکاح کرنے پر راضی ہوں ۔ اس کی نصیحت کی جاتی ہے اس کو جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھے۔ یہ تمہارے لئے صاف پاکیزگی کی بات ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (232)

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (٢٣١) وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (٢٣٢)

[تفسیر آیۃ 231 تا 232]
سنن نسائی 3418 میں ہے

أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ أَبِي الْجَهْمِ قَالَ سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ تَقُولُ أَرْسَلَ إِلَيَّ زَوْجِي بِطَلَاقِي فَشَدَدْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَمْ طَلَّقَكِ فَقُلْتُ ثَلَاثًا قَالَ لَيْسَ لَكِ نَفَقَةٌ وَاعْتَدِّي فِي بَيْتِ ابْنِ عَمِّكِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ ضَرِيرُ الْبَصَرِ تُلْقِينَ ثِيَابَكِ عِنْدَهُ فَإِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُكِ فَآذِنِينِي مُخْتَصَرٌ

فاطمہ بنت قیس بیان کرتی ہیں کہ میرے خاوند نے مجھے طلاق لکھ بھیجی تو میں نے اپنے کپڑے پہنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی۔ آپ نے پوچھا: وہ تجھے کتنی طلاقیں دے چکا ہے؟'' میں نے کہا: تین۔ فرمایا: ''پھر تجھے خرچ وغیرہ نہیں ملے گا۔ تو اپنے چچازاد بھائی ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزار۔ وہ نابینا شخص ہے۔ تو اس کے ہاں کپڑے بھی اتار سکتی ہے۔ جب تیری عدت پوری ہو جائے تو مجھے اطلاع کرنا۔ یہ روایت مختصر ہے۔

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (٢٣٣) وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (٢٣٤)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں جب ارادہ ہو کہ مدت رضاعت مکمل ہو ، اور باپ کے ذمہ ہے ان کے رزق و لباس کا معروف کے مطابق انتظام کرنا ۔ کسی متنفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دی جاتی تو نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور اسی طرح بچے کے وارث کے ذمے انتظام ہے۔ اور اگر دونوں (یعنی ماں باپ) آپس کی رضامندی اور صلاح سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔ اور اگر تم اپنی اولاد کو (دائی سے) دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ تم دودھ پلانے والیوں کو معروف کے مطابق ان کا حق جو تم نے دینا کیا تھا دے دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے (233) اور جو لوگ تم میں فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو بیویاں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ اور جب (یہ) عدت پوری کر لیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں کہ یہ معروف کے مطابق کام (یعنی نکاح) کرلیں ۔ اور اللہ تمہارے عمل سے باخبر ہے (234)

[تفسیر آیۃ 233 تا 234]

عام حالات میں نومولود کے لئے مدت رضاعت دو سال ہے-انساب کے ماہر ابن حزم الأندلسي القرطبي (المتوفى: 456ھ) کتاب جمهرة أنساب العرب میں لکھتے ہیں

ومات إبراهيم قبل موت النبي صلى الله عليه وسلم، بأربعة أشهر؛ ودفن بالبقيع

اور ابراہیم پسر نبی کی وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چار ماہ پہلے ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے

یعنی ذیقعد میں 10 ہجری میں وفات ہوئی اور 11 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی- صحیح مسلم میں ہے: عمرو نے کہا: جب ابراہیم کی وفات ہوئی تو رَسُول اللہ صلی اللہ عَلَيۡہِ وَسلم نے کہا: بے شک ابراہیم میرا بیٹا ہے اور وہ دودھ پیتے بچے کی عمر میں مرا ہے اور بے شک اس کے لئے دودھ پلانے والی ہے جو جنت میں اس کی رضاعت پوری کرائے گی یعنی مومن بچے کے لئے عقیدہ یہ تھا کہ اس کی روح فورا جنت میں جاتی ہے جہاں اس کو ایک ایسا جسم ملتا ہے جو دودھ پی سکتا ہے

عربوں میں دائیوں سے دودھ پلانے کا رواج بھی تھا- صحیح بخاری کتاب النکاح میں ایک روایت 5101 میں راوی عروہ بن زبیر کہتے ہیں

وثُوَيْبَةُ مَوْلاَةٌ لِأَبِي لَهَبٍ: كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا، فَأَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ، قَالَ لَهُ: مَاذَا لَقِيتَ؟ قَالَ أَبُو لَهَبٍ: لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هَذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ

اور ثُوَيْبَةُ ابولهب کی لونڈی تھیں جن کو ابولهب نے آزاد کیا پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کی جب ابولهب مر گیا تو اس کے بعض گھر والوں نے اس سے پوچھا کیا حال ہے اس نے کہا جب سے تم کو چھوڑا ہے صرف انگلی برابر پلایا جاتا ہوں جس سے ثُوَيْبَةَ کو آزاد کیا تھا

ابولهب نے ثُوَيْبَةَ کو رسول اللہ کو دودھ پلانے پر آزاد کیا تھا- اگر ماں کے علاوہ کوئی دودھ پلائے تو وہ رضاعی ماں بن جائے گی البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کتنی بار پلانے پر ایسا ہو گا- موطا امام مالک کی روایت ہے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "كَانَ فِيمَا أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى مِنَ الْقُرْآنِ: عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ، ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ، فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُنَّ مِمَّا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ

امام مالک نے خبر دی انکو عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ نے خبر دی انکو عمرہ نے انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ اللہ نے قرآن میں پہلے یہ نازل کیا تھا کہ دس رضعات سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔(دس بار دودھ پینے سے)۔ پھر اسے پانچ رضعات سے منسوخ کر دیا گیا۔اور جب رسول اللہ کی وفات ہوئی تو یہ الفاظ قرآن میں قرات کئے جا رہے تھے

امام مالک کی سند سے یہ صحیح مسلم، سنن النسائی، سنن ابی داود وغیرہ میں روایت ہوئی ہے صرف امام بخاری نے اس کو درج نہیں کیا ہے- فقہاء کی ایک جماعت اس روایت کو صحیح کہتی اور دلیل لیتی ہے اور ایک جماعت رد کرتی ہے اسی طرح اہل تشیع بھی اس کو رد کرتے ہیں

كتاب الأباطيل والمناكير والصحاح والمشاهير از الجورقاني (المتوفى: 543ھ) کے مطابق

وَقَدْ أَخَذَ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَوْمٌ مِنَ الْفُقَهَاءِ مِنْهُمْ: الشَّافِعِيُّ وَإِسْحَاقُ وَغَيْرُهُمَا، وَجَعَلُوا الْخَمْسَ حَدًّا بَيْنَ مَا يُحَرِّمُ وَبَيْنَ مَا لَا يُحَرِّمُ

اور اس حدیث کے فقہاء کی ایک قوم نے اخذ کیا ہے جن میں شافعی اور اسحاق اور دیگر ہیں کہ پانچ بار کی حد ہے جس سے حرمت اور غیر حرمت ہوتی ہے-یعنی شوافع میں پانچ بار دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ہو جائے گی- کتاب مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه از أبو يعقوب المروزي الكوسج (المتوفى: 251ھ) کے مطابق امام احمد کہتے تھے ان ذهب ذاهب إلى خمس رضعات لم أعبه اگر وہ پانچ رضعات تک جائے تو کوئی عیب نہیں ہے- لیکن بعد میں حنابلہ میں اس مسئلہ میں کئی رائے ہوئیں مثلا ابن قدامہ کتاب الهادي يا عمدة الحازم میں کہتے ہیں وَاخْتَلَفَ أَصْحَابُنَا فِي حَدِّ الرَّضْعَةِ اور ہمارے اصحاب کا حد رضاعت میں اختلاف ہے- امام مالک کے بیان کردہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر کے نیچے موطا میں لکھا ہے وليس العمل على هذا اور اس پر (مسلمانوں کا) عمل نہیں ہے-

شعيب الأرنؤوط کتاب الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان میں اس روایت کی تعلیق میں لکھتے ہیں

قال الإمام البغوي في (شرح السنة) 9/81: اختلف أهل العلم فيما تثبت به الحرمة من الرضاع، فذهب جماعة من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم

وغيرهم إلى أنه لاتثبت بأقل من خمس رضعات متفرقات، وبه كانت تفتي عائشة وبعض أزواج النبي صلى الله عليه وسلم، وهو قول عبد الله بن الزبير، وإليه ذهب الشافعي وإسحاق، وقال أحمد: إن ذهب ذاهب إلى قول عائشة في خمس رضعات، فهو مذهب قوي، وذهب أكثر أهل العلم على أن قليل الرضاع وكثيره محرّم، يروى ذلك عن ابن عباس، وابن عمر، وبه قال سعيد بن المسيّب، وعروة بن الزبير، والزهري، وهو قول سفيان الثوري، ومالك، والأوزاعي، وعبد الله بن المبارك، ووكيع، وأصحاب الرأي، وذهب أبو عبيد، وأبو ثور، وداود إلى أنه لا يحرم أقل من ثلاث رضعات، لقوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لاتحرّم المصّة ولا المصتان"، ويحكى عن بعضهم أن التحريم لايقع بأقل من عشر رضعات، وهو قول ش

امام البغوي شرح السنة میں کہتے ہیں اہل علم کا اختلاف ہے کہ حرمت رضاعت میں کیا ثابت ہے پس ایک اصحاب رسول کی جماعت کا اور دیگر کا مذھب ہے کہ پانچ مختلف رضعات سے کم بار پر حرمت ثابت نہیں ہوتی اور اسی پر عائشہ اور بعض ازواج نبی فتوی دیتیں تھیں اور یہی قول ہے عبد اللہ بن زبیر کا اور اس پر مذھب ہے شافعی کا اسحاق کا اور امام احمد کہتے ہیں اگر میں جاؤں تو قول عائشہ پر جاؤں گا کہ حرمت پانچ رضعات پر ہے اور یہ مذھب قوی ہے اور اکثر اہل علم کا مذھب ہے کہ چاہے کم ہو یا زیادہ حرمت ہو جاتی ہے جو روایت کیا جاتا ہے ابن عباس وابن عمر سے اور ایسا ہی سعید بن مسیب اور عروہ نے امام الزہری نے کہا یہ قول ہے سفیان ثوری کا مالک کا الاوزاعی کا عبد اللہ بن مبارک کا وکیع کا اصحاب رائے کا — ابو عبید، ابو ثور اور داود کا مذھب ہے کہ حرمت نہیں ہوتی تین رضعات سے کم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق ایک دو بار چوسنے پر حرمت نہیں ہے اور بعض کی طرف سے بیان کیا گیا ہے کہ دس رضعات سے کم پر حرمت نہیں ہوتی اور یہ قول شاذ ہے

بعض احناف متقدمین کے نزدیک عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح مسلم کی روایت معلول ہے اور کتاب شرح مشکل الآثار میں امام ابو جعفر طحاوی کہتے ہیں

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: وَهَذَا مِمَّنْ لَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَاهُ كَمَا ذَكَرْنَا غَيْرَ عَبْدِ [ص:312] اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ عِنْدَنَا وَهْمٌ مِنْهُ , أَعْنِي: مَا فِيهِ مِمَّا حَكَاهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا , أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ مِمَّا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ ; لِأَنَّ ذَلِكَ لَوْ كَانَ كَذَلِكَ لَكَانَ كَسَائِرِ الْقُرْآنِ , وَلَجَازَ أَنْ يُقْرَأَ بِهِ فِي الصَّلَوَاتِ , وَحَاشَ لِلَّهِ أَنْ يَكُونَ كَذَلِكَ , أَوْ يَكُونَ قَدْ بَقِيَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا لَيْسَ فِي الْمَصَاحِفِ الَّتِي قَامَتْ بِهَا الْحُجَّةُ عَلَيْنَا , وَكَانَ مَنْ كَفَرَ [ص:313] بِحَرْفٍ مِمَّا فِيهَا كَافِرًا , وَلَكَانَ لَوْ بَقِيَ مِنَ الْقُرْآنِ غَيْرُ مَا فِيهَا لَجَازَ أَنْ يَكُونَ مَا فِيهَا مَنْسُوخًا لَا يَجِبُ الْعَمَلُ بِهِ , وَمَا لَيْسَ فِيهَا نَاسِخًا يَجِبُ الْعَمَلُ بِهِ , وَفِي ذَلِكَ ارْتِفَاعُ وُجُوبِ الْعَمَلِ بِمَا فِي أَيْدِينَا , مِمَّا هُوَ الْقُرْآنُ عِنْدَنَا , وَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْ هَذَا الْقَوْلِ وَمِمَّنْ يَقُولُهُ.

امام طحاوی کہتے ہیں؛ اور ہم نہیں جانتے اس کو کسی نے روایت کیا ہو سوائے عبد اللہ بن ابی بکر کے اور یہ انکا وہم ہے — کافی ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے حکایت کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور وہ قرآن میں جو تھا اس کی تلاوت کرتے تھے اور اگر ایسا (کچھ قرآن میں) ہوتا تو تمام قرآن (کے نسخوں) میں ایسا ہوتا اور جائز ہوتا کہ اس کو پنج وقتہ نماز میں بھی پڑھا جائے اور حاشا للہ ایسا نہیں ہے اور .... اور جو اس کے ایک حرف کا بھی انکار کرے کافر ہے اور اگر قرآن میں جو باقی ہے یہ سب نہیں ہے تو یہ (عمل) منسوخ ہے اس پر عمل نہیں رہا اور اس میں جو ناسخ ہے اس پر عمل واجب ہے اور اس بات سے اس قرآن پر جو ہاتھوں میں ہے عمل اٹھ جاتا ہے اور ہم اللہ سے اس قول پر پناہ مانگتے ہیں اور جو بھی ایسا کہے

یعنی امام طحاوی اور احناف متقدمین سرے سے اس روایت کو صحیح ہی نہیں سمجھتے۔[1] صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے وہ

[1] شعيب الأرنؤوط كتاب الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان میں اس روایت کی تعلیق میں لکھتے ہیں

بیان کرتی ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے تو میرے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا عائشہ یہ کون ہے؟ تو میں نے عرض کیا: یہ میرا رضاعی بھائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ دیکھو کہ تمہارے بھائی کون ہیں، کیونکہ رضاعت بھوک سے ہوتی ہے

رضاعت کی شرائط بچے کی دو سال کے عمر کے اندر کی ہے اس کے بعد ممکن نہیں ہے یہی فتویٰ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مصنف عبد الرزاق میں بیان ہوا ہے

وقول عائشة: فَتُوُفِّيَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ فيما يقرأ في القرآن: أرادت به قرب عهد النسخ من وفات رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كان بعض من لم يبلغه النسخ يقرؤه على الرسم الأول، لأن النسخ لا يتصور بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويجوز بقاء الحكم مع نسخ التلاوة كالرجم في الزنى حكمه باق مع ارتفاع التلاوة في القرآن، لأن الحكم يثبت بأخبار الآحاد، ويجب العمل به، والقرآن لا يثبت بأخبار الآحاد، فلم يجز كِتبته بين الدفتين

اور عائشہ کا قول : پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور یہ قرآن میں تلاوت کی جاتی تھیں تو انکا مقصد ہے کہ وفات النبی سے قبل اس دور میں جب نسخ کا دور تھا یہاں تک کہ بعض کو انکی منسوخیت نہیں پہنچی تو وہ اس کو رسم اول پر کی تلاوت کرتے رہے کیونکہ نسخ کا تصور رسول اللہ کے بعد متصور نہیں ہے اور یہ جائز ہے کہ حکم باقی رہے اور تلاوت منسوخ ہو جائے جیسے کہ رجم میں ہوا کہ اس کا حکم باقی ہے اور تلاوت قرآن میں سے اٹھ گئی ہے کیونکہ حکم ثابت ہے اخبار احاد سے اور اس پر عمل واجب ہے اور قرآن اخبار احاد سے ثابت نہیں ہوتا لہذا اس حکم کا دفتین میں لکھنا جائز نہیں

شعیب الأرنؤوط نے اس کے برعکس اس روایت کو صحیح کہا ہے اور اس کی تاویل کی ہے- اہل تشیع کے نزدیک روایت کی حیثیت کمزور ہے - کتاب الخلاف - الطوسي - ج 5 - ص 97 - 98 کے مطابق

. وروي عن النبي عليه السلام أنه قال : الرضاعة من المجاعة يعني : ما سد الجوع . وقال عليه السلام : الرضاع ما أنبت اللحم وشد العظم . وروى سفيان بن عيينة ، عن هشام بن عروة ، عن أبيه ، عن عبد الله بن الزبير : أن النبي عليه السلام قال : لا تحرم المصة ولا المصتان ولا الرضعة ولا الرضعتان . وروي عن عائشة أنها قالت : كان فيما أنزل الله في القرآن أن عشر رضعات معلومات يحرمن ، ثم نسخن بخمس معلومات ، فتوفي رسول الله صلى الله عليه وآله وهي مما يقرأ من القرآن . ووجه الدلالة أنها أخبرت أن عشر رضعات كان فيما أنزله ، وقولها : (ثم نسخن بخمس رضعات) قولها ، ولا خلاف أنه لا يقبل قول الراوي أنه نسخ ‹ صفحة 98 › كذا لكذا إلا أن يبين ما نسخه ، لينظر فيه هل هو نسخ أم لا ؟

اور روایت کیا گیا ہے نبی علیہ السلام سے کہ رضاعت المجاعة میں ہے یعنی بھوک مٹانے پر اور آپ علیہ السلام نے فرمایا رضاعت ہے جس پر گوشت پنپے اور ہڈی مظبوط ہو اور سفیان بن عيينة ، عن هشام بن عروة ، عن أبيه ، عن عبد الله بن الزبير سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا حرمت نہیں ہوتی ایک دو بار چوسنے سے اور عائشہ سے روایت ہے انہوں نے کہا اللہ نے قرآن میں پہلے یہ نازل کیا تھا کہ دس رضعات سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ (دس بار دودھ پینے سے)۔ پھر اسے پانچ رضعات سے منسوخ کر دیا گیا۔ اور جب رسول اللہ کی وفات ہوئی تو یہ الفاظ قرآن میں قراءت کئے جا رہے تھے اور وجہ دلیل یہ ہے کہ دس بار پلانے کی آیت نازل ہوئی تھی اور ان کا قول کہ پھر پانچ سے منسوخ ہوئی اور اس میں اختلاف نہیں کہ راوی کا قول قبول نہیں کیا جائے گا جب وہ کہے یہ اور یہ منسوخ ہے اور واضح نہ کرے کہ کیا نسخ ہے کہ دیکھیں کہ کیا یہ منسوخ تھا بھی یا نہیں

یعنی اہل تشیع اس عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو قبول ہی نہیں کرتے - ان کے ہاں کوئی حد رضاعت پر نہیں ملتی

اورتم پر اس میں گناہ نہیں ہے کہ ان عورتوں کو
پیغام نکاح پیش کرو یا اس (خواهش) کو دل میں
چھپا رکھو ، اللہ جانتا ہے کہ تم ان عورتوں کو یاد
کرو گے ھاں مگر ان سے خفیہ وعدے نہ کرتے پھرنا
الا یہ کہ تم صرف وہ بات کہو جو معروف ہے اور
جب تک مدت عدت پوری نہ ہو جائے نکاح کا
ارادہ نہ کرنا۔ اور جان رکھو کہ جو کچھ تمہارے
دلوں میں ہے اللہ کو معلوم ہے- اسی سے ڈرتے
رھو اور جان رکھو کہ اللہ معاف کرنے والا بردبار
ہے (235) اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم (اپنی
منکوحہ)عورتوں کو چھونے یا مہر مقرر کرنے سے
قبل طلاق دے دو (اس صورت میں) اُنہیں مال
و متاع دو ، خوش حال اپنی استطاعت کے مطابق
اور غریب اپنی استطاعت کے مطابق معروف طریقہ
سے - یہ حق ہے احسان کرنے والوں پر (236) اور
اگر تم (اپنی منکوحہ)عورتوں کو چھونے سے قبل
طلاق دے دو جبکہ تم ان سے فریضہ مہر طے کر
چکے تھے تو پس اب اس مہر کا نصف دو الا یہ کہ
یہ (عورت) مہر معاف کر دے یا وہ معاف کرے
جس کے ھاتھ میں عقد نکاح ہے - اور اگر معاف
کرو تو یہ تقوی کے قریب ہے اور آپس میں اللہ کے
فضل کو مت بھولنا - بے شک اللہ دیکھ رہا ہے
جو تم کرتے ہو (237) اور نمازوں کی حفاظت
کرو ، اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لئے ادب کے
ساتھ (نماز میں) قیام کرو (238) پس اگر خوف
زدہ ہو تو پیدل یا سواری پر ھی ھی (نماز پڑھ لو) پھر
جب امن ہو تو اللہ کو یادکیا کرو جیسا اس نے تمہیں
سکھایا ، جو تم نہ جانتے تھے (239)

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ
أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَكِنْ لَا
تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا
عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ
يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ
(٢٣٥) لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ
أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ
وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ
(٢٣٦) وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ
فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ
يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى
وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (٢٣٧)
حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ
قَانِتِينَ (٢٣٨) فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ
فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (٢٣٩)

[تفسیر اٰیۃ 235 تا 239]

آیت کے الفاظ الذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کا عقد ہے- اس پر اختلاف ہے کہ یہاں کون مراد ہے- بعض کا کہنا ہے کہ یہ عورت کا ولی ہے جو کنواری کا باپ ہے

یہ قول امام مالک سے منسوب ہے

قال مالک: ”وذلک أن اللہ تبارک وتعالى قال في کتابہ إلا أن یعفون [البقرة: 237] فھن النساء اللاتي قد دخل بھن أو یعفو الذي بیدہ عقدة النکاح [البقرة: 237] فھو الأب في ابنتہ البکر والسید في أمتہ

یہ قول حسن بصری، امام زہری اور دیگر کا بھی ہے

ابن سیرین قال: الذي بیدہ عقدة النکاح الزوج

ابن سیرین کا کہنا ہے کہ یہ شوہر ہے

یہی قول ابن عباس، مجاہد، سعید بن المسیب، مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ، نافع، سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، شافعی وغیر ہم کا ہے اور ایسا ہی قول علی رضی اللہ عنہ سے بھی آیا ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ، ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ، ثنا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، ثنا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، ثنا عِيسَى بْنُ عَاصِمٍ، عَنْ شُرَيْحٍ، قَالَ: «سَأَلَنِي عَلِيٌّ عَنِ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ؟» قُلْتُ: «هُوَ الْوَلِيُّ» قَالَ: «لَا، بَلْ هُوَ الزَّوْجُ»

امام زہری سے منسوب قول ہے

إِنْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ مَالِكَةً أَمْرَهَا فَهِيَ تَعْفُو، وَإِنْ كَانَتْ بِكْرًا فَالَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ أَبُوهَا يَعْفُو

اگر عورت اپنے امور کی مالک ہے تو وہ معاف کرے گی اور اگر کنواری ہے تو عقد نکاح اس کے باپ کے پاس ہے وہ معاف کرے گا

جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں (وہ مرنے سے قبل) وصیت کر جائیں کہ ان کی بیویوں کو سال بھر تک (ان کے مال سے) فائدہ اٹھانے دیا جائے اور ان کو گھر سے نہ نکالا جائے، البتہ اگر وہ خود چلی جائیں تو پھر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنے لئے معروف کے مطابق کریں، اللہ تعالیٰ غالب اور حکیم ہے (240) اِسی طرح جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو، انہیں بھی معروف کے مطابق دیا جائے یہ حق ہے متقیوں پر (241) اس طرح اللہ اپنی آیات واضح کرتا ہے شاید کہ تم عقل لو (242)

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (٢٤٠) وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (٢٤١) كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (٢٤٢)

[تفسیر آیۃ 240 تا 242]

الناسخ والمنسوخ از أبو جعفر النَّحَّاس أحمد بن محمد بن إسماعيل بن يونس المرادي النحوي (المتوفى: 338ھ) کے مطابق

قَالَ جَلَّ وَعَزَّ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا [البقرة: 234] الْآيَةَ، أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ عَلَى أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَاسِخَةٌ لِقَوْلِهِ جَلَّ وَعَزَّ: وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ [البقرة: 240]

سورہ بقرہ کی آیت 240 منسوخ ہے اور اور ناسخ آیت اس سے قبل 234 ہے- پہلے حکم تھا کہ دوران عدت عورت کو نفقہ ملتا تھا اور اس کا وراثت میں حصہ نہ تھا بعد میں آیت میراث میں عورت کا حصہ مقرر کر دیا گیا اور نفقہ ختم ہو گیا

قرآن میں دو مقام پر ایسا ہے کہ ناسخ آیت، منسوخ حکم سے پہلے درج ہے- ایک سورہ بقرہ میں اور دوسری سورہ الاحزاب میں

صحیح بخاری حدیث 4530 ہے

حَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ حَبِيبٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا قَالَ قَدْ نَسَخَتْهَا الْآيَةُ الْأُخْرَى فَلِمَ تَكْتُبُهَا أَوْ تَدَعُهَا قَالَ يَا ابْنَ أَخِي لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْهُ مِنْ مَكَانِهِ

عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان بن عفان سے عرض کی: آیت کریمہ: وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا۔ اسے دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے، لہٰذا تم اسے قرآن میں کیوں لکھ رہے ہو یا اس کو قرآن میں کیوں لا رہے ہو؟ عثمان نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! میں قرآن میں سے کوئی چیز اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کروں گا۔

بعض کا قول ہے کہ قول نبی نے اس آیت کو منسوخ کر دیا ہے- کتاب الناسخ والمنسوخ از أبو جعفر النَّحَّاس أحمد بن محمد بن إسماعيل بن يونس المرادي

النحوي (المتوفى: 338ھ) میں ہے

وَقَدْ قَالَ قَوْمٌ: إِنَّ قَوْلَهُ جَلَّ وَعَزَّ وَالذين يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ [البقرة: 240] مَنْسُوخٌ بِالْحَدِيثِ: «لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ آیت سورہ بقرہ 240 منسوخ ہے قول النبی وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں سے

کتاب قلائد المرجان في بيان الناسخ والمنسوخ في القرآن از مرعی بن یوسف بن أبي بكر بن أحمد الكرمى المقدسي الحنبلى (المتوفى: 1033ھ) میں ہے

فَقَالَ الْمُجِيز إِن قَوْلَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لَا وَصِيَّة لوَارث نَاسخ لقَوْله تَعَالَى الْوَصِيَّة للْوَالِدين الْآيَة

اس میں اختلاف ہے کہ آیت 240 کیسے منسوخ ہوئی کتاب بیان الناسخ والمنسوخ از الشنقيطي میں ہے وقيل: بحديث: ''لا وصية لوارث''، وقيل: بالإجماع. حكاه ابن العربي کہا جاتا ہے حدیث لا وصية لوارث سے ہوئی اور کہا جاتا ہے اجماع سے ہوئی اور اس کا ذکر مفسر ابن العربي نے کیا

راقم کہتا ہے کہ قول النبی سے کلام اللہ کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا [1]

---

[1] روایت وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں مخدوش اسناد سے مروی ہے -سنن ابن ماجہ میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخبرنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ خَارِجَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - خَطَبَهُمْ .... "إِنَّ اللَّهَ قَسَمَ لِكُلِّ وَارِثٍ نَصِيبَهُ مِنَ الْمِيرَاثِ، فَلَا يَجُوزُ لِوَارِثٍ

سند میں شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ مجروح راوی ہے

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا شُرَحْبِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيُّ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ، عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: "إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ"

سند میں شرحبيل بن مسلم ہے جو امام ابن معين کے نزدیک ضعيف ہے

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ شَابُورَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: إِنِّي لَتَحْتَ نَاقَةِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَسِيلُ عَلَيَّ لُعَابُهَا، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: "إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، أَلَا لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ

اس کی سند میں ایک شامی راوی سعید بن أبي سعيد الساحلي ہے جو مجهول الحال ہے

کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے حالانکہ وہ ہزاروں تھے پھر اللہ نے ان (کے اجسام) سے کہا : مرجاؤ ، پھر انہیں (واپس) زندہ کیا ، شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ھے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے (243) اور اللہ کی راہ میں لڑو اور جان لو کہ بے شک اللہ (سب) سننے والا جاننے والا ھے (244) کون ھے جو اللہ کو قرض حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے اس کو کئی گنا زائد حصے دے ۔ اور اللہ ھی روزی کو تنگ کرتا اور (اللہ ھی) رزق کشادہ کرتا ھے اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے (245)	أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ (٢٤٣) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (٢٤٤) مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (٢٤٥)

[تفسیر اٰیۃ 243 تا 245]

گزشتہ امتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ وہ موت کے خوف سے ایسے سراسیما ہوئے کہ جنگ کے لئے تیار ہی نہ تھے۔اللہ تعالی نے ان کو اس حالت میں موت دی اور پھر زندہ کیا اور ان کو احساس دلایا کہ وہ واپس مر کر اللہ ہی کے پاس پہنچیں گے لہذا جہاد سے ان کا فرار بے معنی ہے

کیا تم نے بنی اسرائیل کے سرداروں کو موسیٰ کے بعد نہیں دیکھا، جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دو تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں، نبی نے کہا کہیں ایسا تو نہیں ہو گا کہ اگر تمہیں لڑائی کا حکم دیا جائے تو تم اس وقت نہ لڑو؟ انہوں نے کہا ہم اللہ کی راہ میں کیوں نہیں لڑیں گے حالانکہ ہمیں اپنے گھروں سے نکالا گیا اپنے بیٹوں سے دور کر دیا گیا ہے، پھر جب انہیں لڑائی کا حکم ہوا تو سوائے چند کے سب پھر گئے، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ (246) ان کے نبی نے ان سے کہا بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے، انہوں نے کہا اس کی حکومت ہم پر کیسے ہو سکتی ہے جبکہ ہم سلطانی کے زیادہ مستحق ہیں اور (طالوت کا حال تو دیکھو) اس کے مال میں فراوانی تک نہیں ، نبی نے کہا بے شک اللہ نے اسے تم پر منتخب کیا ہے اور اسے علم اور جسم میں فراخی دی ہے، اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دیتا ہے، اور اللہ بہت وسیع علم والا ہے۔ (247) اور ان کے نبی نے کہا کہ طالوت کی بادشاہی کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ تابوت (صندوق) واپس آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت (اطمینان) ہے، اور باقیات اولاد موسیٰ اور باقیات اولاد ہارون ہیں ، اس صندوق کو فرشتے اٹھا لائیں گے، بے شک اس میں تمہارے لیے نشان ہے اگر تم ایمان والے ہو۔ (248)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ (٢٤٦) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (٢٤٧) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (٢٤٨)

پس جب طالوت لشکر لے کر نکلا، اس نے کہا
بے شک اللہ نہر سے تمہاری آزمائش کرے گا،
جس نے نہر کا پانی پیا تو وہ میرا ساتھی نہیں اور
جس نے اسے نہ پیا تو وہ بےشک میرا ساتھی ہے،
الا یہ کہ کوئی اپنے ہاتھ سے ایک ادھ چلو بھر لے
(تو اسے معاف ہے)، پھر ان میں سے سوائے چند
کے سب نے نہر کا پانی پی لیا، پھر جب طالوت اور
ایمان والے اس کے ساتھ پار ہوئے تو کہنے لگے آج
ہم میں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی
طاقت نہیں، تب جن لوگوں کو گمان تھا کہ انہیں
اللہ سے ملنا ہے انہوں نے کہا : کتنی ہی بار بڑے
گروہ پر ایک چھوٹا گروہ اللہ کے حکم سے غالب آ
جاتا ہے، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔
(249) اورجب جالوت اور اس کی فوجوں سے امنا
سامنا ہوا تو کہا اے رب ہمارے اوپر صبر انڈیل
دے اور ہمارے قدم جما دے اور کافروں پر ہماری
مدد کر۔ (250) پھر اللہ کے حکم سے مومنوں نے
جالوت کے لشکروں کو شکست دی اور داؤد نے
جالوت کو مار ڈالا، اور اللہ نے سلطنت و حکمت
داؤد کو دی اور جو چاہا اسے سکھایا، اور اگر اللہ
بعض کو بعض کے ذریعے سے دفع نہ کرتا تو زمین
پر فساد ہی ہوتا رہتا لیکن اللہ جہان والوں پر بہت
مہربان ہے۔ (251) یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم تمہیں
حق کے ساتھ سنا رہے ہیں، اور بے شک تم (اے
محمد) رسولوں میں سے ہو۔ (252)

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ
فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي
إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ
فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ
بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو اللَّهِ كَمْ
مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ
(٢٤٩) وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ
عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ
(٢٥٠) فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ
اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ
بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ
عَلَى الْعَالَمِينَ (٢٥١) تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ
وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ (٢٥٢)

[تفسیر آیۃ 246 تا 252]

ان آیات میں ایک خصوصی واقعہ کی خبر دی جارہی ہے کہ ایک موقعہ پر موسیٰ علیہ السلام کے بعد، داود علیہ السلام کی نبوت سے قبل کے دور میں بنی اسرائیل کوان کے دشمنوں نے ان کے علاقے سے بے دخل کر دیا- ان کوان کے گھروں سے نکال دیا اور بچوں کو غلام بنالیا گیا- اس وقت بنی اسرائیل کو خیال آیا کہ ہم 12 قبائل پر اگر ایک ہی شخص کی حکومت ہو تو ہم سب متحد ہوں گے اور دشمن ہم پر غالب نہ آسکے گا لیکن ہم قبائل کے سرداروں میں سے کوئی ایک بادشاہ مقرر کون مقرر کرے گا؟ اس سوال پر طے پایا کہ یہ فیصلہ نبی پر چھوڑ دیتے ہیں جو اس دور کے تھے- قرآن وحدیث میں ان

نبی کا نام نہیں آیا البتہ بائبل کی کتب میں ان کا نام سیموئیل بتایا گیا ہے- سیموئیل نے کہا کہ اس کا فیصلہ اللہ کرے گا اور اللہ نے حکم دیا کہ ایک غیر سردار آدمی طالوت کو بادشاہ کیا جاتا ہے- یہ سننا تھا کہ سردار سٹپٹا گئے کہ بادشاہ تو ہم سرداروں میں سے مقرر ہونا تھا لہذا انہوں نے اس پر تنقید کی کہ طالوت کے پاس کیا ہے- نہ اس کے پاس سرداری ہے نہ دولت ہے، غریب آدمی ہے- ان کے نبی نے کہا کہ طالوت کو علم وجسمانی قوت ملی ہے جو جنگ کے لئے درکار ہے- جنگی حکمت عملی اور جسم کی قوت سے ہی جنگ جیتی جا سکتی ہے- بہر حال سرداروں کو ماننا پڑا کہ طالوت ان کا بادشاہ ہو

اس قصہ کو خاص واقعہ سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ عموم سے ہٹ کر ہے- اس واقعہ کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی بھی اسطرح بادشاہ مقرر نہ ہوا کہ اس کے لئے الوحی کی گئی ہو بلکہ سلیمان علیہ السلام کے بعد سے عیسیٰ علیہ السلام تک کسی کو الوحی کے تحت بادشاہ مقرر نہیں کیا گیا

بائبل میں ہے کہ دشمن کے علاقے میں وبا پھوٹ پڑی اور انہوں نے تابوت کو منحوس سمجھ کر اس کو بیل گاڑی پر لاد دیا اور بنی اسرائیل کی طرف ہانک دیا[1]

سن 300 ہجری تک کسی شیعہ کو نہ سوجھا کہ قصہ طالوت کو امامت علی کی دلیل پر پیش کرے- اس کی کوئی دلیل نہ شروع کی تفسیر قمی میں ہے نہ روایات کی کتاب الکافی میں ہے- البتہ متاخرین شیعہ مثلا مجلسی وغیرہ نے اس قصہ طالوت کو عقیدہ امامت سے جوڑا ہے اور دلیل لی ہے امام کا مقرر کرنا من جانب اللہ ہے جبکہ اس کی نہ قران میں کوئی دلیل ہے نہ صحیح احادیث میں کوئی دلیل ہے

[1] اهل تشیع کی کتاب الکافی میں روایت ہے
عنه، عن أحمد بن محمد، عن الحسين بن سعيد، عن فضالة بن أيوب، عن يحيى الحلبي، عن عبدالله بن سليمان، عن أبي جعفر (ع) أنه قرأ " أن آية ملكه أن يأتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم وبقية مما ترك آل موسى وآل هارون تحمله الملائكة "؟ قال: كانت تحمله في صورة البقرة
گائے کی شکل کے فرشتے تابوت کو اٹھا لے آئے

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَٰكِنِ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ (٢٥٣) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ (٢٥٤)

یہ رسول ھیں جن میں سے بعض کو بعض پر ھم نے فضیلت دی ، ان میں سے کچھ ایسے ھیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجات کو بلند کیا اور عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور روح القدس سے اس کی مدد کی اور اگر اللہ چاھتا تو بعد اس کے کہ ان کے پاس صاف حکم پہنچ چکے تھے لوگ آپس میں ان رسولوں (کی وفات) کے بعد نہ لڑتے لیکن ان میں اختلاف ھوا پھر کوئی ان میں ایمان والا ھوا تو کوئی کافر ھوا اور اگر اللہ چاھتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ جو چاھتا ھے کرتا ھے (253) اے ایمان والو جو رزق ھم نے تم کو دیا ھے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے پہلے انفاق کرو جس میں نہ سودا ھو گا اور نہ دوستی اور نہ سفارش ھو سکے گی اور کفر کرنے والے لوگ ظالم ھیں (254)

[تفسیر آیۃ 253 تا 254]

انبیاء کو ایک دوسرے کا مددگار کہا گیا ہے- غلام تو یہ صرف اللہ کے ہیں- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جب جنت میں انبیاء سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا اور عبد صالح کہا مالک یا آقا نہیں کہا- فرشتے بھی اللہ کے غلام ہیں—رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے موقعوں پر فرشتوں کو پہچان نہ سکے، یہاں تک کہ ان کو خبر دی گئی کہ یہ فرشتے ہیں مثلا خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو شخص آ کر لے گئے ان کو بہشت میں ان کا مقام دکھایا گیا- آخر میں بتایا گیا کہ یہ جبریل اور یہ میکایل ہیں- غلام کے لئے جائز نہیں کہ آقا کو اپنے اپ کو ظاہر نہ کرے ظاہر ہے یہ سب بحکم الہی ہوا جس کے سب غلام ہیں

سرور کا مطلب سردار ہے اور کائنات کا بادشاہ کون ہے سوائے اللہ کے ؟ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حَدَّثَنَا أَبُو اليَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَخْنَى الأَسْمَاءِ يَوْمَ القِيَامَةِ عِنْدَ اللَّهِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الأَمْلاَكِ

قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے برے نام والا وہ شخص ہے جس کا نام شہنشاہ رکھا جائے

لیکن آج تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہنشاہ سے بھی بڑھا کر کائنات کا سردار کہا جا رہا ہے- کہنے والے کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سید کا لفظ حدیث میں آیا ہے-

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مسلم: 2278

ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن بنی آدم کا سید (سردار) ہوں۔

لہذا ان کو کائنات کا سردار کہا جا سکتا ہے۔ لیکن کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کہا کہ جس نے کہا کہ میں یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں وہ جھوٹا ہے۔ انبیاء میں یونس علیہ السلام وہ نبی تھے جو اپنی ایک بات کی وجہ سے مچھلی کے پیٹ میں پھنس گئے لہذا اگر انبیاء میں کسی پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہوتا تو وہ یونس علیہ السلام تھے اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص ان کا ذکر کر کے یہ کہا اسی طرح سرور کونین، سرور دو عالم، سرور لولاک کہنا بھی صحیح نہیں۔ یہ کہنا اللہ کی تمکنت میں کسی اور کو شریک کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اللہ ملک الناس ہے یعنی انسانوں کا بادشاہ

سنن دارمی حدیث 50 میں ہے باب مَا أُعْطِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْفَضْلِ.

- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَنْبَأَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ، قَالَ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ فَضَّلَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَعَلَى أَهْلِ السَّمَاءِ، فَقَالُوا: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ: بِمَ فَضَّلَهُ عَلَى أَهْلِ السَّمَاءِ؟ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ قَالَ لِأَهْلِ السَّمَاءِ: وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهٌ مِنْ دُونِهِ فَذَلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ وَقَالَ اللَّهُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ الْآيَةَ، قَالُوا: فَمَا فَضْلُهُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ؟ قَالَ: قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ الْآيَةَ، وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ الْآيَةَ، فَأَرْسَلَهُ إِلَى الْجِنِّ وَالْإِنْسِ

عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کیا کہ ابن عباس نے کہا اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء اور آسمان والوں پر فضیلت دی ہے۔ پس شاگرد کہنے لگے اے ابن عباس کس بنا پر آسمان والوں پر فضیلت دی؟ ابن عباس نے کہا اللہ نے قرآن میں آسمان والوں پر کہا ہے تم میں سے جو یہ کہے کہ میرے سوا الہ ہیں ان کو میں جہنم میں ڈالوں گا اس طرح ہم مجرموں کو جزا دیتے ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ نے فرمایا ہم نے تم کو کھلی فتح دی کہ تمہارے پرانے و نئے گناہ معاف کریں۔ ہم نے کہا انبیاء پر کیسے فضیلت دی؟ ابن عباس نے کہا اللہ نے فرمایا ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا الا یہ کہ وہ اپنی ہی قوم کی زبان میں وضاحت کرتا تھا اور اللہ نے محمد کے لئے فرمایا ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے

راقم کہتا ہے اس میں عکرمہ پر محدثین کی جرح ہے اور متن شاذ ہے۔ آسمان میں کوئی نہیں جو دوسرے الہ کا قائل ہو وہاں جو پہنچتا ہے حقیقت جان چکا ہوتا ہے۔

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ جَاءَ يَهُودِيٌّ، فَقَالَ: يَا أَبَا القَاسِمِ ضَرَبَ وَجْهِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِكَ، فَقَالَ: مَنْ؟"، قَالَ: رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: «ادْعُوهُ»، فَقَالَ: «أَضَرَبْتَهُ؟»، قَالَ: سَمِعْتُهُ بِالسُّوقِ يَحْلِفُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى البَشَرِ، قُلْتُ: أَيْ خَبِيثُ، عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ ضَرَبْتُ وَجْهَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ القِيَامَةِ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الأَرْضُ، فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ العَرْشِ، فَلَا

أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ، أَمْ حُوسِبَ بِصَعْقَةِ الأُولَى ‹‹

رسول اللہ نے خبر دی کہ ان کی قبر سب سے پہلے شق یا کھلے گی وہ باہر نکل کر دیکھیں گے کہ موسی عرش کے پایوں کو پکڑے ہوں گے

تبصرہ: یہ روایت منکر ہے-اس سند سے صحیح نہیں ابن معین کہتے ہیں راوی عَمْرِو بْن يَحْيَى المازني قوی نہیں

حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، حدَّثَنَا عثمان بن سَعِيد، قالَ: سَأَلتُ يَحْيَى عَنْ عَمْرِو بْن يَحْيَى المازني قَالَ صويلح وليس بقوي

بعض میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ متن آیا ہے لیکن سند میں محمد بن عمرو بن علقمة ہے جو مضبوط نہیں ہے

موسی علیہ السلام یہود کے مطابق اب آسمان میں عرش رحمان کے سامنے مقرب بارگاہ ہیں لہذا جب عرش عظیم آسمانوں سے زمین کی طرف نزول کرے گا موسی علیہ السلام اس کے پایوں کو پکڑ لیں گے اس کے ساتھ اتریں گے—اس دوران جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر سے باہر آئیں گے تو آسمان میں موجود عرش عظیم جس کو آٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہو گا اس پر موسی علیہ السلام کو لٹکتا دیکھیں گے ! یاللعجب حاشاللہ یہ ممکن نہیں کہ یہ حدیث نبوی ہو—

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی الہ نہیں زندہ ہے مسلسل دوام کے ساتھ، قائم رہنے والا ، اس کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند ، آسمانوں میں جو ہے اسی کا ہے اور زمین میں جو ہے اسی کا ہے - کون ہے جو اس کے حضور سفارش کر سکے الا یہ کہ وہ ھی اجازت دے ، وہ جانتا ہے جو ان (مخلوقات) کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور یہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کرسکتے مگر جتنا وہ چاہے- وسیع ہے اس کی کرسی (سلطنت) آسمانوں اور زمین پر اور اس کی حفاظت اس کو نہیں تھکا تی اور وہ بلند و عظیم ہے 255	اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (٢٥٥)

[تفسير آية 255]

آیت الکرسی قرآن کی عظیم آیات میں سے ہے اور اس میں توحید کا بیان ہے

صحیح بخاری کی باب کی ایک روایت ہے وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الهَيْثَمِ أَبُو عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: وَكَّلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ، وَقُلْتُ: وَاللَّهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ، قَالَ: فَخَلَّيْتُ عَنْهُ، فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ البَارِحَةَ»، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً، وَعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: «أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ، وَسَيَعُودُ»، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ سَيَعُودُ، فَرَصَدْتُهُ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ، فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ، لاَ أَعُودُ، فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً، وَعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: «أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ»، فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ، فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ، وَهَذَا آخِرُ ثَلاَثِ مَرَّاتٍ، أَنَّكَ تَزْعُمُ لاَ تَعُودُ، ثُمَّ تَعُودُ قَالَ: دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهَا، قُلْتُ: مَا هُوَ؟ قَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ، فَاقْرَأْ آيَةَ الكُرْسِيِّ: اللَّهُ لاَ إِلَهَ إِلَّا هُوَ الحَيُّ القَيُّومُ [البقرة: 255]، حَتَّى تَخْتِمَ الآيَةَ، فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ، وَلاَ يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ البَارِحَةَ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهَا، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: «مَا هِيَ»، قُلْتُ: قَالَ لِي: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الآيَةَ: اللَّهُ لاَ إِلَهَ إِلَّا هُوَ الحَيُّ القَيُّومُ [البقرة: 255]، وَقَالَ

لِي: لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ، وَلاَ يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ - وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الخَيْرِ - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ، تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلاَثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ»، قَالَ: لاَ، قَالَ: «ذَاكَ شَيْطَانٌ»

ابوہریرہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرانے کی نگہداشت کا وکیل بنایا۔ میرے پاس ایک شخص آیا اور لپ بھر بھر کر اناج اٹھانے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: اللہ کی قسم! میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کروں گا۔ اس نے کہا: میں محتاج ہوں۔ مجھ پر عیال داری کا بوجھ ہے اور مجھے شدید ضرورت تھی۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا: تب میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! رات تمھارے قیدی کا کیا ماجرا ہوا؟ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے اپنی ضرورت مندی بیان کی اور عیال داری کی شکایت کی تو مجھے اس پر ترس آگیا اور اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: آگاہ رہو! اس نے تجھ سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔ کے پیش نظر مجھے یقین تھا کہ وہ ضرور آئے گا، اس لیے میں اس کی گھات میں رہا۔ چنانچہ وہ آیا اور غلے سے لپ بھرنے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اس بار تو میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ضرور پیش کروں گا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دے۔ میں انتہائی محتاج ہوں اور مجھ پر بال بچوں کا بوجھ ہے۔ میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوہریرہ! تمھارے قیدی کا کیا ماجرا ہوا؟ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے اپنی شدید ضرورت کو بیان کیا اور بال بچوں کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آیا، اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار رہو! اس نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ پھر آئے گا۔ چنانچہ میں اس بار اس کی گھات میں رہا۔ جب وہ آیا اور لپ بھر بھر کر اناج اٹھانے لگا۔ تو میں نے اسے پکڑ کر کہا: اب تو میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر جاؤں گا۔ یہ آخری بار ہے۔ تین بار تو یہ حرکت کر چکا ہے۔ تو کہتا ہے نہیں آؤں گا۔ پھر آجاتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو۔ میں تجھے چند کلمات بتاتا ہوں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تمھیں نفع دے گا۔ میں نے کہا: وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا: جب تم اپنے بستر پر سونے کے لیے آؤ تو آیت الکرسی شروع سے لے کر آخر آیت تک پڑھ لیا کرو۔ ایسا کرو گے تو اللہ کی طرف سے ایک نگران تمھاری حفاظت کرے گا اور صبح تک شیطان تمھارے قریب نہیں آئے گا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ رات تمھارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے مجھے کہا کہ وہ مجھے چند کلمات بتائے گا جن کے ذریعے سے اللہ مجھے نفع دے گا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے پوچھا: وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: اس نے مجھ سے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیت الکرسی شروع سے آخر تک پڑھو۔ یہ کام کرنے سے اللہ کی طرف سے تمھارے لیے ایک نگران مقرر ہو جائے گا جو تمھاری حفاظت کرے گا اور صبح تک شیطان بھی تمھارے پاس نہیں بھٹکے گا۔ صحابہ کرام کارہائے خیر کے بڑے حریص تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! اس نے بات تو سچی کی ہے لیکن خود وہ جھوٹا ہے۔ اے ابوہریرہ! تم جانتے ہو کہ جس سے تم تین راتوں سے باتیں کرتے رہے ہو وہ کون ہے؟ ابوہریرہ نے عرض کیا: میں نہیں جانتا تو آپ نے فرمایا: وہ شیطان تھا۔

راقم کہتا ہے اس روایت کی سند میں بصریوں کا تفرد ہے

عُثْمَانُ بْنُ الهَيْثَمِ أَبُو عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

اور اس میں عُثْمَانُ بْنُ الهَيْثَمِ أَبُو عَمْرٍو کا تفرد ہے جو بصری ہے۔ آیت الکرسی کی فضیلت کے حوالے سے حدیث بیان کرنے میں اس کا تفرد ہے اور اس کا

متن منکر ہے

قال الساجي: صدوق، ذکر عند أحمد بن حنبل، فأومأ إلى أنه ليس بثبت، وهو من الأصاغر الذين حدثوا عن ابن جريج وعوف، ولم يحدث عنه. «تهذیب التهذیب» 7/(312)

الساجی نے کہا.. میں نے امام احمد سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے اس کو غیر مضبوط قرار دیا اور کہا یہ الأصاغر میں سے ہے جو عوف سے روایت کرتا ہے

دار قطنی نے اس کو کثیر الخطا قرار دیا ہے اور بندار اس کی حدیث نہیں لکھتے تھے -الكواكب النيرات في معرفة من الرواة الثقات از ابن الكيال (المتوفى: 929هـ) کے مطابق آخری عمر میں یہ مختلط بھی تھا

قال أبو حاتم: صدوق غير انه بأخرة كان يتلقن ما يلقن

ابو حاتم نے کہا صدوق ہے لیکن آخر میں جو بھی ملتا اس کو بیان کر دیتا

اسی طرح الاغتباط بمن رمي من الرواة بالاختلاط از المؤلف: برهان الدين الحلبي أبو الوفا (المتوفى: 841هـ) میں بھی اس کو مختلط لکھا گیا ہے

مزید یہ کہ اس کی سند میں عوف بن أبي جميلة بھی ہے جو بصری ہے لیکن

قال بندار كان قدريا رافضيا شيطانا

بندار کہتے قدری رافضی شیطان ہے

محمد بن بشار بن عثمان أبو بكر العبدي البصري بندار المتوفی 252ھ کے نزدیک اس کی سند میں دونوں بصری متروک ہیں—بندار خود بھی بصری ہیں اور اہل شہر بصرہ کی اس منفرد روایت کو رد کرتے تھے

قابل غور ہے کہ امام بخاری نے حدثنا یا اخبرنا سے یہ روایت نہیں لی بلکہ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الهَيْثَمِ أَبُو عَمْرٍو سے لی ہے اور محدثین کا کہنا یہ اس وجہ سے ہے جب ان کو سند پر کچھ احتمال ہو تو ایسا کرتے ہیں—راقم کے نزدیک یہ مذاکرے کی بات ہے اس لئے قال لنا ہے اور ممکن ہے امام بخاری نے شاگرد کو سنائی ہو اور صحیح الجامع کے متن میں سے ہے یہ امام کی مراد نہ ہو— صحیح میں ایک روایت پر امام بخاری نے کہا و قال لي علي بن عبد اللہ—جب امام بخاری و قال لنا یا قال لی کہتے ہیں تو اس کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے

منذری کا کہنا ہے

فقال: وقال لي علي بن عبد الله - يعني ابن المديني - فذكره - وهذه عادته فيما لم يكن على شرطه،

امام بخاری نے کہا ہے: مجھ سے کہا امام علی یعنی ابن المدینی نے اور ذکر کیا اور یہ ان کی عادت ہے کہ جب روایت ان کی شرط پر نہیں ہوتی

یعنی یہ آیت الکرسی والی روایت جامع الصحیح کی وہ روایت نہیں جو امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے

دین میں جبرا کچھ نہیں ، بلا شبہ ہدایت ، گمراھی سے واضح ہو چکی ھے پس جو طاغوت کا کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے ایک مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ھے (256) اللہ مومنو کا دوست ھے، ان کو اندھیروں میں سے نکال کر نور میں لاتا ھے اور طاغوت کے دوست کفار ھیں جو ان کو نور میں سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ھیں یہ آتش (جہنم) کے لوگ ھیں جس میں یہ ھمیشہ رھیں گے (257)	لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (٢٥٦) اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (٢٥٧)

[تفسیر آیۃ256تا257] عربی لغت المعجم الاشتقاقی المؤصل لألفاظ القرآن الکریم از محمد حسن کے مطابق عروہ کا مطلب ہے

العُرْوة- بالضم- من الدلو والکوز: مَقْبِضُها. ومن القمیص: مَدْخَل زِرّه، ومن القِلادة: طَوْقُها

عروہ یہ ڈول اور ہینڈل ہے اور قمیص میں کاج ہے اور قلادے میں طوق ہے

سورہ الزمر میں ارشاد ہوتا ہے:

«والذین اجتنبوا الطاغوت أن یعبدوھا»

جنہوں نے طاغوت کی بندگی سے اجتناب کیا کہ اللہ کی عبادت کریں

اس طرح جو طاغوت کا کفر نہیں کر رہا وہ عند اللہ کافر ہے، اگرچہ اس شخص کو خود اس کی ابھی خبر نہیں ہے- کتاب اللہ کی وجہ سے انسانوں کی تکفیر ہو رہی ہے چاہے ان کو عربی کا قرآن پڑھنا بھی نہ آتا ہو- طاغوت کے انکار کا حکم مکہ میں نازل ہوا- مسلمان غلام نے اپنے مشرک آقا سے بغاوت نہ کی، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مشرک ابن الدغنہ سے دوستی ختم نہ کی، عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے مشرک عقبہ بن ابی معیط کے ساتھ معاہدہ ختم نہ کیا- معاشرت چلتی رہی، لیں دین ہوتا رہا- اسی طرح مسلمان اپنے مشرک ماں باپ کی خدمت میں لگے رہے، رشتہ داروں سے قطع تعلق نہ ہوئے اور یہی قرآن میں حکم دیا گیا تھا کہ فساد فی الارض نہ کرنا- جنگ ہو گی تو شہر میں نہیں بلکہ میدان قتال میں ہو گی جس کو جنگ بدر واحد کہا جاتا ہے-- لہذا طاغوت کا انکار اصلا ایک مذہبی فکر وانذار (آخرت کا خوف) کی نوعیت کی بات ہے-- یہ موقف کی بات ہے، معاشرتی بائیکاٹ نہیں ہے

طاغوت کا مطلب حد سے نکلا ہوا سرکش انسان یا جن ہے-- اس میں شیطان، جھوٹے انبیاء، جھوٹے الہ ومعبود، توریت وقرآن کے احکام کے مخالف علماء سب شامل ہیں جو وہ حکم کریں جو اللہ کا مقرر کردہ نہ ہو- بعض علماء نے طاغوت کی تعریف کی کل معبود من دون اللہ: اللہ کے علاوہ سارے معبود

(باطل) ہیں- بعض نے کہا شیطان ہی طاغوت ہے– بعض نے کہا جادو گر طاغوت ہے- ان سب کی برائی میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ان تعریفات میں یہ واضح نہیں ہے کہ کیا کوئی ذی روح فرد بھی طاغوت ممکن ہے- لہذا اب قرآن کو دیکھتے ہیں- طاغوت کے انکار کا حکم مکہ میں سورہ الزمر میں دیا گیا

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَى فَبَشِّرْ عِبَادِ (17) سورة الزمر

اور جنہوں نے طاغوت کی بندگی سے اجتناب کیا اور اللہ سے لو لگائی ان کے لئے بشارت ہے پس ان کو خوشخبری دے دیں

یعنی مشرکین مکہ کے سردار کو طاغوت قرار دیا گیا-

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ (36) سورة النحل

اور بے شک ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو پس ان میں سے کچھ کو اللہ نے ہدایت دی اور کچھ پر گمراہی ثبت ہو گئی، پھر و زمین پر چلو پھر و دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا

دوسری طرف عرب کا وہ توھم پرست معاشرہ تھا، جس میں ساحر اور کاہن بھی راج کر رہے تھے (جس طرح آج ہمارے ہاں جن اتارنے والے پیر اور بزرگ مشہور ہیں کہ میڈیا پر بھی ان کی رسائی ہے جو خالصتاً پڑے لکھے لوگوں کا پیشہ سمجھا جاتا ہے)– ساحر و کاہن کو جبت کہتے ہیں- قرآن میں ہے

الذین أُوتُوا نَصِيباً مِّنَ الكتاب يُؤْمِنُونَ بالجبت والطاغوت

جن کو کتاب میں حصہ دیا گیا وہ جبت اور طاغوت پر ایمان لے آیے

مکہ کے بعد انکار طاغوت کا مدینہ میں بھی حکم دیا گیا- طاغوت کا ذکر سورہ بقرہ سن 2 ہجری میں ہے- سورہ النساء سن 3 یا 4 ہجری میں ہے- اس میں کعب بن اشرف کا مسئلہ جو مدینہ کے شمال میں رہنے والا قبیلہ طی کا ایک یہودی تھا- اس کی ننھیال مدینہ کی تھی- کعب بن اشرف کے بہت سے ہمدرد مدینہ کے منافق تھے اور ان کا آپس میں گٹھ جوڑ تھا– ان کے لیڈر دو یہودی حيي ابْنِ اخْطَبْ، اور كَعب بْنِ الاشرف تھے– منافقین جو ایمان لانے کے دعوے دار تھے لیکن بطور مصلحت اور بزنس کی بڑھوتی کے لئے مدینہ والوں کے ہمدرد بن کر ان کو اندر ہی اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ورغلانے میں لگے رہتے تھے، منافقین اپنے یہودی لیڈروں سے منسلک تھے اور انکے مددگار بنے ہوئے تھے– ان کے نزدیک اسلام ایک آفت سے کم نہ تھا– مدینہ کا بیشتر بزنس یہودی ہاتھوں میں تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کو ہی مدینہ سے نکال رہے تھے اور وہ قافلے جو قریش کا مال شام لے کر جاتے تھے ان پر حملے ہو رہے تھے– منافقین کے حساب سے مدینہ میں اسلام کی آمد اس زمانے کے بزنس پلان اور ٹریڈ روٹ پر حملہ تھا جس سے اندیشہ تھا کہ عربوں کا ہی نقصان ہو گا لہذا منافقین یہودیوں کی مدد کرنا چاہتے تھے– لیکن منصوبہ الہی کچھ اور ہی تھا– وہ انسان کی اس سوچ سے بہت دور تھا جس پر مال اور اولاد کی بیڑیاں پڑی ہوتی ہیں- ان یہودی لیڈران کو اسلام میں طاغوت کہا گیا- دو سوال یہاں پیش نظر ہیں

اول: مدینہ میں طاغوت کون تھے؟

دوم: طاغوت کے فیصلوں کو ماننے والوں کو کیا دور النبی میں کیا منافق کہا جاتا تھا؟

مدینہ میں طاغوت کون تھے؟ کیا وہاں مشرکوں کے سردار تھے؟ نہیں تھے– یہاں طاغوت کی تعریف بدل جاتی ہے– یہاں طاغوت وہ ہے جو اسلامی حکومت کا مخالف ہو اس کو گرانے کے لئے سازش کر رہا ہے یعنی کعب بن اشرف- اس کے فیصلوں کے انکار کا حکم دیا گیا تھا جو غیر اللہ کی پرستش کے

حوالے سے نہیں تھے بلکہ سیاسی فیصلے تھے- طاغوت کے فیصلوں کو ماننے والوں کو کیا دور النبی میں کیا منافق کہا جاتا تھا؟ نہیں، بلکہ ان کو مسلم کہا جاتا تھا اور یہ منافق مسجد النبی میں نماز بھی پڑھتے تھے- یہ ایک سرد جنگ کی طرح تھی، ایک اندرونی سیاست تھی جو خلاف رسول چل رہی تھی- منافق جن کو مسلمان ہی کہا جاتا تھا وہ جا کر کعب بن اشرف سے ملتے جلتے تھے اور پلان بناتے تھے- اس پر کہا گیا کہ ایمان مکمل نہ ہو گا اگر طاغوت کا انکار نہ کیا اور اگر اس کے فیصلوں پر عمل کیا- اس کے بعد ظاہر ہے کعب بن اشرف کا ربیع الاول 3ھ قتل ہوا- منافقوں و یہود کا طاغوت مر گیا، لیکن منافق مدینہ باقی رہے- ان پر مسلم کا اطلاق ہی کیا گیا یہاں تک کہ ایک موقعہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقوں کو اصحاب محمد بھی کہا جب کہا گیا کہ ان کو قتل کر دیں تو فرمایا نہیں لوگ کہیں گے محمد اپنے اصحاب کا قتل کراتا ہے- یہاں تک کہ قبیلۃ الخزرج کے سردار عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ سن ہجری میں پڑھی گئی تو اللہ نے منع کیا کہ ان کی نماز پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے- یعنی ایک اللہ کا حکم ہے کہ منافق جو طاغوت کا متوالا ہے وہ مومن نہیں ہے—
ایک معاشرت ہے جس میں اس کے باوجود ان منافقوں کو مسجد النبی آنے دیا جاتا ہے اور جنگ میں بھی آنے کے لئے کہا جاتا ہے مثلا تبوک کی جنگ میں منافق پیچھے رہے- سورہ توبہ سن 9 ہجری میں ذکر ہے جبکہ معلوم تھا کہ یہ یہ لوگ کعب بن اشرف انجہانی سن ہجری سے ملے ہوئے تھے لہذا دو الگ الگ باتیں ہیں ایک ہے معاشرت جو اسلام ہے اور ایک ہے ایمان جو اللہ کا حکم ہے طاغوت- مسلم، مشرک، اہل کتاب، ہندو میں کہیں بھی ہو سکتا ہے

طاغوت سے مراد وہ بزرگان دین بھی ہیں جن کو لوگوں نے مسند الوہیت پر بیٹھا دیا ہے—چاہے کتاب اللہ کچھ بھی حکم دے حدیث رسول میں جو بھی حکم ہو لیکن بات بزرگ کی مانی جائے گی چاہے خلاف قرآن و حدیث ہی کیوں نہ ہو—اور اس مرض میں اک انبوہ کثیر ہے—اللہ اس سے بچائے- لہذا اپنے دور کے اور اپنے سے پہلے گزرے ہوئے طواغیت کا کفر للازم ہے- اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گمراہ ہیں اور اپنی پرستش کرا رہے ہیں—اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا (60) سورۃ النساء

کیا تم نے دیکھا جنھوں نے یہ دعوی کیا کہ وہ ایمان لے آئے ہیں جو تم پر نازل کیا گیا ہے اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا تھا چاہتے ہیں کہ طاغوت سے فیصلہ کرایا جائے اور بے شک ان کو اس کے کفر کا حکم دیا گیا تھا اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو دور کی گمراہی میں لے جائے

یہ بھی کہا:

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ ۚ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ (60) سورۃ المائدۃ

کہو کیا تم کو بتاؤں اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ شر انگیز (لوگ) جن پر اللہ نے لعنت کی اپنا غضب ڈھایا اور ان کو بندر اور سور بنا دیا اور طاغوت کے بندے جن کا برا مقام ہے اور جنہیں راہ راست سے بھٹکا دیا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ طاغوت سے مراد ہر وہ فرد بھی ہے جو اللہ تعالی کے کلام کے خلاف فتوی دے رہا ہو، چاہے وہ خود اس بات سے لاعلم ہو کہ وہ اللہ کا دشمن بن چکا ہے—

کہا جاتا ہے کہ ہر انسان سے صرف اس کے عمل کا پوچھا جائے گا- بلاشبہ ہر انسان سے اس کے عمل کا سوال کیا جائے گا—لیکن کیا ہم نے قرآن میں سوٓ الحساب (براحساب) کی اصطلاح نہیں پڑھی—جب حساب کتاب شروع ہو گا تو اس میں ہر چیز داخل ہوتی جائے گی—اور اللہ سریع الحساب (تیز حساب کرنے والا) بھی ہے—ہمارے عمل کا دار و مدار عقائد پر ہے اور طاغوت کا انکار عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے- اب کچھ تو وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں کوئی انفورمیشن نہیں کہ کس عقیدے پر تھے ان کے حوالے سے یہی کہا جائے گا ان کے بارے میں اللہ کو پتا ہے جس طرح فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ پچھلی پشتوں کا کیا ہو گا؟ موسیٰ نے کہا اس کا علم اللہ کو ہے

اس میں واضح ہے کہ انبیاء دنیا میں کفر مٹانے کے لئے منتخب ہوئے اور اس مقصد کو انہوں نے ادا کیا—آج اگر کوئی عیسائی اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام سے کفر منسوب کرے تو ہم بلا دلیل انکار کریں گے کیونکہ یہ ناممکن ہے لیکن غیر انبیاء کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا ان کی تعلیمات اور عقائد کی جانچ کی جائے گی- وہ لوگ جنہوں نے کتابیں لکھیں اور اپنے گمراہ عقائد کو پھیلایا اور آج لوگ ان کو ان کی تحریروں کی ہی وجہ سے جانتے ہیں تو ان کے بارے میں حسن ظن رکھنا کہاں کا انصاف ہے؟ یہ تو اللہ سے بغاوت اور مصلحت کوشی ہے کہ کہیں دنیا والے ناراض نہ ہو جائیں- بہر حال ہم انکار کریں گے اور اسی کی تلقین کریں گے حکم قرآن کے تحت صرف طاغوت کو پہچان لینا کافی نہیں ہے—اس کے انکار کا حکم ہے یعنی اس کے فیصلوں کو نہیں لے سکتے- اب سوال ہے کہ طاغوت کے کس فیصلے کو نہیں لے سکتے؟ جبکہ صلح حدیبیہ میں مشرکوں نے فیصلہ دیا کہ مدینہ کے مسلمان مکہ نہیں آئیں—رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فیصلے کو مان گئے- معلوم ہوا طاغوت کا ہر فیصلہ قابل انکاری نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق توحید کے حوالے سے عقیدہ پر ہے

طاغوت کے حوالے سے بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ طاغوت معاشرہ ہے جبکہ قرآن میں معاشرہ کی معروف بات کو قبول کرنے کا حکم ہے چاہے وہ مشرکین واہل کتاب میں ہی کیوں نہ ہو قول معروفا کہہ کر اس رسم کو قابل قبول قرار دیا گیا ہے جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم نہ ہوں- اس طرح معاشرہ بذات خود طاغوت نہیں- طاغوت کی فردانیت کو ختم کرنے سے ظاہر ہے پھر اوٹ پٹانگ نتائج نکلیں گے- معاشرہ، نظام طاغوت نہیں ہے- طاغوت افراد ہیں جو عوام پر اثر کی طاقت رکھتے ہوں

ابن حجر نے بھی شرح فتح الباری ج 11 ص 448 میں طاغوت کی تعریف کو محدود کیا ہے

جمع طاغوت، وهو الشيطان والصنم یہ طاغوت کی جمع ہے جو شیطان یا بت ہے

صحیح بخاری میں معلق روایت ہے کہ کچھ افراد تھے جو مختلف قبائل میں تھے اور مشرکین کے سرپنچ تھے

قَالَ جَابِرٌ: «كَانَتِ الطَّوَاغِيتُ الَّتِي يَتَحَاكَمُونَ إِلَيْهَا، فِي جُهَيْنَةَ وَاحِدٌ، وَفِي أَسْلَمَ وَاحِدٌ، وَفِي كُلِّ حَيٍّ وَاحِدٌ، كُهَّانٌ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ

لوگ ان قبائل کے سرپنچ سے فیصلہ کراتے- صحیح مسلم کی حدیث ہے

عن عبد الرحمن بن سمرة -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: «لا تحلفوا بِالطَّوَاغِي، ولا بآبائكم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے طاغوت اور آباواجداد کی قسم مت لو

اس حدیث کا ترجمہ اردو میں کیا جاتا ہے

عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ بتوں کی قسم کھاؤ اور نہ ہی اپنے آباواجداد کی۔

کتاب تطریز ریاض الصالحین از فيصل بن عبد العزيز بن فيصل ابن حمد المبارك الحريملي النجدي (المتوفى: 1376هـ) میں ہے

«الطَّواغي»: جَمْعُ طاغيةٍ، وهي الأصنام. وَمِنْهُ الحَدِيثُ: «هذه طاغيةُ دَوْسٍ» أَيْ: صَنَمُهُمْ وَمَعْبُودُهُمْ. وَرُوِيَ في غير مسلم: ... «بِالطَّواغِيتِ» جَمْعُ طاغوت، وهو الشَّيْطانُ وَالصَّنَمُ.

یہ قبیلہ دوس کے طاغی تھے اور حدیث میں مراد ہے ان کے بت و معبود اور صحیح مسلم میں ہے بِالطَّواغِيتِ» جو طاغوت کی جمع ہے اور یہ شیطان و بت ہیں

راقم کہتا ہے یہ کلام منکر ہے ظاہر ہے طاغوت اگر بت یا شیطان تھے تو وہ انسانی جھگڑوں میں فیصلہ نہیں کر سکتے تھے - عمدہ القاری میں عینی نے درست شرح کی ہے کہ طاغوت محض بت و شیطان نہیں ہیں بلکہ انسانوں میں بھی ہیں

: قوله (الطواغيت) جمع طاغوت وهو الشَّيْطان والصنم ويكون جمعا ومفردا ومذكرا ومؤنثا، ويُطلق أيضا على رُؤَساء الضلال

الطواغیت یہ طاغوت کی جمع ہے جو شیطان یا بت ہے اور یہ جمع و مفرد ہو سکتا ہے مذکر مونث ہو سکتا ہے اور اس کا اطلاق گمراہ سرداروں پر بھی ہوتا ہے

التوضيح لشرح الجامع الصحيح از ابن ملقن میں ہے

وفي "الصحاح": الطاغوت: الكاهن الشيطان، وكل رأس في الضلال

طاغوت کاہن و شیطان ہے بلکہ ہر گمراہی کے سردار

بہر حال طاغوت کے ماننے والے اولیاء الشیطان ہیں - اور طاغوت محض بت اور جنات نہیں ہیں بلکہ انسان بھی ہیں - اللہ تعالی کائنات کا سب سے بڑا ظلم شرک کو قرار دیتا ہے بھلا ہو عثمانی صاحب رحمہ اللہ علیہ کا کہ انہوں نے واضح کیا کہ طاغوت تو علماء بھی ہیں جو شرک کو پھیلا رہے ہیں

بعض لوگوں نے شوشہ چھوڑا کہ دور نبوی میں طاغوت کا نام نہیں لیا گیا - راقم جواب میں کہتا ہے طاغوت کی نشان دہی نام لے کر کرنا سنت سے ثابت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مبہم انداز میں طاغوت کا ذکر نہیں کیا بلکہ کعب بن اشرف یا اسی طرح کے دیگر اکابرین عرب کا نام لے کر ذکر کیا - جنگ بدر کے بعد 24 سرداران قریش یا طواغیت کا نام لے لے کر ان کا ذکر کیا، عمرو بن الحیی کا نام لے کر ذکر کیا

کیا تم نے اُس کو نہیں دیکھا ، جس نے ابراھیم سے اس کے رب کے حوالے سے حجت بازی کی (محض اس بنا پر) کہ اس (بادشاہ) کو اللہ نے حکومت دے دی تھی - جب ابراھیم نے کہا کہ میرا رب وہ ھے جو زندہ کرتا ھے مارتا ھے تو اُس نے (جوابا) کہا میں (بھی) زندگی و موت دیتا ھوں - ابراھیم نے کہا اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ھے، تو ذرا اُسے مغرب سے نکال ، یہ سن کر (اس دربار میں ھر وہ شخص)جس نے کفر کیا وہ بھونچکا سا رہ گیا، بلا شبہ اللہ ظالموں کو ھدایت نہیں دیتا 258	أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (٢٥٨)

[تفسیر اٰیة258]

قران میں متعدد مقام پر الم تری (کیا تم نے نہیں دیکھا) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں- باطل فرقے اس سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام واقعات کے عینی شاہد تھے جبکہ یہ باطل فہم ہے اور عربی سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے- کتاب الإبانة في اللغة العربية از سَلَمة بن مُسْلِم العَوْتبي. الصُحاري میں ہے

والعَرَبُ تقول: ألم ترإني ما فَعَل فلان. أي: اعلَمْهُ. قال الله تعالى: أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ. أي تَعْلَم من رؤية القلب

اور عرب کہتے ہیں کیا تم نے نہیں دیکھا میں نے فلاں کے ساتھ کیا کیا؟ یعنی علم ہوا—اللہ تعالی کا قول ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے اصحاب ہاتھی کے ساتھ کیا کیا؟ یعنی قلبی رویت سے جانا

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ

والنبي صلى الله عليه [وسلم] لم يرذلك لأنه كان قبل مولده بثلاثٍ وعشرين سنة، وقبل مَبعثه بثلاثٍ وستين سنة،

نبی نے اصحاب فیل کا واقعہ نہ دیکھا کیونکہ وہ ان کی پیدائش کے 10 یا 13 سال پہلے ہوا

یہ دور نبوی کی عربی بول چل میں عام تھا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہا جاتا جبکہ مطلب یہ ہوتا کہ کیا تم کو پتا چلا- اس ترکیب کا استعمال حدیث میں بھی ملتا ہے جس میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر اصحاب سے بات کرتے ہوئے اس کا استعمال کرتے ہیں

أيْ عَائِشَةَ أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ رَأَى زيدا وأسامة قد غطيا رؤوسهما بِقَطِيفَةٍ وَبَدَتْ أَقْدَامُهُمَا فقال: إِنَّ هَذِهِ الأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ

اے عائشہ تم نے دیکھا کہ مُجَزِّز الْمُدْلِجِيَّ نے اسامہ اور زید کے قدموں کو دیکھا جبکہ ان کے سر ڈھانپے ہوئے تھے کہ یہ پیر ایک جیسے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے کیونکہ مُجَزِّز نے باپ بیٹا کو محض قدم دیکھ کر پہچان لیا

عربی کا ایک لفظ حضر ہے یعنی حاضر ہوا یا پہنچا، اس کا ایک مطلب شاہد بھی ہے- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالی قرآن میں کہتا ہے کہ ہم نے تم کو شاہد بنا کر بھیجا یعنی حق کا گواہ بنا کر بھیجا- اس سے تصوف سے متاثر باطل فرقوں نے جو مفہوم لیا وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام

اہم موقعوں کو دیکھ چکے ہیں جن کا ذکر حق کے حوالے سے ہے مثلاً انبیاء سابقہ کے احوال بھی اس میں شامل ہیں —اس سے نتیجہ نکالا کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ہوئے یعنی وہاں پہنچے یا گئے یا اپنے مقام سے دیکھ رہے تھے

حضور بھی عربی کا لفظ ہے یعنی حاضر ہونے کی کیفیت - لسان العرب ابن منظور میں ہے وکلمتہ بحضرۃ فلان وبمحضر منہ أي بمشهد منہ اور کلمہ حضرت فلاں اور محضر منہ کا مطلب ہے اس کو دیکھنے والا - تصوف کی کتب میں کہا جاتا ہے کہ معراج پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور موسی علیہ السلام کا جب نماز سے متعلق مکالمہ ہوا تو امام غزالی وہاں کشفی طور موجود تھے (جسمانی نہیں روحانی طور سے) یہاں تک کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ نے غزالی کو روکا کہا ادب یا غزالی - راقم کہتا ہے فقہ کی کتب میں دلیل لی جاتی ہے کہ یہ کام ''بحضرة النبي'' ہوا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا لھذا اس مسئلہ میں یہ فلاں رائے صحیح ہے لیکن وفات کے بعد یہ ممکن نہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ کہہ سکیں - خیال رہے کہ لفظ حضرت بطور ٹائٹل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، فقہ کی عربی کتب میں استعمال نہیں ہوا -

بخاری و مسلم کی روایت ہے - نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يوم الْقِيَامَةِ .

جو شخص اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے - اور جس نے کسی مسلمان کی ایک تکلیف دور کی (مشکل حل کر دی) اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے قیامت کی تکلیفوں میں سے اس کی ایک تکلیف دور فرمادے گا''۔

کہا جاتا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امتی کی مدد نہ کریں - قبر سے باہر آنے کا نظریہ یہیں سے لیا گیا ہے کہ بزرگان دین وانبیاء قبروں سے باہر آکر مدد کرتے ہیں - یہ دلیل قیاس پر ہے - جبکہ انبیاء میں سلیمان علیہ السلام کا جسد ان کی وفات پر گرا، جنات نے دیکھا سلیمان کھڑے نہیں رہ سکتے تھے - قرآن میں صرف اللہ کو پکارنے کا حکم ہے اور اس کے ساتھ کسی اور کو پاور فل ماننا لا حول ولا قوہ الا باللہ کا انکار ہے

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ إِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (٢٥٩)

یا (اس شخص کو نہیں دیکھا) جس کا گذر ایک بستی پر هوا جو چھتوں کے بل اوندھی پڑی هوئی تھی ، اس (شخص) نے (خود کلامی کے انداز میں) کہا : اب اللہ اس کو کس طرح واپس زندہ کرے گا ؟ پس اللہ نے (اسی وقت) اس کو سو سال کے لئے موت دے دی، پھر اس کو (اسی مقام پر) جی بخشا ، اور (اس شخص سے) کہا : کتنی مدت گذری ؟ کہنے لگا : ایک ادھ دن - (هم نے) کہا : بلکہ سو سال بیت چکے ، (اب) دیکھ اپنے کھانے پینے کو جو سڑا نہیں اور دیکھ اپنے گدھے کی طرف اور هم تجھ کو لوگوں کے لئے ایک نشانی بنائیں گے ، اور دیکھ (گدھے کے) پنجر کو کس طرح جوڑتے هیں پھر اس پر گوشت چڑھاتے هیں ، پس جب اللہ نے اس پر واضح کیا بول اٹھا میں تو (پہلے سے)جانتا هی تھا کہ اللہ هر چیز کر سکتا هے 259

[تفسیر اٰیۃ259]

یہاں قرآن میں ایک شخص کا ذکر ہے جو حالت سفر میں تھا ایک معدوم بستی پر سے گذرا اور اس کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ اس قدر معدوم بستی کو خالق کیسے زندہ کر سکے گا- اسی حالت میں وہم میں اس کی جان قبض کر لی گئی اور پھر سو سال جب وہ زندہ ہوا تو خود کو اس کو لگا کہ چند ساعتوں کے لئے سو یا یا مردہ رہا- قابل غور ہے جب سب اس نے دیکھا تو بول اٹھا کہ میں تو جانتا تھا اللہ زندہ کرتا ہے یعنی یہ شخص اللہ کے وجود و قدرت کا پہلے سے قائل تھا لیکن اللہ کی صفت الحہ میں شک کر بیٹھا- اللہ نے اس کو معاف کیا اور یہ مخصوص واقعہ ہوا

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے گناہوں کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی تھی جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا۔

اِذَا اَنَا مِتُّ فَاحْرِقُوْنِیْ ثُمَّ اطْحَنُوْنِیْ ثُمَّ ذَرُّوْنِیْ فِی الرِّیْحِ فَوَاللہِ لَئِنْ قَدَرَ اللہُ عَلَیَّ لَیُعَذِّبَنِیْ عَذَابًا مَّا عَذَّبَہٗ اَحَدًا۔

یعنی جب میں مر جائوں تو تم مجھے جلا کر میری راکھ کو پیس کر ہوا میں اڑا دینا۔ واللہ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی کی تو مجھے وہ ایسی سزا دے گا جو اور کسی کو اس نے نہیں دی۔ جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے ساتھ یہی کاروائی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے تمام ذرات کو جمع کر دے سو اس نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ جمع کر دیا گیا تو وہ آدمی تھا جو کھڑا کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا تو نے یہ سب کاروائی کیوں کی؟ اس نے جواب دیا اے میرے

رب تیرے ڈر کی وجہ سے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ رواہ) البخاری جلد ا ص ۴۹۵ واللفظ لہ، مسلم ج ۲ ص ۳۵۶ (۱

قبل بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر کسی کے پاس اس دور کی کتاب اللہ نہیں پہنچی یا اس زمانے کے رسول کی تعلیمات نہیں ملین لیکن وہ اللہ کو واحد مانتا ہے تو اللہ اس پر رحم کر سکتا ہے کہ عقیدہ آخرت کے منکر کو معاف کر دے لیکن چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب تمام عالم کے لئے آخری رسول ہیں تو یہ اب ممکن نہیں ہے کیونکہ قرآن نے حجت تمام کر دی۔ واللہ اعلم

قرآن یا کسی صحیح حدیث میں دلیل نہیں کہ یہ شخص بنی اسرائیلی تھا یا عزیر تھا

---

[1] کتاب مجموع فتاوى ورسائل محمد بن صالح العثيمين میں ہے کہ وہابی عالم ابن العثیمین اس روایت پر کہتے ہیں فهذا رجل شك في قدرة الله وفي إعادته إذا ذرى، بل اعتقد أنه لا يعاد وهذا كفر باتفاق المسلمين، لكن كان جاهلا لا يعلم ذلك، وكان مؤمنا يخاف الله أن يعاقبه فغفر له بذلك. والمتأول من أهل الاجتهاد الحريص على متابعة الرسول، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أولى بالمغفرة من مثل هذا. ا. هـ وبهذا علم الفرق بين القول والقائل، وبين الفعل والفاعل، فليس كل قول أو فعل يكون فسقا أو كفرا يحكم على قائله أو فاعله بذلك، قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله ص165ج ـ35 من مجموع الفتاوى:وأصل ذلك أن المقالة التي هي كفر بالكتاب والسنة والإجماع پس اس شخص نے اللہ کی قدرت پر شک کیا اور... بلکہ اعتقاد کیا کہ اس کا معاد نہ ہو گا اور یہ مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ کفر ہے لیکن یہ جاہل تھا اور اس کو اس کا پتا نہ تھا اور مومن تھا اللہ سے ڈرتا تھا کہ اس کو پکڑ نہ لے پس اس پر اس کی مغفرت ہوئی ... ابن تیمیہ کہتے ہیں یہ اس کا کہنا کتاب اللہ اور سنت اور اجماع کے مطابق کفر ہے ص165ج 35 من مجموع الفتاوى

راقم کہتا ہے یہ ایک مخصوص واقعہ ہے کہ واپس زندہ ہونے پر ایک شخص شک کا شکار ہوا اور پھر یہ واقعہ پیش آیا - کیا یہ عموم ہے ؟ اگر اس کو عموم کہا جائے تو اس طرح تو سارے معاد کے انکاریوں کی بخشش ماننا پڑے گی- لہذا یہ ایک مخصوص واقعہ ھی ہے اس سے زیادہ نہیں قرآن میں ذکر ہے کہ جو آخرت کا منکر ہے وہ ابدی جہنمی ہے اور احادیث میں چند مخصوص واقعات کا بھی ذکر ہے جن کا مقصد مالک کو الرحمان کہنا ہے- حدیث میں ہے ایک موحد کا ذکر ہے جو آخرت اور معاد کا منکر تھا یعنی صحیح عقیدے پر نہیں تھا - واقعہ خاص ہے کیونکہ اگر اس کو عام مان لیں تو تمام اخرت کے منکرین کو جنتی قرار دینا پڑے گا- بنیادی عقائد کے رد کرنے والے کو جہنم میں ڈالا جائے گا یہ قرآن میں واضح ہے - اس شخص کا بخش دیا جانا اللہ کی مرضی ہے اس کو ہم خاص ھی کہیں گے کیونکہ اللہ تعالی فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ جو چاہے کرتا ہے

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (٢٦٠)

اور جب ابراهیم نے کہا : اے رب مجھ کو دکھا کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا ، فرمایا : کیا تو ایمان نہیں رکھتا ؟ کہنے لگا بلا شبہ رکھتا ہوں لیکن اطمینان قلب چاھتا ہوں- فرمایا : چار پرندے لے ، ان کو اپنے آپ سے سدھا لے ، پھر (ان کو ذبح کر اور) ہر پہاڑ پر ان کے ٹکڑے رکھ ، پھر ان کو پکار ، وہ تیرے پاس سرعت سے آ جائیں گے ، اور جان لے کہ بے شک اللہ غلبہ والا حکمت والا ھے

260

[تفسیر اٰیۃ260]

اگر کسی نے کہا کہ انبیاء یااولیاء میں سے فلاں نے مردے کو زندہ کیاتواس نے در حقیقت ان کو نمرود سے ملادیا کیونکہ اس نے دعوی کردیا کہ زندگی دینا فلاں نبی یاولی کا کام تھا- مومن یادرکھیں کہ زندہ صرف اللہ ہی کرسکتا ہے اور اگر عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ الہی ملاتوانہوں نے بھی اس کو کرشمہ الہیہ سمجھا ہے نہ کہ ذاتی قوت واختیار- کفار معجزات کواللہ کی طرف سے نشانی ماننے کے بجائے نبی کا ذاتی کسب یاذاتی وصف مانتے تھے تب ہی کہتے کہ یہ جادوگر ہے۔ نبی کو جادوگر کہنے کا مطلب یہی ہے کہ یہ نبی کا ذاتی کام ہے۔ جو بھی معجزات کو نبی کا کام مانے گا گویا وہ کفار کی ہمنوائی کرے گا اور میں ہم بعض اوقات آیت یانشانی کو معجزہ الہی کہتے ہیں اور انبیاء کی مناسبت سے ان کو معجزہ موسی یا معجزہ عیسیٰ بھی عرفا لکھ دیا جاتا ہے البتہ عقائد و اصول کی کتب میں یہ واضح کردیا گیا ہے کہ تمام معجزات اللہ کا فعل وامر ہیں

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں انفاق کرتے ہیں،
اُن کے انفاق کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک دانہ
بویا جس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو
دانے ہوں- اِسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا
ہے، افزونی عطا فرماتا ہے وہ فراخ دست بھی ہے
اور علیم بھی (261) جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ
میں انفاق کرتے ہیں اور پھر جو انفاق کیا اس پر نہ
احسان جتاتے ہیں ، نہ دکھ دیتے ہیں، تو اُن کا اجر
اُن کے رب کے پاس ہے اور ان کے لیے نہ رنج ہ
گا نہ خوف (262) ایک بھلی بات اور ناگوار بات
پر ذرا سی چشم پوشی اُس صدقہ سے بہتر ہے، جس
کے پیچھے دکھ ہو اور اللہ غنی و بردبار ہے (263)
اے ایمان لانے والو! اپنے صدقات کو احسان جتا
کر اور دکھ دے کر اُس شخص کی طرح ضائع نہ
کرو ، جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ
کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایما ن رکھتا ہے، نہ آخرت پر -
اُس کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک چٹان
تھی، جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی اس پر جب
زور کی بارش ہوئی ، تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف
چٹان رہ گئی - (اسی طرح) یہ (ریا کار) لوگ اپنے
عمل کا کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کرسکیں گے۔ اور
بے شک اللہ ناشکروں کو ھدایت نہیں دیتا (264)

مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ
سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ
يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (٢٦١) الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَهُمْ أَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (٢٦٢)
قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ
غَنِيٌّ حَلِيمٌ (٢٦٣) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ
بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ
وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (٢٦٤)

ان لوگوں کی مثال ہے جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی
رضا کی طلب میں، دل کی ثابت قدمی کے ساتھ
خرچ کرتے ہیں اس باغ جیسی ہے جو سطح مرتفع
پر ہو اور زوردار بارش اس پر برسے اور وہ اپنا پھل
دوگنا دے اور اگر اس پر بارش نہ بھی ہو تو ہلکی
پھوار ہی کافی ہو اور اللہ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے
ہو - 265 کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے
کہ اس کے پاس ایک باغ ہو، جس میں کھجوریں
اور انگورہوں اور نہریں اس کے نیچے بہہ رہی ہوں
اور اس میں ہر قسم کے پھل ہوں جبکہ وہ خود
بوڑھا ہو رہا ہو اور اس کے بچے ابھی کم سن ہی
ہوں (کہ یکایک) ایک آتشی بگولہ آکر اس باغ کا
بھسم کر ڈالے ؟ اس طرح اللہ اپنی آیات تم پر واضح
کرتا ہے، شاید کہ تم غور و فکر کرو 266 اے
لوگو جو ایمان لائے ہو، انفاق کرو اپنے طیب مال
میں سے جو تم نے کمائے اور جو کچھ ہم نے زمین
سے تمہارے لیے نکالا ، اور انفاق کرتے ہوئے
خبیث کو مت چھوو حالانکہ وہی چیز اگر کوئی
تمہیں دے، تو تم ہرگز اُسے لینا پسند نہ کرو الّا یہ
کہ اس کو قبول کرنے میں تم چشم پوشی برت لو
اور جان لو کہ اللہ بے نیاز اور لائق تعریف ہے
267 شیطان تم سے مفلسی کے وعدے کرتا ہے
اور تم کو فحش کا حکم کرتا ہے ، اور اللہ تم سے
مغفرت اور فضل کے وعدے کرتا ہے اور وہ بڑا
فراخ دست ، دانا ہے 268 جس کو چاہتا ہے
حکمت عطا کر دیتا ہے اور جسے حکمت دی گئی
پس اس کو بہت ہی بھلائی مل گئی اور نصیحت
صرف اہل عقل ہی لے پاتے ہیں 269

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا
مِنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا
ضِعْفَيْنِ فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ
(٢٦٥) أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ
وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ
وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ
فَاحْتَرَقَتْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ
(٢٦٦) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ
وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ
تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ
اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ (٢٦٧) الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ
بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ
عَلِيمٌ (٢٦٨) يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ
فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ (٢٦٩)

تم نے جو کچھ بھی انفاق کیا ہو یا نذر مانی ہوتو اللہ کو اُس کا علم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (270) اپنے صدقات علانیہ دو، تو یہ اچھا ہے، لیکن اگر چھپا کر حاجت مندوں کو دو، تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے تمہاری بہت سی برائیاں اِس سے محو ہو جاتی ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہوئے اللہ کو اُس کی خبر ہے (271) لوگوں کو ہدایت دینے کی ذمے داری تم پر نہیں ہے ، ہدایت تو اللہ ہی جسے چاھتا ہے دیتا ہے اور خیرات میں جو مال تم دیتے ہو وہ تمہارے اپنے نفس ہی کے لئے ہے اور (اگر) جو تم انفاق کرتے ہووہ صرف اللہ کی رضا کے لئے ہے تو جو کچھ خیر تم انفاق میں دو گے، اس کا پورا پورا (اجر) تم کو دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ ہو گا (272) (یہ خیرات وانفاق) ان فقیروں (تنگ دستوں) کے لیے ہے جو اللہ کے رستے (یا کام) میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنی ذاتی کسب معاش کے لیے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر پاتے ، ان کی خود داری دیکھ کر ناواقف گمان کرتے ہیں کہ یہ خوش حال ہیں جبکہ تم ان کے چہروں سے تم ان کو پہچان سکتے ہو ، وہ ایسے نہیں ہیں کہ لوگوں سے سوال (اعانت) کریں ، لہذا تو جو کچھ خیر تم انفاق کرو گے تو اللہ اس کو جانتا ہے (273) جو لو گ اپنے مال شب و روز ، کھلے اور چھپے، انفاق میں دان کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اورنہ اُن کے لیے خوف ہے اور نہ ان کو غم ہو گا (274)

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ وَمَا
لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (٢٧٠) إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا
هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَيُكَفِّرُ
عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (٢٧١) لَيْسَ
عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَمَا تُنْفِقُوا
مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا
تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ (٢٧٢)
لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا
فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ
بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ
اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ (٢٧٣) الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (٢٧٤)

وہ لوگ جو سود کھا رہے ہیں وہ (اس حکم کے خلاف) کھڑے نہیں ہونگے لیکن ایسے جیسے کہ وہ شخص جس کو شیطان نے چھو کر حواس باختہ کر دیا ہو۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں بے شک لین دین (تجارت) ، سود ہے اور (جبکہ) اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام ! پس جس کے پاس اپنے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی اور رک گیا پس جو ہو چکا وہ اس کا ہے (اس پر پچھلے لئے گئے سود پر کوئی باز پرس نہیں) اور اس کا امر ، اللہ کے لئے ہے اور جو مخالفت کرے وہ اگ والے لوگ ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے (275) اللہ سود کو برباد کرتا ہے اور صدقات کی نشو نما کرتا ہے اور اللہ ہر ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا (276) جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور نماز قائم کی اور زکوات دی ان کے لئے ان کے رب کی طرف سے اجر ہے اور ان کے لئے نہ خوف ہے نہ وہ غمزدہ ہوں گے (277) اے وہ جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو اور جو سود رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم مومن ہو (278)	الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (٢٧٥) يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ (٢٧٦) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (٢٧٧) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (٢٧٨)

[تفسیر آیۃ 275 تا 278]

سورہ البقرہ کی آیت میں کہا جا رہا ہے کہ اس سود کے خلاف حکم کی مخالفت کرنے والے ایسے ہیں جیسے ان پر شیطان سوار ہو جو ان کو سود کے حق میں تاویلات سکھا رہا ہے کہ سود تجارت کی طرح ہے-اس پر جن چڑھنے کا عقیدہ رکھنے والے کہتے ہیں اس آیت میں صریح دلیل ہے کہ شیطان انسان کے بدن میں داخل ہو کر اسے خبط الحواس بنا دیتا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سود خور کو روز قیامت اس مجنوں کی طرح اٹھایا جائے گا جس کا گلا گھونٹا جا رہا ہو۔ (ابن ابی حاتم)

تفسیر ابن ابی حاتم میں اس روایت کی سند ہے

قَوْلُهُ تَعَالَى: إِلا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ — حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، ثنا أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، ثنا الأَشْعَثُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ سَعْدٍ الأَشْعَرِيُّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ: الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لا يَقُومُونَ إِلا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ

قَالَ: آكِلُ الرِّبَا يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَجْنُونًا يُخَنَّقُ

راقم کہتا ہے اس کی سند میں جَعْفَرِ بْنِ الْمُغِيرَةِ ہے جو مجھول ہے۔

جو جن چڑھنے کے قائل ہیں ان کی جانب سے کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے لفظ تخبط تفعل کے وزن پر فعل (یعنی خبط) کے معنی میں ہے۔ اور اس کی اصل مختلف انداز کی مسلسل ضرب ہے۔ اور ارشاد الہی (من المس) کا مطلب جنون اور پاگل پن ہے۔ کہا جاتا ہے مس الرجل فهو ممسوس یعنی وہ پاگل ہو گیا، اور مس کا اصل معنی ہاتھ سے چھونا ہے۔ -راقم کہتا ہے بخاری کی حدیث ہے

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُولَدُ إِلَّا وَالشَّيْطَانُ يَمَسُّهُ حِينَ يُولَدُ، فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ إِيَّاهُ، إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا»، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کوئی پیدا ہونے والا ایسا نہیں جس کو شیطان مس نہ کرے جب پیدا ہو... سوائے ابن مریم علیہ السلام کے پھر ابو ہریرہ رضی اللہ نے کہا اور اگر چاہو تو آیت تلاوت کرو وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

حدیث کے مطابق ہر شخص کو شیطان کا مس چھونا ہوتا ہے تو پھر ہر شخص پاگل کیوں نہیں ہے۔ قرآن میں ایوب علیہ السلام کے لئے کہا گیا ہے

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ

اور ہمارے بندے ایوب کا ذکر کرو جب اس نے پکارا کہ شیطان نے چھو کر عذاب میں مبتلا کر دیا ہے

کیا انبیاء پر بھی جن چڑھا ہے کیا مس کا مفہوم یہاں بھی خبطی کرنا ہے؟- سورہ الاعراف میں ہے

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ

جو اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں جب کوئی شیطانی خیال مس کرتا ہے تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ [البقرة:275] قَالَ: «يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَجْنُونًا يُخَنَّقُ»

سعید بن جبیر نے کہا سود کھانے والے روز محشر مجنوں اٹھیں گے

سند میں أَشْعَثَ بْنِ سُلَيْمٍ نے جَعْفَرِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ سے روایت کی ہے۔ جعفر مجھول ہے ذهب علي بن المديني إلى أنَّ جعفر بن أبي ثور هذا مجهول (السنن الكبرى:158/1)

شیطانی مس خیالات کا مس ہے جس میں انسان کو وہ ورغلاتا ہے [1]۔

[1] مزید تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب آسیب چڑھنا از ابو شہریار ویب سائٹ ایڈیشن

اور اگر تم ایسا نہ کرو تو تم کو اللہ اور اس کے رسول
کی جنگ کی خبر دی جاتی ہے لیکن اگر تم توبہ
کرو گے تو تمہیں (کم از کم) اصل سرمایہ (تو) ملے
گا- زیادتی مت کرو اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔
(۲۷۹) اور اگر تم (اس وقت) مشکل میں ہو تو اس
میں تاخیر کی جا سکتی ہے حتی کہ تمہارے لئے
آسانی ہو۔ لیکن اگر تم اسے خیرات کے طور پر دو تو
یہ تمہارے کے لئے بہتر ہے ، اگر تم سمجھو (۲۸۰)
اور ڈرو اس دن سے جب تم کو اللہ کی طرف لوٹایا
جائے گا ، پھر ہر نفس کو پوراپورا (اجر یا بدلہ) دیا
جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے
گا (۲۸۱)

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ
فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ (279)
وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ
لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (280) وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ
إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ
(281)

[تفسیر اٰیة279تا281]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب کسی مقرر مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو، تو اسے لکھ لیا کرو فریقین کے درمیان عدل کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو، اسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہیے وہ لکھے اور املا وہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے (یعنی قرض لینے والا)، اور اُسے اللہ، اپنے رب سے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے لیکن اگر قرض لینے والا خود نادان یا ضعیف ہو، املا نہ کرا سکتا ہو، تواس کا ولی انصاف کے ساتھ املا کرائے پھر اپنے مردوں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرا لو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تاکہ ایک بھول جائے، تو دوسری اسے یاد دلا دے یہ گواہ ایسے لوگوں میں سے ہونے چاہییں، جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو گواہوں کو جب گواہ بننے کے لیے کہا جائے، تو انہیں انکار نہ کرنا چاہیے معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، میعاد کی تعین کے ساتھ اس کی دستاویز لکھوا لینے میں تساھل نہ کرو اللہ کے نزدیک یہ طریقہ تمہارے لیے زیادہ مبنی بر انصاف ہے، اس سے شہادت قائم ہونے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے، اور تمہارے شکوک و شبہات میں مبتلا ہونے کا امکان کم رہ جاتا ہے ہاں جو تجارتی لین دین دست بدست تم لوگ آپس میں کرتے ہو، اس کو نہ لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں، مگر تجارتی معاملے طے کرتے وقت گواہ کر لیا کرو کاتب اور گواہ کو ستایا نہ جائے ایسا کرو گے، تو گناہ کا ارتکاب کرو گے اللہ کے غضب سے بچو وہ تم کو صحیح طریق عمل کی تعلیم دیتا ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے (282)

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَى أَجَلِهِ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (282)

[تفسیر اٰیۃ282]

اس آیت کو آیت الدین یا قرض والی آیت کہا جاتا ہے - یہ قرآن کی سب سے بڑی آیت ہے

وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (283)

اور گر تم سفر کی حالت میں ہو اور دستاویز لکھنے کے لیے کوئی کاتب نہ ملے، تو قبضہ کے ساتھ گروی رکھنا کر لو ، اگر تم میں سے کوئی شخص دوسرے پر بھروسہ کر کے اس کے ساتھ کوئی معاملہ کرے، تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے، اسے چاہیے کہ امانت ادا کرے اور اللہ، اپنے رب سے ڈرے اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ جو شہادت چھپاتا ہے، اس کا دل گناہ سے آلودہ ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے (283)

[تفسیر آیۃ283]

گواہی کا تعلق زبان سے ہے اس کو دل میں رکھنا گواہی چھپانا ہے-اللہ تعالی نے فرمایا شہادت ہر گز نہ چھپاؤ جو شہادت چھپاتا ہے،اس کا دل گناہ سے آلودہ ہے

اللہ ہی کے ہیں (وہ سب) جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہے ، اور جو تمہارے دل میں ہے اس کو ظاہر کرو یا چھپا لو ، اللہ اس پر تمہارا محاسبہ کرے گا ، پھر جس کو چاہے گا معاف کرے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا ، اور اللہ ہر شی پر قدرت رکھتا ہے (284) رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب نے نازل کیا اور مومن بھی ، سب ایمان لائے اللہ پر ا ور فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر -- (یہ کہتے ہیں :) ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی ، ہم مغفرت طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری طرف ہی پلٹیں گے (285) اللہ کسی نفس کو مکلف نہیں کرتا الا اس کی وسعت کے مطابق ، اس کے لئے (صرف وہ) ہے جو اس نے کمائی کی ، اور اس کے (ذمہ) پر ہے جو اس نے کمایا - (پکارو :) اے ہمارے رب ہم کو مت پکڑ اس میں جو ہم بھول جائیں یا جس میں غلطی کریں ، اے ہمارے رب بوجھ نہ لادھ جیسا ہم سے قبل والوں پر ڈالا ، اور نہ ایسا بوجھ لادھ جس کو ہم اٹھا نہ سکیں ، اور ہم سے درگزر کر ، ہم کو معاف کر اور ہم پر رحم کر ، تو ہی ہمارا مددگار ہے پس کافر وں کی قوم پر ہماری مدد کر (286)

لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (284) آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (285) لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (٢٨٦)

بعض روایتوں میں ہے کہ سورہ البقرہ کی آخری آیات مدنی نہیں ہیں بلکہ معراج میں نازل ہوئیں- صحیح مسلم میں ہے

وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، ح، وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ، قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، انْتُهِيَ بِهِ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى، وَهِيَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، إِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُعْرَجُ بِهِ مِنَ الْأَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا، وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُهْبَطُ بِهِ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا»، قَالَ: "إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى" [النجم: 16]، قَالَ: «فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ»، قَالَ: "فَأُعْطِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا: أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ،

وَ أُعْطِيَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، وَغُفِرَ لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ مِنْ أُمَّتِهِ شَيْئًا، الْمُقْحِمَاتُ "

سنن نسائی میں حدیث نمبر: 452 ہے

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، عَنْ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ:

" لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتُهِيَ بِهِ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَهِيَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا عُرِجَ بِهِ مِنْ تَحْتِهَا وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا أُهْبِطَ بِهِ مِنْ فَوْقِهَا حَتَّى يُقْبَضَ مِنْهَا، قَالَ: إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى سورة النجم آية 16، قَالَ: فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَأُعْطِيَ ثَلَاثًا: الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَيُغْفَرُ لِمَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِهِ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتُ ".

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (معراج کی شب) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جایا گیا تو جبرائیل علیہ السلام آپ کو لے کر سدرۃ المنتہیٰ پہنچے، یہ چھٹے آسمان پر ہے جو چیزیں نیچے سے اوپر چڑھتی ہیں یہیں ٹھہر جاتی ہیں، اور جو چیزیں اس کے اوپر سے اترتی ہیں یہیں ٹھہر جاتی ہیں، یہاں تک کہ یہاں سے وہ لی جاتی ہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ «إذ يغشى السدرة ما يغشى» (جب کہ سدرۃ کو ڈھانپ لیتی تھیں وہ چیزیں جو اس پر چھا جاتی تھیں) پڑھی اور (اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے) کہا: وہ سونے کے پروانے تھے، تو (وہاں) آپ کو تین چیزیں دی گئیں: پانچ نمازیں، سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں، اور آپ کی امت میں سے اس شخص کی کبیرہ گناہوں کی بخشش، جو اللہ کے ساتھ بغیر کچھ شرک کئے مرے۔

مسند احمد پر تعلق میں شعیب الأرنؤوط نے اس کو صحیح قرار دیا ہے

أبو عبيد 164، والنسائي في "فضائله" 79، والفريابي ق 185، والطبراني 239/9، والبيهقي في "الشعب"، وابن الجزري في "فضائله" من طريق زبید الیامی میں ابن مسعود سے مروی ہے

قال أبو عبيد حدثنا عبد الرحمن عن سفيان عن زبيد اليامي عن مرة بن شراحيل عن عبد الله بن مسعود قال: "الآيات الأواخر من سورة البقرة إنهن لمن كنز تحت العرش

سورہ بقرہ کا آخر عرش کے نیچے ملا

اس کے برعکس کتاب حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء از ابو نعیم میں ہے کہ یہ آیتین زمین میں نازل ہوئیں

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَحْمَدَ، قَالَ: ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: ثنا [ص:306] الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، قَالَ: ثنا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَيْنَمَا جِبْرِيلُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعَ نَقِيضًا مِنْ فَوْقِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: "هَذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ، وَلَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ، فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ: هَذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ إِلَّا الْيَوْمَ " فَسَلَّمَ فَقَالَ: أَبْشِرْ بِسُورَتَيْنِ أُوتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، لَمْ تَقْرَأْ بِحَرْفٍ مِنْهَا إِلَّا أُوتِيتَهُ ". حَدِيثٌ صَحِيحٌ ثَابِتٌ. أَخْرَجَهُ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ فِي صَحِيحِهِ. تَفَرَّدَ بِهِ عَمَّارُ بْنُ

زُرَيْقٍ عَنْ عَبْدُاللهِ بْنِ عِيسَى بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى ابن عبّاس نے کہا جبریل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے ایک آواز اپنے اوپر سنی تو سر اٹھا کر دیکھا- جبریل نے کہا یہ آسمان کا وہ دروازہ ہے جو آج سے پہلے نہیں کھلا اور نہ اس کے بعد کھلے گا پس اس میں سے ایک فرشتہ آیا اور جبریل نے کہا یہ فرشتہ آج سے پہلے زمین پر نہیں آیا نہ آج کے بعد آئے گا—اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا میں اپ کو دو سورتوں کی بشارت دیتا ہوں جو آپ سے قبل کسی نبی کو نہ ملیں فاتحہ الکتاب اور سورہ بقرہ کا آخری اس کے حروف پڑھے جائیں اور ان میں جو ہے عطا ہو گا- ابو نعیم نے کہا یہ حدیث ثابت صحیح ہے

شعیب الأرنؤوط نے صحیح ابن حبان کی تعلیق میں اس کو حسن کہا ہے